إن الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بأنفسهم

مستقبل اسلام

یعنے

پروفیسر وامبری کی معرکۃ الآرا تصنیف مغربی تمدن اور مشرقی ممالک

مترجمہ

مسٹر ظفر عمر بی۔اے (علیگ) مصنف نیلی چھتری
بہرام کی گرفتاری۔ چوروں کا کلب۔ پولیس مین

باہتمام
عبدالرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور
بار دوم قیمت عمر

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

مستقبل اسلام

یعنی

پروفیسر وامبری کی معرکتہ الآرا تصنیف "مغربی تمدن اور مشرقی کشمکش"

مترجمہ

ظفر عمر۔ بی۔ اے (علیگ)
ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولس صوبجات متحدہ

بار دوم

(مرکنٹایل پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان پروپرائٹر چھپا)

پیر سالخورده ام از چهره ی بهره این کمترین
غیر از خرابات چیزی ظاهر نمیشود

وامبری

NATIONAL ART PRESS, LAHORE

مستقبل اسلام

فہرست مضامین

دیباچہ

مختصر حالات زندگی مصنف۔ عسرت اور تنگدستی۔ تحصیل علوم کا شوق؛ قیام قسطنطنیہ جرمن و ترکی زبان کی لغات لکھنا اور ۲۲ مشرقی زبانین سیکھنا ممالک اسلامی کا سفر دامبری کی علمی خدمات۔ وجہ تصنیف کتاب۔ حصہ اول۔ روس و انگلستان کا مقابلہ۔ روس کی سختیان مسلمانون پر روسی اثر کی ترقی۔ روسیونکا تکبر۔ بہ زور شمشیر مسلمانون کو عیسائی بنانا۔ مسلمانون کی رواداری۔ روسی گورنمنٹ کی پالیسی۔ روس مسلمانون کی بربادی مین کامیاب نہین ہو سکتا۔ حصہ دوم انگریزی حکومت کا اثر بہ نسبت روس کے زیادہ مستحکم ہے ہندوستانی مسلمانونکی وفاداری مستقبل اسلام روشن نظر آتا ہے مصنف کی رائے کی صحت۔ دامبری کا خط مترجم کے نام ہز ہائینس آغا خاں ۱-۱۴

باب اول

قدیم و جدید اسلام

دامبری کی پہلی رائے۔ یورپ کی واقفیت سطحی ہے۔ ترقی کا آغاز۔ رفتار ترقی

مسلمان قومی آزادی کی حالت میں ترقی کر سکتے ہین یا یورپ کی ماتحتی مین؟ اسلامی دنیا مین اہم تبدیلیان ہونے والی ہین۔ اسلام ترقی کر رہا ہے۔ ادراکی ترقی کا نیا دور۔ قدیم وجدید نسلین۔ اہل ایشیا کا تعصب۔ اسلام علوم وفنون جدیدہ کا مخالف نہین ہے۔ یورپ کی غلط فہمی۔ مسلمانون کے تعصب مین کمی۔ تبدیلی کی مثالین۔ یورپ کا سفر۔ مفتی محمد عبدہ کی مذہبی خدمات۔ رُوسی اور تاتاری مسلمانون کی ترقی۔ ترکی زبان کی اصلاح۔ ترقی اُناث۔ یورپی بیگمات سے شادیان۔ ترکون کا شغف پالٹیکس سے۔ تاتاری زبان۔ عام تبدیلی کے آثار قومی خیالات کی اشاعت۔ ترکون اور عربون کا مقابلہ۔ گذشتہ زمانہ کے مسلمان۔ اُن کی عمارات۔ مصوری۔ مسلمان سلاطین کی روشن خیالی۔ تاتاری مسلمانون مین بیداری کے آثار۔ تاتاری علماء کی حالت زار۔ روسی مسلمانون کی ترقی۔ روسی کوششین اسلامی ترقی کے خلاف۔ مسلمانون کی ترقی یقینی ہے۔ ۱۴-۲۹۔

باب دوم

اصلاح کی راہ مین جدوجہد

کیا اسلام ترقی کا دشمن ہے؟ دقیانوسی خیالات۔ انسان کی جبلت مشکل سے بدلتی ہے۔ مسلمانون کی خودداری۔ سید امیر علی کی تصانیف۔ ترقی کی راہ مین مشکلات۔ مسلمانون کی ایثار نفسی۔ استادون کی کم توجہی۔ اہل یورپ کا جلب منفعت۔ اہل یورپ کی غلطی۔ اقوام غیر کی ماتحتی۔ ترکی کی مشکلات۔ ابتدائی جدوجہد۔ حکمرانون کی ناقابلیت۔ اندرونی سازشین۔ سلطان

عبد الحمید خان کی تخت نشینی۔ یورپ کی طمع۔ ٹرکی کا مستقبل۔ ایران کا مستقبل۔ تمدنی ترقی۔ علمی ترقی ۔۔ ۴۰۔ ۵۹۔

باب سوم ۳

مسلمان فرمانرواؤنکی مطلق العنانی

رعایا کے ساتھ تعلقات۔ یورپ کی غلط فہمی۔ اختیارات شاہی۔ بادشاہ کی مرضی ہر چیز پر حاوی ہے۔ عیسائی سلاطین کا استخفاف۔ سلاطین یورپ سے تعلقات۔ سلاطین کا خوف۔ اُنکی مطلق العنانی۔ شاہزادون کی تعلیم و تربیت۔ قابل سلاطین۔ مطلق العنانی کے وجوہات۔ آئینی حکومت۔ رعایا کی بہبودی سے لاپروائی ایران کے وزراء۔ رعایا پر زیادتیان۔ مشرق کی بے توجہی قرن اولی کے خلفاء۔ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی مثال۔ اسلامی تنزل کے ذمہ دار سلاطین ہیں ۶۰۔ ۷۵

باب چہارم ۴

اسلام ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے

مسلمانون کی تباہی کا اسلام ذمہ دار نہین ہے۔ یورپ مین مذہب و علم کی کشاکش اسلام و عیسائیت۔ مسلمانون مین اصلاح کا آغاز۔ مذہب و عقل۔ توحید و تثلیث ارکان اسلام نشاط افزا اور صحت بخش فرایض ہین۔ اسلام کی سادگی۔ انحطاط کے اسباب

مسلمان قومی آزادی کی حالت میں ترقی کر سکتے ہین یا یورپ کی ماتحتی مین؟ اسلامی دنیا مین اہم تبدیلیان ہونے والی ہین' اسلام ترقی کر رہا ہے - اور اکی ترقی کا نیا دور قدیم وجدید نسلین - اہل ایشیا کا تعصب - اسلام علوم وفنون جدیدہ کا مخالف نہین ہے - یورپ کی غلط فہمی مسلمانون کے تعصب مین کمی - تبدیلی کی مثالین - یورپ کا سفر مفتی محمد عبدہ کی مذہبی خدمات - رُوسی اور تاتاری مسلمانون کی ترقی - ترکی زبان کی اصلاح - ترقی اُناث - یورپی بیگمات سے شادیان - ترکون کا شغف پالٹیکس سے - تاتاری زبان - عام تبدیلی کے آثار قومی خیالات کی اشاعت - ترکون اور عربون کا مقابلہ گذشتہ زمانہ کے مسلمان - اُن کی عمارات - مصوری - مسلمان سلاطین کی روشن خیالی - تاتاری مسلمانون مین بیداری کے آثار - تاتاری علماء کی حالت زار - روسی مسلمانون کی ترقی - روسی کوششین اسلامی ترقی کے خلاف - مسلمانون کی ترقی یقینی ہے - ۱۴-۲۹-

باب دوم

اصلاح کی راہ مین جدوجہد

کیا اسلام ترقی کا دشمن ہے؟ دقیانوسی خیالات - انسان کی جبلت مشکل سے بدلتی ہے مسلمانون کی خودداری - سید امیر علی کی تصانیف - ترقی کی راہ میں مشکلات - مسلمانونکی ایثار نفسی استادون کی کم توجہی - اہل یورپ کا جلب منفعت - اہل یورپ کی غلطی - اقوام غیر کی ماتحتی - ٹرکی کی مشکلات - ابتدائی جدوجہد - حکمرانون کی ناقابلیت - اندرونی سازشین - سلطان

عبدالمجید خان کی تخت نشینی - یورپ کی طمع - ٹرکی کا مستقبل - ایران کا مستقبل - تمدنی ترقی - علمی ترقی - ۴۰ - ۵۹ -

باب سوم (۳)

مسلمان فرمانروائونکی مطلق العنانی

رعایا کے ساتھ تعلقات - یورپ کی غلط فہمی - اختیارات شاہی - بادشاہ کی مرضی ہر چیز پر حاوی ہے - عیسائی سلاطین کا استخفاف - سلاطین یورپ سے تعلقات - سلاطین کا خوف - اُنکی مطلق العنانی - شاہزادون کی تعلیم و تربیت - قابل سلاطین - مطلق العنانی کے وجوہات - آئینی حکومت - رعایا کی بہبودی سے لاپروائی ایران کے وزراء - رعایا پر زیادتیان - مشرق کی بے توجہی قرن اولیٰ کے خلفاء - حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی مثال - اسلامی تنزل کے ذمہ دار سلاطین ہیں ۶۰ - ۷۵

باب چہارم (۴)

اسلام ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے

مسلمانون کی تباہی کا اسلام ذمہ دار نہین ہے - یورپ مین مذہب و علم کی کشاکش اسلام و عیسائیت - مسلمانون مین اصلاح کا آغاز - مذہب و عقل - توحید و تثلیث ارکان اسلام نشاط افزا اور صحت بخش فرایض ہین - اسلام کی سادگی - انحطاط کے اسباب

شاہان اسلام کی مطلق العنانی علما اور مسئلہ تقدیر۔ پردہ زنان۔ مسلمانون کی لاعلمی اسلام علم کا حامی ہے۔ یورپ مین مذہب وعلم کا مقابلہ۔ ایشیا کی تنگ خیالی ایک ہندوستانی عالم کی رائے۔ جاپان اور مذہب۔ روس کے مسلمان علماء۔ اسلامی دنیا مین بیداری نظر آتی ہے۔ ۷۵۔ ۹۱۔

باب پنجم

آزادی کی بیداری

مسلمانون کا صبر۔ سلاطین ظل اللہ ہونے کی وجہ سے احترام وتعظیم کے مستحق سمجھے جاتے ہین۔ آزادی کی تمنا مسلمان ترقی کی صلاحیت رکھتے ہین۔ ینگ ٹرکی پارٹی۔ ابتدائی اختلاف۔ ترکون کا پہلا پارلیمنٹ۔ ممبرون کی پرمغز تقریرین۔ پارلیمنٹ کی شکستگی۔ سلطان عبدالحمید خان کی فروگذاشتین۔ نوجوان ترکون کی ترقی۔ آزادی کا جوش تمام ترکون مین پایا جاتا ہے۔ ترکی اخبارات تاتاری مسلمانون مین بیداری۔ روسی مسلمانون کی یادداشت۔ جنوبی روس کے مسلمان اسمٰعیل بے غسپرنسکی کی حب قومی۔ سلطان عبدالحمید خان کا دائرہ ترقی۔ اُن کے اختلاف کی وجہ۔ اعلیٰ طبقہ کے ترکون مین آزادی کی ترقی۔ ترک حالات زمانہ سے بے خبر نہین ہین۔ کردستان۔ ایران مین اصلاح جدید۔ بابی مذہب۔ شیخ بہائی کے خیالات۔ انگلستان کی مثال۔ شیخ بہائی کا اعلیٰ رتبہ۔ ایران مین بیداری کے آثار۔ ایرانیون کا جوش۔ انسانیت کے تمام اصولون کا منبع اور مرکز اسلام ہے۔ اسلام اور بدعت۔

ایران مین بہ نسبت ٹرکی کے زیادہ مشکلات ہین - علما کی قوت - ۹۲-۱۲۲

باب ششم

مغربی تمدن کا اقرار

قدیم و جدید خیالات - مسئلہ تقدیر - مغرب کی برتری کا اقرار - آزادی کی برکتین غیر اسلامی ممالک کی ترقی - مراکش کی حالت - مصر مین انگریزی اقتدار باعث خیر و برکت ہے - ایران کی حالت - تدابیر ترقی - مغربی تمدن اختیار کرنا ناگزیر ہے اتحاد عثمانی - اتحاد ٹرکی - ترکون اور عربون کا مقابلہ - یین اسلام ازم کی کامیابی دشوار ہے - مسلمانون کی غیرت اتحاد اسلامی کی تاریخ - حجاز ریلوے - سلطان ٹرکی کا اثر - اتحاد اسلامی کی ناکامیابی - اتحاد اسلامی خطرناک نہین ہے -

۱۲۲-۱۳۸ -

باب ہفتم

اسلام کی آیندہ پولٹیکل حالت

مسلمانون مین اصلاحی تحریک کی سست رفتاری - اسلامی لیڈرون کے شبہات - یورپ کی جبریہ مداخلت ناگزیر ہے - اسلامی ممالک اپنے خود مختاری قایم نہین رکھ سکتے - مسلمانون کا اختلاف عیسائی سلطنتون سے - مسلمانان ہند کا تعصب، ٹرکی اور انگریزی رعایا مین فرق - اسلامی بادشاہون کا برتاؤ رعایا کے ساتھ اسلامی دنیا کو سکون کس طرح حاصل ہو سکتا ہے - ٹرکی مین اہل

یورپ کی بیجا مداخلت خودغرضی اور تعصب پر مبنی ہے یورپ کی عدم واقفیت اور خودستائی۔ مسلمان ضدی اور متعصب نہین ہین ۔ ہندوستان کی مثال۔ مسلمان جدید علوم و فنون کے اکتساب کی قابلیت رکھتے ہین ۔ روسی مسلمانون کی علمی ترقی ۔ مسلمان بیگمات ۔ مسلمانون کی مشکلات ۔ مسئلہ خلافت الادنیٰ سلطنت ٹرکی کے ترقی و تنزل کے اسباب ۔ رعایا کی بوقلمونی اور مخاصمت یورپ ٹرکی کی موت کا انتظار کر رہا ہے ۔ ٹرکی کی مشکلات ۔ اُس کا اقتدار ایشیا مین ۔ بوریا بدھنا سمیٹنے کی پالیسی مغربی اقوام کی رقابت ٹرکی کے تنزل کا ذمہ دار یورپ ہے ترک رہنمائی کی قابلیت رکھتے ہین ۔ ترکون کی برتری ۔ ایران کا مستقبل ۔ فرمانروادن کی لوٹ کھسوٹ ایران کی قسمت روس اور انگلستان کے ہاتھ مین ہے ۔ شیعون اور سنیون کی رقابت ۔ اتحاد مابین ٹرکی و ایران افغانستان کی حالت ۔ امیر عبدالرحمن خان کی اصلاحات ۔ جنگی قوت ۔ اسلام کی پولٹیکل آزادی برباد ہو کر رہے گی ۔ ۱۳۹ ۔ ۱۶۰ ۔

باب ہشتم

ہلال اور صلیب

کیا مسلمان یہودیون کی طرح بے خانمان ہوجائینگے ۔ مسلمان اسپین و سسلی کی مایوسی بخش مثالین ۔ کریمیا اور روس کے مسلمان ۔ ہجرت کے اسباب یورپی ٹرکی کے مسلمان ایشیا مین مسلمانون کا جتھا ۔ اناطولیہ مین عیسائیون کے منصوبے ۔ شام و عرب مین اہل یورپ کی مداخلت ۔

ایران و دیگر ممالک اسلامیہ - عیسائیت بمقابلہ اسلام - افغانستان مین مذہبی جوش - افغانستان کی سیاسی حالت - ہندوستانی مسلمان - علیگڈھ کالج چینی مسلمانون کا اقتدار - اُن کا درجہ بحیثیت ثالث کے روسی خطرہ - روس مین مسلمانون کو حریت کامل حاصل نہیں ہو سکتی - مسلمانون کی ردی حالت - ہندوستانی مسلمانون کی ترقی - مسلمانون اور یہودیون کا مقابلہ مسلمان کس طرح ترقی کر سکتے ہین - ٹرکی کی ضروریات ہندوستان و مصر کی ترقی انگریزی سلطنت کی برکتین - علوم قدیم و جدید - اہل مصر کی دماغی ترقی مسلمان رہنا - روس مین مسلمان لیڈر - اسلامی ترقی کی رفتار روکنا ناممکنات سے ہے - مسلمانون کی ترقی یقینی ہے - ۱۶۱ - ۱۸۱ -

باب نہم

یورپی قوتین اسلامی ایشیا مین

پولٹیکل بحث کی ضرورت - یورپ اور تسخیر ممالک - اسلامی ممالک کے حصے بخرے - روس کے منصوبے - انگریزی اقتدار کی حدود انگلستان کے ارادون کے متعلق غلط فہمی - شریف مکہ کی زیادتیان جرمنی کے ارادے - اہل ایشیا کے ارادے جرمن اقتدار اناطولیہ مین یورپی اقوام کے تعلقات - یورپی اقتدار اور افلاس - اہل ایشیا یورپ کی اتالیقی کے محتاج ہیں - یورپ کا فرض - یورپ کا اقتدار کب تک رہے گا ؟ ۱۸۲ - ۱۹۵ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یورپ کے زندہ مصنفین میں سے کسی شخص کو ممالک اسلامی کے حالات سے اتنی واقفیت نہیں ہے، جتنی پروفیسر وامبری کو ہے۔ پروفیسر موصوف ملک ہنگری کے باشندے اور مشہور مستشرق ہیں[1]۔ دریائے ڈینوب کے جزیرہ شٹ کے ایک گاؤں میں ۱۹ مارچ ۱۸۳۲ء کو غریب گھر پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر تک گانوں کے مکتب میں تعلیم پائی۔ پیدائشی لنگ کی وجہ سے بیسا کھیوں کے سہارے چلتے تھے۔ شروع ہی سے وامبری کو زبانوں کے سیکھنے کی طرف خاص رجحان تھا، لیکن عسرت نے تعلیم چھوڑنے پر مجبور کیا۔ کچھ دنوں ایک درزی کے کارخانہ میں شاگردی کرکے ایک سرائے دار کے بیٹے کو پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد پریس برگ کے دارالعلوم میں داخل ہوگئے اور بسر اوقات کے لیے نہایت ادنیٰ اجرت پر لڑکوں کو پڑھانے لگے۔ تحصیل علوم کا اس قدر شوق تھا کہ ۱۶ سال کی عمر ہی میں ہنگری، لاطینی، فرانسیسی، اور جرمنی زبانوں میں بخوبی مہارت پیدا

---

[1] دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد ۲۳ صفحہ ۲۲۲ نیز "اسٹوری آف نائی اسٹرگلس" یا "میرے جد وجہد کا افسانہ" مصنفہ پروفیسر وامبری۔ مترجم

کرلی اور انگریزی، روسی، اور سروی زبانین بھی سیکھنا شروع کر دین۔

قیام قسطنطنیہ

۲۰ سال کی عمر مین ترکی زبان مین خاصی دستگاہ حاصل کرلی اور قسطنطنیہ پہونچکر کسی دار العلوم مین یوروپین زبانون کے معلم مقرر ہوگئے۔ کچھ عرصہ کے حسین دایم پاشا کے بچون کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اور پھر اپنے دوست او محسن ملا احمد آفندی کی مدد سے ترکی گورنمنٹ کی ملازمت مین داخل ہوگئے اور ترقی کرتے کرتے فواد[له] پاشا کے سکرٹری ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ قسطنطنیہ کے چھ سال کے قیام مین علاوہ دیگر تالیفات کے جرمن ترکی زبان کی کتاب اللغات شایع کی۔ پروفیسر موصوف نے قسطنطنیہ مین رہکر ۲۲ مختلف مشرقی زبانین سیکھین اسکے بعد وہ ممالک اسلامی کی سیاحت کی غرض سے طہران روانہ ہوئے درویشون کا ایک قافلہ مکہ سے واپس آتا تھا پروفیسر وامبری بھی درویش کا بھیس بدل کر قافلہ مین شامل ہوگئے اور عرصہ تک ایشیا کے ریگستان کی خاک چھانتے پھرے۔ اس ہیئت کذائی سے اُنھون نے امیر خیوا سے دو مرتبہ ملاقات کی اور پھر سمرقند جا پہونچے۔ یہان کے امیر کو شبہ ہوا لیکن رشید آفندی (وامبری کا مصنوعی نام) نے تمام سوالات کا عمدگی سے جواب دیا آدھ گھنٹہ کی جرح کے بعد امیر کو اطمینان ہوا اور انعام دیکر رخصت کیا۔ ہرات پہونچکر درویشون سے مفارقت کی اور طہران واپس آئے۔ طربیزند اور ارض روم ہوتے ہوئے سنہ ۱۸۶۴ء مین قسطنطنیہ پہونچے۔ وامبری نے بوجہ خوف و دور اندیشی بجز مختصر یادداشت

[له] وزیر خارجیہ ٹرکی سنہ ۱۸۵۳ء مترجم

کے دوران سفر مین کوئی سفرنامہ نہین لکھا۔ لیکن وسط ایشیا کے چشم دید واقعات
اور وہان کی سیاسی اور معاشری حالات کا ایسا گہرا نقش اُنکے لوح دل پر
کندہ تھا کہ اُنھون نے انگلستان پہونچکر اپنا سفرنامہ شایع کیا۔ سادگی بیان
اور تسلسل مضامین ہی اُسکی صداقت کے ثبوت کے لیے کافی ہین۔ انگلستان
کے علاوہ دیگر یورپی ممالک مین بھی اُنکے حالات سفر نے بڑی دلچسپی پیدا کی
اور ایشیائی مسائل پر نئی روشنی ڈالی۔ خصوصًا سلطنت روس کے منصوبون
اور حکمت عملی کو وضاحت کے ساتھ ظاہر کیا۔

پروفیسر وامبری مشرق و مغرب کے اِس طویل و عریض سفر کے بعد۔
بالآخر وطن مالوف مین پہونچے جہان تمام قوم نے بڑی قدر و منزلت کی،
اُنھون نے بداپست کی یونیورسٹی مین معلم السنۂ مشرقیہ کا عہدہ قبول کیا،
پروفیسر وامبری نے متعدد کتابین تالیف کی ہین اور اس کبرسنی کے ایام
مین بھی وہ دنیا کو اپنے فیضانِ علم سے فائدہ پہونچا رہے ہین، یورپ کے
مختلف رسائل اور اخبارات مین پروفیسر وامبری کے مضامین مشرقی مسائل پر
اب بھی بڑی دلچسپی اور قدر کی نگاہ سے پڑھے جاتے ہین۔

اس نامور مصنف اور سیاح نے حال مین ایک کتاب[له] "مغربی
تمدن مشرقی ممالک مین" شایع کی ہے۔ پروفیسر موصوف کی سابقہ
تصانیف دیکھ کر بعض مبصرین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وامبری نے روس

له سنہ ۱۹۰۶ء، جان مرے، لندن۔

اور انگلستان مین سے جنھون نے ایشیا مین مغربی تمدن پھیلانے کا بیڑا اُٹھایا ہے، موخر الذکر کی زیادہ طرفداری کی ہے۔ اِن معترضین کی رائے مین ایشیا مین مغربی تمدن کا رواج دینے کے لیے روس زیادہ موزون ہے۔ کیونکہ امور سیاسی مین اُنکے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھنے کے علاوہ یہ قوم بلحاظ بعض خصائص قومی اور مراسم کے بھی ایشیائی قومون کے مشابہ ہے، یہ غلط خیال عام طور پر یورپ مین پایا جاتا ہے اور اسی کی تردید کے لیے وامبری نے یہ کتاب یعنی "مغربی تمدن مشرقی ممالک مین" شایع کی ہے۔ روس و انگلستان نے اپنے قبضہ کے زمانہ مین جو جو اصلاحات اور رفاہ عام کے کام ایشیائی ممالک مین کیے ہین اُن کا تفصیل کے ساتھ ذکر کر کے دونون قومون کے کامون اور ترقیون کا مقابلہ کیا ہے اور نیز اصلاحات جدید سے اُس اثر کا جو روس و انگلستان کی مفتوحہ اقوام پر پڑا ہے۔ کیونکہ کاریگرون کی صنعت و قابلیت کے اندازہ کا بہترین طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ اُنکی مصنوعات کا باہم مقابلہ کیا جائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنانے مین خصوصًا اقوام کی اصلاح مین، جس قدر نیک نیتی، قابلیت، محنت، علو ہمتی جیسے ذرایع سے کام لیا جائے گا اُسی قدر نتیجہ زیادہ قابل وقعت پیدا ہوگا۔ دوسرون کو پڑھانے سکھانے اور تربیت دینے کے لیے خود اُستاد کی اعلیٰ تعلیم و تربیت لازمی امر ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی انگلستان کو روس پر فوقیت حاصل ہے۔ روس ہنوز نصف متمدن حالت مین ہے۔ اگر پروفیسر موصوف نے بہ حیثیت مجموعی انگلستان کی فوقیت

بمقابلہ روس کے ثابت کی ہے تو کچھ بیجا نہین ہے۔

اس کتاب کے تین حصہ ہین۔ پہلے حصہ مین اُس تمدنی اثر کا ذکر کیا گیا ہے جو روس نے ایشیا پر ڈالا ہے۔ مسلمان ناظرین کے لیے یہ حصہ نہایت پردرد اور عبرتناک ہے شمال و مغرب ایشیا اور اُس سے ملا ہوا یورپ کا حصہ مسلمان اقوام سے آباد ہے۔ روسیون نے مسلمانون کے ممالک ہی پر قبضہ کرنے پر اکتفا نہین کیا بلکہ اُنھون نے مسلمان مفتوحین پر روشن اثر ڈالنے کے لیے نہایت حقارت آمیز اور جابرانہ طریقے استعمال کیے ہین۔ روسی سپاہیون کے قدم بہ قدم اُنکے پادری اِن ممالک مین داخل ہوئے اور برخلاف برٹش گورنمنٹ کے سلطنت روس نے اپنی رعایا کے عیسائی بنائے جانے مین ہر قسم کی امداد دی ہے۔ جب پادریون کی کوشش خاطرخواہ کامیاب نہ ہوئی تو صدہا مسلمان بزور شمشیر عیسائی بنائے گئے۔ مشہور روسی مورخ ولی می نوف زر نوف اپنی تاریخ شاہان روس کی جلد اول مین حسب ذیل تحریر کرتا ہے:۔

"جون ۱۵۳۵ء مین شاہ علی کے ۲۷ ہمراہی تبدیل مذہب سے انکار کرنے پر قیدخانہ بھیجے گئے بعدہٗ اُنکی گردنین ماری گیئین۔ اِن مین ۷ بچے بھی تھے جنکا روز روشن مین گلا گھونٹا گیا اور جنھین رات کو دریا مین پھینکدیا گیا۔ آٹھ آدمی کئی روز تک قیدخانہ مین رہے اور بالآخر تلوار کے گھاٹ اوتارے گئے" آگے چلکر یہی مورخ لکھتا ہے کہ گرانڈ ڈیوک آئے وَن نے غصہ کی حالت مین ۸۰ تاتاریون کو قید کردیا۔ ۵ دن مین جملہ قیدی راہی ملک بقا ہوئے لیکن ایک نے

بھی اپنا مذہب تبدیل نہ کیا - اسی طرح شہر میکوف مین ۷۰ آدمی قتل کیے گئے
اور صرف ایک تاتاری مسلمان نے مذہب مقدس اختیار کیا پہلا نام اس آدمی کا
حسن تھا، بتپسمہ کے بعد اُس کا میکائیل نام رکھا گیا - اس موقع پر ۳۴ عورتین
اور ۲۶ بچے نوواگرد مین اور ۵ عورتین اور بچے میکوف مین جبریہ عیسائی
بنائے گئے"، خود روسی مورخین کے بیان سے اُن مصائب کا اندازہ ہوسکتا ہے
جو مسلمان مفتوحین کو روسی حکومت کے ہاتھ سے پہونچین اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ لاکھون مسلمان ہجرت کر کے سلطنت ٹرکی کے مختلف حصص مین آباد ہوگئے
چنانچہ یہ سلسلہ ابتک جاری ہے اور صدہا خاندان ہر سال اپنے پیارے
مذہب کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے آبائی ملک کو چھوڑ کر ٹرکی مین پناہ گزین
ہوتے ہین +

یہ سچ ہے کہ وسط ایشیا مین جو خانہ جنگیان اور کُشت و خون مسلمان
خاندانون مین ہوتے رہتے تھے روس کے زبردست ہاتھ نے اُن کا
خاتمہ کر دیا اور رعایا کو امن، اور ایک حد تک آزادی، حاصل ہوئی
لیکن اس امن و آزادی سے جو فوائد اُن ممالک کو پہونچنے چاہیے تھے
اُنکے حاصل نہ ہونیکا بڑا سبب یہی ہے کہ روس کی ہٹ دھرمی اور
بیجا سختی سے مسلمان رعایا اسقدر متنفر اور خائف ہوگئی ہے کہ لوگ اپنے بچون کو
روسی مدارس مین بھیجنے سے پرہیز کرتے ہین اور ہر ایک مغربی اصلاح اور
ترقی کو شک اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین - آزادی کا یہ اثر تو البتہ
ہوا ہے کہ مسلمانون مین شراب خواری اور حرامکاری کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے

روسیوں کا تکبر

مسلمان بے روک ٹوک قمار خانوں اور کسبی خانوں میں جاتے ہیں۔ اسلامی سوسائٹی کا جو زبردست اثر روسی اقتدار سے پہلے عیوب اور بدکاری کو روکتا تھا وہ روز بروز زائل ہوتا جاتا ہے۔

فاتح قوم کا تکبر اور نخوت لابدی اور ایک حد تک قابل معافی امر ہے۔ لیکن روسیوں کے تکبر اور نخوت کی کوئی حد نہیں ہے۔ ادنیٰ ترین روسی اپنے آپ کو مسلمان شاہزادوں اور شرفاء سے بڑھکر سمجھتا ہے۔ اور اگر کوئی شامت کا مارا مسلمان کسی روسی کے راستہ میں آجائے اور سامنے سے نہ ہٹ جائے تو چابک یا دستی چھڑی سے مار کھائے۔ ایک یورپی عالم جو سالہا سال تک تاشقند کے دارالعلوم میں مدرس رہ چکا ہے زار روس کی سالگرہ ۱۸۹۶ء کا ذکر کرتے ہوئے یہ تحریر کرتا ہے:۔

"پادریوں کا جلوس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ میدان میں پہونچا جسکے وسط میں نائب سلطنت کے لیے اونچا چبوترہ بنایا گیا تھا چاروں طرف تماشائیوں کا ہجوم تھا میں بھی ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو کر تماشا دیکھنے لگا۔ باجوں کی آواز اور قومی راگ دور سے سنائی دیتے تھے۔

بکایک روسی ایشیائی باشندوں پر ٹوٹ پڑے مقدس اور معمر آدمیوں کے سر سے عمامہ اوتار اوتار کر نہر میں پھینکنے لگے اور پھر آدمیوں کو بھی ڈھکیل دیا۔ بیچارے مسلمان کیچڑ پانی اور شرم

مسلمانوں کی ذلیل

آلودہ ہوکر عیسائیون کے شہر سے باہر بھاگ گئے مگر دو ریک لات گھونسے
کی مار پڑی گئی یہ دیکھکر مجھسے نہ رہا گیا اور بے اختیار مین نے
سوال کیا "کیا تم عیسائی ہو اور صلیب مقدس کے سایہ تلے ایسی
حرکتین جایز رکھتے ہو" مگر اس نقارخانہ مین طوطی کی آواز
کون سنتا - البتہ ایک افسر نے جو بہ نسبت دوسرون کے زیادہ
تعلیم یافتہ معلوم ہوتا تھا کہا "کیا تم خدائی فوجدار ہو - اور
ہنسکر اپنی راہ چلا گیا - دوسرے روز اس جشن کے متعلق
جو سرکاری رپوٹ اخبارات مین شایع ہوئی اُس کا مضمون
یہ تھا کہ تمام شہر مین بڑی چہل پہل رہی، روسی اور یہودیون کے
غول کے غول شادمانی کے نعرے بلند کرتے ہر چہار طرف
نظر آتے تھے - شہنشاہ روس کی جشن سالگرہ کی بدولت
اُس اتحاد اور یگانگت کے اظہار کا بخوبی موقع ملا جو روسیون
اور رعایا کے درمیان پائی جاتی ہے"

اس طرز عمل کے سامنے اگر روس کے مسلمان باشندے اپنے آپکو روسیونکی
صحبت، اُنکے مدارس اور مجالس سے بالکل علیحدہ رکھین اور ہر ایک مغربی
چیز سے جو روسیونکے ذریعہ اُن تک پہونچائی جائے خواہ وہ سودمند ہی کیون نہو
تنفر کرین تو اُنکی حالت قابل معافی ہے - جو یوروپین مسلمانون پر اُن کی
اقبال مندی کے زمانہ مین تعصب اور غیر رواداری کا الزام لگاتے ہین اُنکو
چاہیے کہ ایشیا مین مغربی تمدن کی شمع دکھانے والون یعنی روسیون کے برتاؤ پر

نظر ڈالین - اگر مسلمان اسپر فخر کرین کہ اپنے عروج کے زمانہ مین اُنھون نے
اقوام مفتوحہ کے ساتھ مہربانی اور نرمی کا برتاؤ کیا تو بیجا نہین ہے +۔
روسی گورنمنٹ کی پالیسی یہ ہے کہ مفتوحین کو جس طرح ہو سکے روسی قومی
زندگی کے رنگ مین رنگ دیا جائے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے سرکاری
مدارس مین صرف روسی زبان کی تعلیم ہوتی ہے، جس قدر رفاہ عام کے کام
کیے جاتے ہین اُن سب مین یہی مدنظر ہوتا ہے۔ ریلین ملک مین اس لیے
نہین نکالی جاتین کہ تجارت اور تہذیب کو ترقی ہو۔ بلکہ اس لیے کہ روسی
قوم کی نقل و حرکت مین آسانی ہو اور روسی باشندے، جو بکثرت ہر سال
یورپ سے آکر نوآبادیان قائم کرتے ہین، فائدہ حاصل کرین۔ کریمیا اور
جنوبی والگا کے اضلاع مین روسیون کو ایک حد تک اس مقصد مین
کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن وسط ایشیا مین جہان مسلمانون کی آبادی بہت
زیادہ ہے اور اسلامی ممالک ٹرکی اور ایران مین لوگون کی آمد و رفت
بسبب قرب کے زیادہ رہتی ہے، روسیون کو اپنے مقصد مین کامیاب ہونا
مشکل ہے۔ مسلمانون کو مذہب اور قومی زندگی جان سے زیادہ پیاری ہے
تاریخ مین مثالین پائی جاتی ہین کہ وحشی اور جاہل قومین بھی بہت مشکل سے
اپنی قومی زندگی برباد کرنا گوارا کرتی ہین، تو کیا مسلمان اپنے مذہب اور
قومی زندگی کو آسانی کے ساتھ قربان کر دینگے؟ جو لوگ یہ دعوے کرتے ہین
کہ روس بوجہ نصف ایشیائی قوم ہونے کے اہل ایشیا کو تمدن اور تہذیب
کی شاہراہ پر لانے کے لیے بہ نسبت انگلستان یا کسی دیگر یورپی قوم کے زیادہ

موزون ہے وہ اصل واقعات اور تازہ حالات سے ناواقف ہین۔ پروفیسر وامبری جنھون نے پچاس سال اسلامی ممالک کی سیاحت اور مسلمانونکی تاریخ کے مطالعہ مین صرف کیے ہین نہایت وثوق کے ساتھ یہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ اہل روس اس کوشش مین کبھی کامیاب نہین ہوسکتے کہ مسلمانون کی قومی زندگی کو برباد کرکے اُنھین اپنے رنگ مین رنگ لین، اگر کامیابی حاصل بھی ہوئی تو اسکے لیے صدیان درکار ہین۔ افسوس ہے کہ مغربی علوم وفنون سے مسلمان جو فائدہ روسی قبضہ کے زمانے مین حاصل کرتے اُس سے بوجہ اپنے تنفر کے محروم ہین؂

کتاب کے دوسرے حصہ مین پروفیسر وامبری نے مغربی تمدن کے اُس اثر کا بوضاحت بیان کیا ہے جو بذریعہ انگلستان ایشیا مین پھیل رہا ہے۔ یہ حصہ دراصل اُس حیرت انگیز انقلاب کا کارنامہ ہے جو ڈیڑھ سو برس مین انگریزون نے ہندوستان مین پیدا کیا ہے۔ تجارتی۔ تعلیمی، معاشری اور دماغی ترقی پر انگریزی حکومت کا جو اثر اقوام ہند پر عموماً اور اہل اسلام پر خصوصاً پڑا ہے وہ ہماری آنکھون کے سامنے ہے۔ پروفیسر موصوف نے بے تعلق مبصر کی حیثیت سے انگریزی حکومت اور اقوام ہند کی حالت پر جو تنقیدی نظر ڈالی ہے وہ نہایت دلچسپ مطالعہ ہے۔ اسمین سرسید علیہ الرحمۃ کی بیش بہا مساعی اور اُنکے نتائج کا بیان نہایت وضاحت سے کیا گیا ہے جیساکہ ہم شروع مین کہہ آئے ہین۔ مولف نے انگریزی حکومت کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے جابجا روسی حکومت کے طرز عمل سے مقابلہ کیا ہے اور بالآخر

ہندوستانی مسلمانون کی وفاداری

اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ انگریزی تمدن کا اثر سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے اور بہ نسبت روسی تمدن کے اُسکی بنیاد زیادہ مستحکم اور پائدار ہے ؛

ہندوستانی مسلمانون کی وفاداری روز روشن کی طرح مسلم ہے، اور تجربہ کی کسوٹی پر آزمائی جا چکی ہے - انگریزی سلطنت کی قوت اور نیک نیتی کی بابت جو کچھ پروفیسر وامبری نے ان اوراق مین بیان کیا ہو اُس سے مسلمان ہند سر سید علیہ الرحمۃ کی تحریرون اور تقریرون کی بدولت بخوبی واقف ہو چکے ہین - اور اُس دار العلوم علیگڈھ کی در و دیوار سے جسے قومی ٹکسال کہنا چاہیے ہر وقت انگریزی قوم کی برتری اور اُسکی سلطنت کی برکتون کی صدا مسلمانون کے کانون مین پہونچکر دل پر نقش کرتی ہے[1] ؛

مستقبل اسلام

اس کتاب مین مغربی تمدن کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر موصوف کا روئے سخن زیادہ تر مسلمانون کی طرف رہا ہے - اور چونکہ اسلامی تاریخ و ادب اور اسلامی معاشرت ابتدائے عمر سے اس نامور عالم کی جولانگاہ رہی ہین اور زمانہ قیام ٹرکی و دیگر ممالک اسلامیہ مین خود اُنھین اسلامی تمدن کے

---

[1] ۱۹۱۲ء سے جبکہ ٹرکی اور اٹلی سے جنگ شروع ہوئی ایسے واقعات عالم اسلام مین پیش آئے اور انگریزی امیرون نے ایسی غلطیان کین کہ ہندوستانی مسلمانون کے مسلمہ وفاداری کی بنیاد ہلگئی - سلطنت ٹرکی کا انگریزون کے خلاف جنگ مین شریک ہونا اور بعد اختتام جنگ ٹرکی کے ساتھ انصاف نہ ہونا ایسے افسوسناک واقعات ہین جنکی وجہ سے انگریزون اور مسلمانون کے تعلقات ناخوشگوار ہو گئے - اور جبتک بعض انگریزی مدبرین کا رویہ اسلامی مسائل کے متعلق نہ بدلے گا اس حالت مین تبدیلی کے آثار نظر نہین آتے -

مختلف مسائل کے حل کرنے اور مشکل گتھیونکے سلجھانے کا موقع ملا ہے لہذا
اُنھون نے یہ ضروری خیال کیا کہ مسلمانون کی آیندہ حالت کا صحیح طور پر اندازہ
کیا جائے اور جو تاریکی مسلمانونکے مستقبل پر چھائی ہوئی ہے اُس پر روشنی کی
شعاع ڈالی جائے۔ مسلمانون کی آیندہ حالت کے متعلق جو راے پروفیسر
موصوف نے ظاہر کی ہے اُسے نہایت وقعت اور عزت کی نظر سے دیکھنا چاہیے
اس عالم نے برسون اسلامی ممالک مین رہکر، ہر درجہ اور مرتبہ کے مسلمانون سے
ملاقات کی ہے اور اُنکے محسوسات اور تخیلات سے واقفیت پیدا کی ہے
علاوہ اِسکے جن اسباب نے مسلمانون کو موجودہ پستی اور نکبت کی حالت مین
گرایا ہے اُنپر اُنھون نے مدتون غور کیا ہے۔ اور زمانہ حال کی ردی اور ناگفتہ بہ
حالت کے دلخراش نظارے اپنی آنکھ سے دیکھے ہین۔ اسلام کے مستقبل کی
جو تصویر پروفیسر وامبری نے کھینچی وہ محض خیالی نہین ہے بلکہ واقعات سے
نتائج اخذ کیئے گئے ہین۔

ہم چاہتے ہین کہ پروفیسر موصوف کی کتاب کے آخری حصہ کا اُردو ترجمہ
مسلمانان ہند کے سامنے پیش کرین تاکہ اُنکو مسلمانون کی عام حالت کا اندازہ
ہوسکے ہم اس حصہ کے متعلق کوئی راے بیان نہین کرنا چاہتے۔ کیونکہ جو خاکہ
خود مصنف نے کھینچا ہے حالات موجودہ کے لحاظ سے اسلامی مستقبل کی صحیح
تصویر معلوم ہوتی ہے۔ ٹرکی اور ایران کے متعلق جن امور کی پیشین گوئی
پروفیسر وامبری نے آج سے چار برس پہلے بداپست کی یونیورسٹی مین بیٹھکر اس
کتاب کے لکھتے وقت کی تھی وہ سنہ ۱۹۰۸ء اور سنہ ۱۹۰۹ء مین حرف بہ حرف پوری ہوگئی

اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہین کہ عالم اسلامی کے مستقبل کے متعلق جو کچھ پروفیسر موصوف کی پیشین گوئی ہے وہ آگے چلکر صحیح ثابت ہوگی۔ کسی پیشین گوئی کو پورا ہوتے دیکھکر جو خوشی اور اطمینان خود پیشین گو کو ہوتا ہے اُسکی کچھ کیفیت پروفیسر وامبری کے اُس خط سے معلوم ہوگی جو اُنھون نے چند روز ہوئے ہمین لکھا ہے اور جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بوداپیسٹ یونیورسٹی

۱۳۔جنوری ۱۹۱۰ء

جناب من

جو خیالات آپ نے میری کتاب، اور خصوصًا اُس حصہ کی بابت ظاہر فرمائے ہین جو مستقبل اسلام سے متعلق ہے، اُسے دیکھکر مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اسلامی دنیا کے مختلف ممالک سے آپ جیسے روشن خیال اصحاب نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مصنفین کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ ناظرین اُن سے اتفاق آرا کرین۔ ٹرکی اور ایران کے تازہ ترین واقعات نے میرے خیالات کو بالکل حق بجانب ثابت کیا ہے۔ اور اگر دنیا جان بوجھکر اندھی ہونا نہین چاہتی تو وہ دیکھ لے گی کہ اسلام، باوجودیکہ اُسکے جسم پر اُسکے سابق فرمارواؤن نے نہایت کاری زخم لگائے ہین، مرنے والا نہین ہے۔ اگر آپ میری کتاب کے اس حصہ کا اُردو مین ترجمہ کرین تو مین بہت خوش ہونگا۔ مین اپنی جانب سے

آپ کو پوری اجازت دیتا ہون اور اپنی تصویر بھی پیش کرتا ہون
جب ترجمہ شایع ہو تو مجھے بھی ایک نسخہ عنایت کیجیے -

نیازمند

وامبری

ہم پروفیسر وامبری کی تصویر سے اِس کتاب کے سرورق کو زینت دیتے ہین
ہز ہائنس سر آغا سلطان محمد شاہ آغا خان جی -سی - آئی - ای - ہماری قوم کے
مسلمہ لیڈر اور مسلمانان ہند کے سچے ہمدرد و بہی خواہ ہین - اور دیگر ممالک اسلامیہ
مین تعلقات رکھنے کی وجہ سے مسلمانان عالم کی اصلاح مین حصہ لے رہے ہین
ہمنے از راہ ارادتمندی اِس ناچیز ترجمہ کو، بعد حصول اجازت، حضور ممدوح
کے نام نامی پر معنون کیا ہے ؛

مترجم کتاب، ترجمہ اور تصنیف کا مرد میدان نہین ہے اور خود محسوس
کرتا ہے کہ یہ اوراق لغزشون اور فروگذاشتون سے مملو ہین لیکن پروفیسر وامبری
کی راے کی اہمیت کے خیال سے اس ترجمہ کی اشاعت کا قصد کیا گیا ہے
ناظرین کی خدمت مین التماس ہے کہ الفاظ اور فقرون کی بندش پر لحاظ
نہ فرمائین بلکہ نفس مضمون پر غور کرین ؛

ظفر عمر

بدایون
یکم مئی ۱۹۱۰ع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

قدیم و جدید اسلام

اسلامی دنیا پر مغربی تمدن کے اثر کی تصویر مکمل اور دلکش نہ ہوگی، اگر اُن خیالات پر روشنی نہ ڈالی جائے جو خود مسلمانون نے مداخلت اور جدوجہد کے متعلق، زمانہ گذشتہ و حال مین، قایم کیے ہین، کیونکہ ایشیا وہ خمیر نہین ہے جسے یوروبین کوزہ گر بآسانی قابو مین لاسکین۔ خصوصًا اسلام پر اس مثال کا اطلاق بالکل ہی نہین ہوسکتا۔

تمدن یورپ کی، کم و بیش، جبریہ اشاعت مین جو کوششین[1] کی گئین اُنکے متعلق مسلمانون کے ابتدائی خیالات اور نکتہ چینیان اور نیز یہ کہ انیسوین صدی مین اُنھون نے کس طرح اصلاحات جدید کو قبول کیا اُن سب امور پر طویل بحث میری کتاب مطبوعہ ۱۸۷۵ء[2] مین ہوچکی ہے۔ وہان مین نے اُن غلطیون اور فروگذاشتون کو بھی ظاہر کیا ہے جو اہل یورپ، نیز اُس قوم سے، جسکی اصلاح ہمین مدنظر تھی، سرزد ہوئین۔ سالہا سال کے ذاتی

---

[1] کتاب اول و دوم مصنف۔ وضاحت کے لیے دیکھو دیباچہ ترجمہ ہذا۔

[2] دیکھو صفحہ ۳۲۱ کتاب "اسلام انیسوین صدی مین" مولفہ پروفیسر وامبری

تجربہ اور مشاہدہ کے بعد اُس وقت اِس راے پر پہونچا تھا کہ یورپ کو مشرق سے محض سطحی واقفیت ہے اور بدین وجہ جانبین سے فاش غلطیون کا سرزد ہونا، جو اصلاح وترقی مین سدراہ ہوئین، ناگزیر ہے -
اہل یورپ کے لالچ اور ملک گیری کی ہوس، اور مسلمانون کی تاریک خیالی اور تعصب نے یکسان نقصان پہونچایا - لیکن باوجود اِن تمام مشکلات اور رکاوٹون کے، تبدیلی اور ترقی کا آغاز ہوگیا ہے - اور اسلیے مناسب نہین ہے کہ ہم نبی نوع انسان کے نصف حصہ کو تباہی کی حالت سے نکالنے مین مایوس ہو جائین اور مسلمانون جیسی عظیم الشان جماعت کی جسمین کرڑون مخلوق شامل ہین، ہلاکت کی پیشین گوئی کرین ؀
جن واقعات کی بناپر مینے متذکرہ بالا رائے قایم کی تھی اُنکا تعلق اُس ابتدائی زمانہ سے ہے جبکہ سفر کی آسانیون نے اہل یورپ کو ایشیائی اقوام سے زیادہ ربط ضبط کرنیکا موقع دیا - خصوصًا ایشیا کے مغربی ممالک سے - اوس ابتدائی تعارف کا آغاز جنگ کریمیا[۱] سے ہوا، اور اختتام چند ہی سال کے بعد ہوگیا جبکہ انگریزی اور فرانسیسی متحدہ افواج نے چین پر فوج کشی کی - اُسوقت دنیاء قدیم (ایشیا) کی سیاسی اور اقتصادی حالت مین ہماری مداخلت نہایت کم، اور قسم کی تھی - کیونکہ ہندوستان مین بھی غدر ۱۸۵۷ء سے قبل مشرقی سوسائٹی کی اصلاح مین، انگریزون نے سرگرمی ظاہر نہین کی

[۱] ۱۸۵۴ء ۱۸۵۵ء جبکہ انگلستان اور فرانس کی افواج نے ترکون کا ساتھ دیکر روس سے جنگ کی - مترجم

تھی۔ اُنیسوین صدی کے نصف اول کے اختتام پر کماڈور پیری[1] نے
جاپان کو صدیون کی خواب غفلت سے بیدار کیا، اور چین کو منگ یُن
منگ کا شاہی محل جلتے دیکھکر اپنی ردی حالت کا احساس ہوا۔ مغربی
ایشیا یعنی اسلامی دنیا کو یورپ کی برتری کا احساس اس سے بہت پہلے ہوچکا
تھا، لیکن اس صدی کے آخری نصف حصہ تک یورپ کے اثر مین تسلسل
اور استقلال مفقود تھا۔ اُنیسوین صدی کے آغاز مین مسلمانون کے

جاپان کی ترقی

---

[1] روس وجاپان کی لڑائی کے بعد سے جاپان کا نام ہر شخص کی زبان پر ہے لیکن جاپان کی
ترقی کی تاریخ کی مدت ۵۵ سال سے زائد نہین ہے کماڈور پیری ایک امریکن افسر تھا جس نے
۱۸۵۴ء مین اپنے تجارتی جہازون کو جاپان کے کنارے لگایا۔ جاپانی بڑی مغرور قوم مین
اور وہ ہمیشہ سے اپنے چھوٹے سے جزیرے کو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت سمجھتے آئے ہین۔
۱۸۵۴ء سے پہلے وہ اجنبیون کے اپنے ملک مین نہین آنے دیتے تھے۔ اپنے جزیرے
کے بندرگاہون مین پیتل کی توپین رکھتے تھے۔ جب کوئی اجنبی جہاز کنارہ کے قریب آتا
تو ان توپون سے پتھر کے گولے برساتے تھے۔ کماڈور پیری چار جہاز لیکر جاپان پہونچا اور
حسب دستور جاپانی عمال نے امریکن سوداگرون کو خشکی پر اُترنے سے روکا۔ لیکن پیری نے
چند گولے جہاز کی نوایجاد توپون سے کنارہ پر برسائے اور ملک برباد کرنے کی دھمکی دی
یہ دیکھکر جاپانیون کی آنکھین کھلین، اُنکو اپنی کمزوری اور بےبسی اور اجنبیون کی قوت کا
اندازہ ہوا۔ وہ سمجھے کہ دنیا بہت ترقی کرگئی اور وہ اسی خواب خرگوش مین رہے کہ ہم سے
بڑھکر کوئی نہین۔ کماڈور پیری سے چار وناچار تجارتی معاہدہ کیا، اس واقعہ سے تمام
قوم کو اس قدر غیرت آئی کہ سب نے متفق ہوکر اصلاح کی جانب توجہ کی۔ ہزارہا برس سے

جو خیالات ہماری اصلاحی تجاویز کے متعلق قایم ہوئے تھے ان سے ہماری واقفیت لامحالہ کمزور، موہوم اور غیر معتبر تھی لیکن آخری نصف حصہ مین ہماری تجاویز مضبوط اور مستقل ہوکر عملی صورت مین ظاہر ہونے لگین ہمارے معلومات اور واقفیت مین وسعت پیدا ہوئی اور اہل مشرق کو مجبوراً اپنے دھوکہ بازی کو چھوڑنا پڑا مگر اب مشرق قریب[1] کے مسلمانون کی زندگی ہمین مثل آئنہ کے نظر آتی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ - وزیر کے خاندان مین شاہی قوت چلی آتی تھی جسوقت اکابر قوم نے یہ طے کیا کہ ملکی ترقی اُسوقت تک حاصل نہین ہوسکتی - جبتک کہ تمام قوت ایک مرکز پر نہ لائی جائے' اور بادشاہ کو قید تنہائی سے نکالکر قوم کا لیڈر (سرگروہ) نہ بنایا جائے - قومی ہمدردی کے جوش مین آکر وزیر شوگن نے تمام دنیاوی اقتدار اور قوت کو بخوشی بادشاہ کے قدمون پر نثار کر کے گوشہ نشین ہوگیا۔

بادشاہ بھی قید سے رہائی پاکر ہمہ تن ملکی ترقی کی جانب مصروف ہوا' اور تعلیم کو سب سے مقدم سمجھا - کچھ دنون بعد جب قوم تعلیم یافتہ ہوگئی شہنشاہ نے بلا طلب رعایا کو پارلیمنٹ عطا کیا یعنی اپنے حقوق رعایا کو دیدیے - اس اتحاد اور جوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج جاپان تمام دنیا مین عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور متمدن یورپ کی بڑی بڑی سلطنتین جاپان کی دوستی پر فخر کرتی ہین - یہ کایا پلٹ صرف پچاس سال کے عرصہ مین ہوگئی - اسمین شک نہین کہ جب خدا کسی قوم کو بنانا چاہتا ہے تو تمام افراد قوم مین خودبخود ترقی کرنے کا جوش پھیل جاتا ہے - جاپان نے جو نام آوری حاصل کی وہ اپنی محنت اور سرگرمی کی بدولت - وہ گمنام جاپانی جنھین کاموڈور پیری نے پچاس سال ہوئے خواب غفلت سے بیدار کیا تھا' آج دنیا کو اپنی شجاعت' دانشمندی' صنعت و حرفت سے متحیر کر رہے ہین - مترجم

[1] مغربی یورپ کے باشندے یورپین ٹرکی اور اُسکے ملحقہ ممالک کو مشرق قریب اور جاپان اور چین کو مشرق بعید کہتے ہین جسطرح اگلے وقتون مین اہل عرب اسپین اور مراکش وغیرہ کو مغرب اقصیٰ کہتے تھے مترجم

دقیق ترین خیالات کا پتا لگالیا ہے۔ ہم اُنکے مقاصد، اغراض، خیالات اور جذبات سے بخوبی واقف ہوگئے ہین اور چونکہ اُنکی پہلی حیلہ سازی کا اثر چندان قوی نہین ہے ہم زیادہ وثوق کے ساتھ اسلام کی مستقبل حالت کا خاکہ کھینچ سکتے ہین۔ اور اس مسئلہ پر جو بحث کی گئی ہم اپنے کتاب[۱] (حصہ سوم) مین درج کرتے ہین۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی قوم کی زندگی مین نصف صدی یا پچاس برس کی مدت ایک لمحہ کے برابر ہے۔ لہذا اس قلیل مدت کے لحاظ سے مسلمانون کی آیندہ فلاح کو ثابت کرنا چندان قابل وقعت نہین ہو سکتا، لیکن زمانہ موجودہ مین جبکہ دخانی اور برقی قوت نے گویا کہ زمین کی طنابین کھینچ دی ہین پچاس سال کی مدت مین جو ترقی ممکن ہے وہ زمانہ گذشتہ کے صدہا سال کے مساوی ہے۔ اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہین کہ آجکل کی قلیل مدت، سرعت واقعات کے لحاظ سے، پہلے وقتون کی مدت دراز کے برابر ہے۔ وضاحت کے لیے اب ہم یہ سوال کرتے ہین، کیا اسلامی دنیا نے گذشتہ صدی کے آخری نصف حصہ مین، جدید تہذیب و تمدن مین اس قدر ترقی کرلی ہے جس کی بناپر اہل یورپ کے رنگ مین رنگ جانا ممکنات سے ہو۔ اور ایسا انقلاب یورپین اقوام کی زیر نگین رہکر ہو سکتا ہے یا قومی آزادی کی حالت میں؟

اس سوال کا ہماری بحث سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ سوال بارہا کیا گیا

---

[۱] جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ مترجم

مگر تشفی بخش جواب کبھی حاصل نہ ہوا - اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری کوششون کا
میل عموماً مادی اغراض کے ساتھ رہا ہے - اور اس لیے ہمارے مقصد کا بے غرضانہ
رخ تاریکی مین ہے - دوم یہ کہ اب تک جو تحقیقات اس مسئلہ کے حل کرنے مین
ہوئی اُسمین ذاتی واقفیت اور واقعیت کی بہت کمی پائی گئی - اور یہ ظاہر ہے
کہ سرسری نظر سے کسی مسئلہ کا، خصوصاً ایسے دقیق سوال کا فیصل کرنا
نہایت مشکل ہے - یہ نازک مسئلہ اُسیوقت عمدگی سے حل ہو سکتا ہے جبکہ
وسعت نظر کے علاوہ ذاتی واقفیت اُن تمام مرحلون کے ساتھ حاصل کی
جائے - جو اب تک ترقی کی راہ مین طے ہو چکے ہین اور نیز مختلف اسلامی
اقوام کی اخلاقی اور قومی خصائص کا خاطر خواہ لحاظ کیا جائے علاوہ برین
مین اس بات کے اظہار کی بھی جرات کرتا ہون کہ متعدد قومی اغراض سد راہ
ہونے کی وجہ سے - انگریزون - فرانسیسون - روسیون اور اہل جرمن و اطالیہ
کے لیے بے تعصبانہ رائے قایم کرنا دشوار ہے - کیونکہ ہمیشہ سیاسی اور معاشری
مسائل بیش آجاتے ہین جنکی وجہ سے راستبازی پس پشت ڈالدی جاتی
ہے - اور بے غرضانہ فیصلہ پر پہونچنا دشوار ہوجاتا ہے،

جیسا کہ عام قاعدہ ہے، اس مسئلہ کے حل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہو
کہ ماضی کا حال کے ساتھ مقابلہ کیا جائے - گذشتہ نصف صدی کے آغاز مین
اسلامی دنیا کی جو کیفیت تھی اُس کی تفتیش اور موجودہ زمانہ کی دماغی
ترقی اور سرگرمی سے باحتیاط مقابلہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین
کہ دماغی ترقی نہایت بین طور پر ہوئی ہے - اسلامی سوسائٹی کی قدیم

پوشیدہ عمارت کی بنیادین ہل گئین ہین - اور اُس عمارت مین خودکینون
کو بدنما روزن اور شگاف نظر آتے ہین - اور قریب ہے کہ اسلامی دنیا مین
بڑی بڑی تبدیلیان واقع ہون - یہ عام خیال صحیح نہین ہے کہ ترقی کے آثار
صرف طبقہ اعلیٰ کے مسلمانون مین پائے جاتے ہین - اور ادنیٰ اور متوسط
درجے ہنوز تاریکی مین ہین برخلاف اس کے ہر جگہ حرکت محسوس ہو رہی ہے
ایشیا مین ہر چیز کی رفتار سُست ہوتی ہے - اسلیے اہل مشرق کی سُستی
اور لاپروائی ان کو اجازت نہین دیتی کہ اپنے اندرونی محسوسات کا مثل
مغربی اقوام کے علی الاعلان اظہار کرین - مشرق و مغرب مین ایک یہ بھی
فرق ہے کہ یورپین اقوام مین تہذیب کی روشنی طبقہ ادنے سے شروع ہوکر
اعلیٰ طبقہ تک پہونچی ہے، برخلاف اسکے ایشیا مین آفتاب علم نے اول اپنی شعاعین
پہاڑ کی چوٹیون، یعنی سوسائٹی کے طبقہ اعلیٰ پر ڈالی ہین اور بعد مین
وادیون یا طبقہ اسفل کو منور کیا ہے الناس علےٰ دین ملوکھم کا قدیم
مقولہ ایشیا مین ابھی اثر رکھتا ہے - صرف اس قدر فرق البتہ ہوا ہے کہ
ترقی علم کے لحاظ سے طبقہ اعلیٰ مین امرا اور صاحب مرتبت عمال ہی شامل
نہین ہین بلکہ ادنیٰ درجہ کے ملازم پیشہ بھی پائے جاتے ہین - اور اب تو متوسط
درجہ کے لوگون پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے - کیونکہ اب اسلامی سوسائٹی کو
جدید تمدن کی شاہراہ مین ترقی کرنے کا احساس ہو چلا ہے - اور قدیم طریقہ
خیالات اور تقلید کی قیود سے مسلمان بتدریج آزاد ہوتے جاتے ہین، اور
تمام اسلامی دنیا مین عام طور پر اور اکی ترقی کا نیا دور شروع ہو گیا ہے -

جو لوگ پرانی قسم کے مسلمانون سے واقفیت رکھتے ہین اُنکو یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ نئی نسلون مین پہلا جیسا تکبر مفقود ہے، اور قدیم اسلامی تمدن کی ترجیح کی وہ شد و مد نہین ہے، اور اسی کے ساتھ مغربی تہذیب کی برتری اور سودمندی کا زیادہ احساس پایا جاتا ہے۔ پچاس سال قبل جب کبھی مین نے مسلمان علماء یا یورپین وضع کے مسلمان افسرون سے گفتگو کی تو مغربی اور وسط ایشیا کے آزاد خیال مسلمانون مین بھی کوئی شخص ایسا نہ ملتا تھا جو اسلامی طریقہ کے مقابلہ مین یورپ کی موجودہ معاشرت کی برتری کا اقرار کرتا۔ مگر اب حالت بالکل برعکس[1] ہے۔ یہ سچ ہے کہ اب بھی بکثرت مسلمان علماء ایسے نظر آتے ہین جو ہر چیز کو قرآن و حدیث کی عینک سے دیکھتے ہین، یہانتک کہ ہر ایک علمی مسئلہ کا منبع اسلام کے گذشتہ زرین زمانہ کو بیان کرتے ہین اور جہانتک ہوسکتا ہی ہمارے موجودہ علوم و فنون کا استخفاف کرتے ہین۔ بعض حضرات ایسے بھی ملتے ہین جو تمدن جدید کے سرچشمہ سے سیراب ہونے کے بعد بھی، خواہ کینہ یا حسد سے، ہر ایک یورپین چیز کی نفرین اور ہماری مجالس، طرز معاشرت، عادات اور اخلاق کا بہت بُرے الفاظ مین ذکر کرتے ہین۔ مثلاً محمد عادل نے اپنی کتاب ”استنبول اور اسلام“ وغیرہ مین یورپین تمدن کا بڑا

---

[1] ہندوستان مین بھی سر سید علیہ الرحمۃ کی کوششون کی بدولت مسلمانون کے طرز معاشرت اور طریقہ خیالات مین زمین آسمان کا فرق ہوگیا ہے جو لوگ ابتدائی حالت کا مقابلہ موجودہ کیفیت سے کرنا چاہتے ہین اُنکو تہذیب الاخلاق کی جلدین سر سید کے لکچر اور ابن الوقت مصنفہ علامہ نذیر احمد دہلوی، دیکھنا چاہیے۔

مضحکہ اُڑایا ہے - یہ شخص یورپ سے بخوبی واقف تھا اور اسلیے اُسکی رائے
اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہے' اس قسم کے متعصبین کے پہلو بہ پہلو گذشتہ
چند سالون مین متعدد مسلمانون نے ان خیالات کی تردید کی ہے' یورپین تمدن
کے فوائد کے معترف ہوکر' اُنھون نے نہایت فراخ دلی سے بیان کیا ہی کہ اسلامی
تمدن زمانہ گذشتہ کے لیے بخوبی کارآمد تھا اور یہ کہ بنی نوع انسان کو اُس نے فوائد
کثیر پہونچائے ہین' لیکن زمانۂ حال کی ضروریات کا مقابلہ کرنے کی قابلیت نہین
رکھتا' وہ اعتراف کرتے ہین کہ اگر اسلامی دنیا مغرب کے زیر قدم برباد ہونا
نہین چاہتی تو موجودہ اصلاحات پر عمل کرنا ناگزیر ہے' اور اسمین کچھ قباحت
نہین ہے کیونکہ پیغمبر عربی کی تلقین کسی طرح موجودہ علوم وفنون اور
عام ترقی مین مانع نہین ہے ؛

تعجب ہے کہ مسلمانون اور عیسائیون مین ایک ہزار برس سے مخالفت
چلی آتی ہے مگر یورپ مین اب تک موخر الذکر مسئلہ پر شد و مد کے ساتھ بحث ہوتی
ہے اور نہ صرف عیسائی اور پادری بلکہ آزاد خیال یورپین بھی اس غلط خیال
کو مانتے ہین کہ پیروان دین محمدی اپنے مذہبی اعتقادات کی وجہ سے علوم وفنون
کی تحصیل سے معذور ہین ایسے لوگون کے سامنے مسلمانون کی گذشتہ تمدن کی
بکثرت یادگارین پیش کرنا اور نیز یہ بتانا کہ ازمنہ متوسطہ[۱] مین ہم خود عربون کے

---

[۱] چھٹوین صدی عیسوی سے پندرھوین صدی یعنی تمدن روما کے بربادی کے آغاز سے سولھوین صدی کی تجدید علمی تک کی مدت کو ازمنہ متوسط کہا جاتا ہے - اس زمانہ مین یورپ مین جہالت و ناشائستگی کا اندھیرا چھایا ہوا تھا - علم کی روشنی کا کہین پتہ نہ تھا - اسپین اور شمالی افریقہ مین جو دار العلوم مسلمانون نے قائم کر رکھے تھے' وہان یورپین طلبا آکر چشمۂ علم سے فیضیاب ہوتے تھے - مترجم

مدارس مین تحصیل علم کرتے تھے یا قرآن واحادیث سے علم وہنر کی فضیلت ' اہمیت ' اور ضرورت کے متعلق آیات واقوال پیش کرنا محض بے سود ہے - اُنکی قدیم تعصب کو مغلوب کرنا مشکل ہے - اور جس مضبوطی کے ساتھ یہ راے یورپ مین پائی جاتی ہے اُسکی تائید ' ایک حد تک ' اسلامی دنیا کی موجودہ ردی حالت سے ضرور ہوتی ہے - مگر یہ محض دھوکہ ہے - اس مسئلہ پر بکثرت کتابین لکھین جا چکی ہین - اس وقت اِسکے اثبات یا نفی مین دلائل پیش کرنا طوالت سے خالی نہین - ہمارے نزدیک یہ زیادہ مفید ہوگا کہ اس مسئلہ کی حقیقت کے اظہار کے لیے چند سیدھے سادھے اور غیر متنازعہ واقعات پیش کیے جائین ؛-

جو شخص اسلامی دنیا کی بیداری اور جوش ترقی کے متعلق اطمینان کلی حاصل کرنیکا متمنی ہو اُسے صرف ظاہری ہیئت ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیے - ایسے معاملات سے معمولی سیاح واقفیت حاصل نہین کرسکتے - اسکے لیے احتیاط اور سنجیدگی کے ساتھ ' بلا مذہبی یا قومی تعصب کے ' غور اور خوض لازمی ہے ' اور اصل علامات دریافت کرنے کے لیے دقیق اور مسلسل علمی وعملی تحقیقات کی ضرورت ' کیونکہ صرف یہ دیکھکر بعض مسلمانون نے ہمارے لباس ' اکل شرب کے طریقون ' اور اسی قسم کی دیگر معاشرتی مراسم کو اختیار کرلیا ہے کوئی راے قایم نہین ہوسکتی یوروپین طریقۂ حکومت ' انتظام فوج اور اسی قسم کے دیگر امور کی نقل سے بھی اس اہم مسئلہ کا تصفیہ نہین ہوسکتا - اور اگرچہ یہ باتین اندرونی تبدیلی کی بین علامات ہین اور یہ ظاہر کرتے ہین کہ یورپ کے تمدن اختیار کرنے کی

کوشش کرتا نہین بلکہ طوعاً ہو رہی ہے ۔جس قدر ہم اسلامی دنیا کے
مشرقی سرحد سے مغرب کی طرف بڑھتے ہین، ان علامات کا اظہار زیادہ وضاحت
کے ساتھ ہوتا ہے، اوسط ایشیا کا مسلمان ایک مہذب ترک یا عرب کے ساتھ
وہی نسبت رکھتا ہے جو کہ ازمنہ متوسط کا ایک کیتھولک عیسائی موجودہ زمانہ کے
نصف مہذب یورپین کے ساتھ رکھتا ہے ۔کیونکہ دماغی اور ذہنی ترقی کی رو
شروع ہو جانے کے بعد کسی قوت سے نہین رک سکتی ۔جس طرح قدیم عیسائیت نے
باوجود اپنے ۱۲-۶ قیود کے آخرکار اپنے آپ کو موجودہ ترقی تک پہونچایا ہے
اسی طرح اسلام نے مسیحی دنیا سے تعلقات روزافزون کے باعث اپنی بہت سی
روایات کو ترک کر دیا ہے جو علیحدگی اور تنگ خیالی کی موید تھین اور
جنکی وجہ سے مسلمان صدیون تک یہ سمجھتے رہے کہ کوئی اجنبی خیال اُنکے
ساتھ مداخلت نہین کر سکتا ۔ وضاحت کے لیے چند مثالین بیان کی جاتی ہین
گذشتہ صدی کے آغاز مین کسی مقدس مسلمان کا یورپ کی سیاحت کو جانا
خطرناک سمجھا جاتا تھا، اُولاً اس وجہ سے کہ اسکو عیسائیون کے ہاتھ کا پکا کھانا ملیگا،
دوئیم یہ کہ اُسکو پنج وقتہ نماز پڑھنے مین دقت ہوگی کیونکہ ایسی جگہ جسے عیسائیون نے

۱؎ مثلاً بکثرت مسلمان عیسائیون کے ساتھ کھانا کھاتے اور میل جول رکھتے ہین ہندوستان ہی مین ایسا زمانہ
گذرا ہے کہ مسلمان علما انگریزون سے اول تو مصافحہ کرتے ہوئے پرہیز کرتے تھے یا اگر کیا بھی تو بڑی احتیاط
کے ساتھ ہاتھ کو پاک کرتے تھے گویا کہ کوئی نجاست لگ گئی ہے (دیکھو ابن الوقت مصنفہ مولانا نذیر احمد) نواب
محسن الملک بہادر نے اول مرتبہ انگریزون کے ساتھ کھانا کھایا تو اُنکے وطن مالوف مین عام خیال کیا گیا کہ وہ کوئی
نہایت بے دین ہو گئے جب وہ وطن پہونچے تو کوئی اُن سے ملنے یا ہمکلام ہونے کا روادار نہ ہوتا تھا۔ مترجم

یا سور کی چربی سے ناپاک نہ کیا ہو، جانا زیبا نہ ہونے کے لیے ملنا مشکل
یم یہ کہ عیسائی ملک مین رہنا دارالحرب قیام کے مساوی ہوگا جس سے
ت مذہبی مین فتور آئے گا۔

طان[1] محمود کے زمانہ مین کسی شخص کا یورپ کے شاہی درباروں مین سفارت
نا جلاوطنی کے مساوی تصور کیا جاتا تھا چنانچہ رفعت پاشا مرحوم
متعینہ پایہ تخت اسٹریا نے جو تحریرات چھوڑی ہین اُن سے معلوم
لہ یورپی طرز زندگی کے متعلق پاشا موصوف کے ابتدائی مشاہدات
انفرت اور شک سے مملو تھے فتح علی[2] شاہ ایران کو تمام ایران مین
یان ایسا نہ ملا جو بخوشی یورپ مین سفارت پر جانا پسند کرتا لہٰذا
مجبوری داؤد خان ارمنی (عیسائی کو جس کا حال آگے چلکر بیان کیا
پیرس جانے پر آمادہ کیا مگر آج حالت بالکل دگرگون ہے - ٹرکی -
- اور مصر مین لوگ اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھتے ہین اگر تعلیم
فارتی تعلق سے اُنکو یورپ بھیجدیا جائے - کیونکہ ہمارے پایۂ تختون
ت اور شان و شوکت اور زمانہ موجودہ کی ایجادات مشرقیون کو بڑی
علوم ہوتی ہین - اور افسوس، اسی کے ساتھ اُنکو یورپی شہرون کی
ور عیاشی اپنی طرف بہت کھینچتی ہے - کیونکہ زندہ دل مشرقی

---

[1] طان محمود سے محمود غزنوی مراد نہین ہے بلکہ سلاطین عثمانیہ کا تاجدار مراد ہے
ہے سنہ ۱۸۳۹ء تک حکمران رہا - مترجم

[2] علی شاہ قاچار نے سنہ ۱۷۹۷ء سے سنہ ۱۸۳۴ء تک ایران مین سلطنت کی - مترجم

اپنے ملکون مین مذہبی قیود مین جکڑبند رہتے ہین اور یہان اُنکو آکر آزاد
اور کھلے بندون دلکی ہوس نکالنے کا موقع ملتا ہے - علاوہ ازین بکثرت
مسلمان نوجوان ایسے بھی ہین جو یورپین مدارس مین تحصیل علوم و فنون
کرنے کے لیے بڑی بڑی تکالیف اُٹھاتے اور اپنے آپ کو علوم کے مختلف
شعبون مین ممتاز کرتے ہین، مین بہت سے ترک اور ایرانی نوجوانون سے
واقف ہون جو اپنے حکمرانون کی مرضی کے خلاف، پوشیدہ طور پر محض
ترقی کے خیال سے، یورپ کا سفر کرتے ہین - جو لوگ یورپ کی سیاحت
سے فائدہ اُٹھاتے ہین اُن مین بادشاہون، شاہزادون اور امراء کے
علاوہ معمولی درجہ کے لوگ بھی شامل ہین - حال مین ہم نے مصر کے
ایک مقدس مفتی اور جامع الاظہر کے رکن شیخ محمد عبدہ سے ملاقات
کی - علامہ موصوف نے جنیوا مین لیٹن زبان کی تحصیل کی اور پھر کیمبرج
یونیورسٹی مین اسلام کی حمایت مین لکچر دیے - کیا کوئی پروٹسٹینٹ یا کیتھولک
عیسائی پیشوا ایسا ہے جو تکلیف گوارہ کرکے کسی اسلامی یونیورسٹی مین جائے
اور اسلام کی اندرونی اور روحانی کیفیت سے واقفیت حاصل کرے؟
ہندوستانی مسلمانون کا تو ذکر ہی کیا کیونکہ وہ عام طور پر انگریزی کالجون
مین تعلیم پاتے ہین اور بکثرت نوجوان انگلستان - جرمنی - اور امریکہ
جاکر موجودہ علوم و فنون کی تحصیل کرتے ہین - ابھی حال مین ایک
ترکی مدبّر سیّد محمد فریدون مرحوم نے زرکثیر ہنگری کے دارالعلوم مین
نوجوان ترکون کی تعلیم کے لیے وقف کیا۔

مفتی محمد عبدہ

ترکی تعلیم

سب سے اول مین ناظرین کی توجہ اُس حیرت انگیز ترقی کی جانب
معطف کرونگا جو ترکون نے گذشتہ چند سال سے تعلیم مین حاصل کی ہے
پچاس سال قبل رشدی مدارس کو جن مین علوم جدیدہ کی تعلیم ہوتی ہو
پرانے قسم کے مکاتب قرآنی سے سخت مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ موخرالذکر
مدارس مین بجز مذہبی تعلیم کے اور کچھ نہ پڑہایا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۹۶ء کے اعداد
کے حساب سے منجملہ ایک کروڑ اسی لاکھ مسلمان ٹرکی کے تقریبًا دو لاکھ پچاس
ہزار طلباء مدارس اعلیٰ و درمیانی مین، جہان علوم وابستہ جدیدہ کی تعلیم
ہوتی ہے، پائے جاتے ہین۔ اور نہ صرف یہ کہ ایک کثیر تعداد ترکونکی دو یورپی
زبانون مین لکھنے پڑھنے کے قابل ہے اور نیچرل سائنس تاریخ جغرافیہ
مین مہارت رکھتے ہین بلکہ عورتون مین بھی جنکی تعلیم کی جانب پہلے مطلق
توجہ نہ تھی، بکثرت ایسی نکلین گی جنھون نے مدارس مین علوم جدیدہ کی
تعلیم پائی ہے اور جن کی وجہ سے گھرون مین جہان بیرونی اثرات کا
پہلے دخل نہ تھا، اصلاحات جدیدہ کا رواج دینے مین آسانی ہوئی ہے۔

روسی اور تاتاری مسلمان

سلطنت روس کی مسلمان رعایا اور تاتاریون مین بھی مغربی ترقی
کا، جو بذریعہ روس اُن تک پہونچتی ہے، جوش پایا جاتا ہے، اس ضمن
مین اسمٰعیل بے غیر نسکی مالک و اڈیٹر اخبار تاتاری موسومہ ترجمان[1] جو
باغچہ سراے سے شایع ہوتا ہے، خاص ذکر کے قابل ہے اُس کی

---

[1] صرف کریمیا۔ کاکیس۔ سائبریا۔ ترکستان اور چین مین اسکی اشاعت ۶۰۰۰ ہے
اسکے علاوہ دوسرے ممالک مین بھی یہ اخبار جاتا ہے۔

کوشش کی بدولت مدارس مین بہت کچھ اصلاح ہوئی ہے، قومی لٹریچر
(علم ادب) مین اضافہ ہوا ہے، پہلے تاتاری نارمل، اور مڈل درجہ کے روسی
مدارس مین جبریہ داخل کیے جاتے تھے لیکن اب دو سو سے زائد تاتاری
ڈاکٹری، انجینیری وکالت وغیرہ کی تعلیم روسی یونیورسٹیون مین پا رہے
ہین، بعض مسلمان خواتین بھی یونیوسٹی کی تعلیم سے فیضیاب ہوکر عہدہ
ڈاکٹری پر مامور ہو چکی ہین۔ یہ عجیب بات ہے کہ ترقی کا جوش جنوبی
روس سے شروع ہوا اور شمالی والگا کے صوبجات مین ہوتا ہوا مشرقی
ترکستان تک پھیل گیا ہے یہ جوش کمزور سہی، لیکن بیّن طور پر پایا جاتا
ہے، یہ بالکل قدرتی امر ہے کہ ترقی کا جوش جو بتدریج مگر واضح طور پر
مشرق مین پھیلتا جاتا ہے، انسانی ادراک کی ہر شعبہ مین، خواہ روحانی
ہو یا مادی، غرضکہ ہر جگہ اور ہر صورت سے، پایا جاتا ہے نصف صدی قبل
ترکی زبان نہایت بھونڈی اور بھدی تھی۔ لوگ حد درجہ مبالغہ آمیز
استعارسے اور اس قدر عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کرتے تھے کہ
ترکی زبان کے ایک صفحہ مین ایک بھی اصل ترکی لفظ مشکل سے ملسکتا
تھا، نتیجہ یہ تھا کہ عوام الناس عبارت کے سمجھنے سے قاصر تھے۔ اب ترکی
زبان کا طرز تحریر نہایت سادہ اور واضح ہوگیا ہے اور بآسانی ہر طبقہ کے
لوگ سمجھ سکتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والون کی تعداد مین بھی اضافہ ہوگیا ہے
پہلے علم ادب مذہبی، فلسفی اور شاعرانہ موشگافیون کے دائرہ مین محدود
تھا اور ایک قدم بھی حدود سے باہر رکھنا ممنوع تھا، مگر اب موجودہ علوم وفنون

بکثرت کتابین لکھی جاتی ہین - اور نہ صرف جدید ناول اور سیاحت نامے بلکہ نیچرل ہسٹری، علم طبیعیات، سیاست مدن (پولٹیکل اکانمی) طب اور فوجی مسائل پر بکثرت کتابین ترکی زبان مین ترجمہ ہوتی ہین اور کثرت سے پڑھی جاتی ہین - مشرقی مسلمان جس قدر مغربی علوم سے واقف ہوتے جاتے ہین اُنکی نظر مین وسعت پیدا ہوتی ہے - اور اپنے بوسیدہ خیالات کو زیادہ آسانی سے پس پشت ڈالتے جاتے ہین میرے زمانہ مین، یعنی جبکہ مین ترکی سوسائٹی مین اُٹھتا بیٹھتا تھا - حرم سرا کے قواعد اس قدر سخت تھے کہ بات چیت کرنا تو درکنار مجھے کسی نقاب پوش بی بی سے چار آنکھین کرنے کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی - آگ سے بچنے کے لیے بھی مستورات نا نخانہ سے سلاملک[1] یعنی مردانہ حصہ مین نہین آسکتی تھین، اور اُنکی تعلیم کی جانب سے اس قدر لاپروائی کی جاتی تھی کہ کسی امیر کے حرم مین منجملہ چالیس یا پچاس بیبیون کے مشکل سے دو یا تین لکھ پڑھ سکتی تھین - اب تمام لڑکیون پر اسکول جانا لازمی ہے، ترکی نوجوان بیگمات تاریخ و جغرافیہ مین کافی دستگاہ رکھتی ہین، ایک اخبار بھی ترکی بیبیون کا ہے اور متعدد ترکی خواتین کا شمار مصنفین مین کیا جاتا ہے - یہ سب کچھ ایسے قلیل مدت مین

---

[1] ترکی مکانات کے دو حصے ہوتے ہین - حرم اور سلاملک - حرم مستورات کے لیے مخصوص ہوتا ہے - اور سلاملک مردون کے لیے - ترکی طرز معاشرت کے حالات خلیل خالد نے اپنی کتاب (ڈایری آف اے ٹرک) مین مفصل تحریر کیے ہین اس کتاب کا ترجمہ اُردو مین محمد حسن خان صاحب نے کیا ہے اور "ترکون کی طرز معاشرت" نام رکھا ہے - مترجم

اسکی قوم مین ظاہر ہوا ہے، جہان کچھ دن پہلے تعلیم یافتہ عورت[1] کو چڑیل سمجھتے تھے۔ مسلمانون کو عیسائی بیبیان کرنے کی اجازت ہے۔ سلطان مراد اول نے ایک سردین شاہ زادی سے شادی کی تھی اور اُسکے لیے ایک پادری بھی مقرر کیا تھا لیکن کچھ دنون پہلے تک اس قسم کی شادیان اچھی نظر سے نہین دیکھی جاتی تھین اور اُنکی تعداد بہت کم تھی اب متعدد وزیرون اور دیگر اعلیٰ افسران نے یورپین بیبیون سے شادی کی ہے۔

مین نے ایک مرتبہ نیف پاشا وزیر صیغہ تعلیمات کے ساتھ کھانا کھایا۔ آج روز صدر دسترخوان اُنکی جرمن نژاد بیوی تھین، جو شادی سے پہلے معلمہ گری کا کام کرتی تھین۔ دعوت مین کئی ایک شملہ پوش علما بھی شریک تھے۔ میر ابتدائی قیام ٹرکی کے زمانہ مین ایسی بدعت اسلام کی بے حرمتی خیال کیجاتی۔ لیکن مجھ جیسے شخص کے لیے جو ٹرکی کی گذشتہ حالت سے واقف ہے سب سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے کہ اب ترک، پالٹیکس (ملکی وسیاسی امور) مین حد درجہ کا شغف رکھتے ہین اور اخبار بڑے شوق کے ساتھ پڑھے جاتے ہین۔ پچاس ساٹھ برس قبل کوئی معقول ترکی روزانہ اخبار نہ تھا کسکی مجال تھی کہ گورنمنٹ کے معاملات پر نکتہ چینی کرسکے اب معقول تعداد روزانہ ہفتہ وار ماہواری اخبارات اور رسالون کی ہے جو کھلے طور پر نہ سہی لیکن بعض اوقات تیز چوٹین سرکاری تجاویز پر کرتے ہین، آزادانہ

---

[1] اسلامی دنیا مین کبھی اس درجہ تاریکی نہین چھائی کہ تعلیم یافتہ عورتون کو چڑیل سمجھا گیا۔ یورپ مین البتہ ایسا زمانہ گذرا ہے غالباً مصنف نے اُسی رعایت سے ایسا کہا ہے۔ مترجم

خیالات کی اشاعت اور اخبارات کی نگرانی مین گورنمنٹ کی جانب سے
جو سختی ہے وہ نہ ہوتی، تو اخبارات کی تعداد اور اُنکا اثر اور بھی زیادہ ہوتا
ترکی زبان کے متعلق جو کچھ مینے تحریر کیا ہے تاتاری کی نسبت بھی وہی
کہا جا سکتا ہے - اُسمین نہایت سادگی پیدا ہوگئی ہے اور اُسکی مقبولیت
عوام مین بڑھتی جاتی ہے - تاتاری اور فارسی زبان مین اسقدر روسی
فرانسیسی، جرمنی اور انگریزی الفاظ داخل ہوگئے ہین کہ جو لوگ قدیم
زبان سے واقف ہین اُنھین جدید زبان کے پڑھنے مین دقت ہوگی ؛
گذشتہ پچاس سال مین ٹرکی کے پولٹیکل اور سوشل (ملکی اور معاشری)
حالت مین جو اصلاحات اور ترقیان ہوئین ہین اُنکا شمار کرنا مشکل ہے -
گھر بیٹھنے والون اور اتفاقی سیاحون کو ممکن ہے کہ احساس نہ ہو لیکن جو
لوگ قدیم اور جدید ٹرکی سے مقابلہ کرتے ہین اُنکو ترقی کے آثار صاف
نظر آتے ہین - قدرتی طور پر تعلیم یافتہ طبقون مین تبدیلی زیادہ محسوس
ہو رہی ہے لیکن عوام مین بھی اسکا ظہور ہے، خصوصًا دیگر مذاہب کیساتھ
منافرت نہایت سرعت سے رفع ہو رہی ہے - کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ
پچاس سال قبل ترکی مسلمانون کے اخبارات جاپانی جیسے بت پرستون کی
تعریف مین زبان کھولتے لیکن گذشتہ روس و جاپان کی لڑائی مین مسلمانون
نے اُنکی مدح سرائی کی ہے - ذلیل اور بے دین جاپانی اس قابل سمجھے
جاتے ہین کہ پیغمبر عربی کی زبان مین اُنکی تعریف کیجاتی ہے اور اُنکو قابل
تقلید بہادر دانی کا خطاب دیا جاتا ہے اور اُنکی فتح و نصرت کی خدا سے

دعا مانگی جاتی ہے۔ جس زمانہ مین مین نے ترکی بھیس مین ممالک اسلامیہ کا سفر کیا تھا اُسوقت قومی خیالات کا ذکر نہ تھا۔ لفظ ترک کا حقارت کےساتھ جہالت اور ناشایستگی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا تھا مگر اب ترک اپنے آپ کو ترک کہلانے پر فخر کرتے ہین۔ اپنی قوم کے وسیع مقبوضات پر مغرور ہین، اور اپنی فوجی قوت اور پولٹیکل قابلیت کو نظیراً پیش کرتے ہین، اور وہ اپنے آیندہ قومی اتحاد اور ترکون کی قومی ترقی سے بڑے بڑے نتائج کی اُمیدر[1] کھتے ہین۔

حال مین ایک اخبار موسومہ "ترک" جاری ہوا ہے جسمین قومی بیداری کی ضرورت، بانیان سلطنت عثمانیہ کی عظمت اور پیغمبرؐ تک کی قوم (عرب) پر اپنی قوم کی افضلیت نہایت شد ومد سے ظاہر کی جاتی ہے اسکے جواب مین عربی اخبار "المنار" جو قاہرہ سے شایع ہوتا ہے۔ عربون کی حمایت کرتا ہے اور دونون مین مباحثہ کی گرم بازاری رہتی ہے۔ پہلے اس قسم کا مباحثہ کفر کی حد تک پہونچتا تھا۔ لیکن آج وہ مادہ ترقی کو ہیجان مین لانے والا سمجھا جاتا ہے اور اہل اسلام کی ترقی کا باعث ہے

[1] شکر ہے کہ ترکون کی یہ امیدین پوری ہوتی جاتی ہین۔ اس کتاب کی اشاعت کو مشکل سے سال بھر ہوا تھا کہ ترکون نے قومی اتحاد کی وہ نظیر پیش کی کہ دنیا کے مدبر متحیر ہوگئے ۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء کو سلطان عبدالحمید خان کو مجبور کر کے پارلیمنٹ اور قومی حکومت حاصل کر لی۔ پہلے جو کشت و خون مقدونیہ مین ہو رہا تھا وہ یک لخت بند ہوگیا اور اس قلیل زمانہ مین جو اصلاحات نوجوان ترکون نے جاری کیے ہین اُنکا اعتراف جملہ اقوام یورپ کرتے ہین اُنکی عزت اور وقعت مین بہت کچھ اضافہ ہوگیا ہے۔ مترجم

پس دوسرے مذاہب کے نکتہ چین خواہ تعصب مذہبی یا عدم واقفیت کی وجہ سے یہ کہکر بڑی غلطی مین پڑ جاتے ہین کہ مسلمانون کی موجودہ پستی اور پولٹیکل بربادی، اور ترقی کی راہ مین سست رفتاری کا ذمہ اسلام کو قرار دیتے ہین اگر اسلام علوم و فنون کا ایسا ہی دشمن ہوتا جیسا کہ مسٹر میلکم میکال ڈیوٹ ہارکرٹ اور دیگر مصنفین دنیا کو منوانا چاہتے ہین یا جیسا کہ "بے تعصب" اور "صلح و امن کے دلدادہ" عیسائی پادریون نے صدیون سے وعظ کیا ہے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ ازمنہ متوسط مین (جبکہ یورپ جہالت مین مبتلا تھا) مسلمان ہمارے اُستاد ہوتے اور امیر عبدالرحمٰن نے اندلس مین اور ہمایون یا شاہجہان جیسے بادشاہون نے ہندوستان مین ایسی عالیشان اور بے نظیر عمارتین تعمیر کی ہوتین جیسی کہ قصر الحمرا، جامع مسجد دہلی، تاج بی بی کا روضہ (جسے شاہجہان نے اپنے عزیز ترین ملکہ کی یادگار مین بنایا) اور دیگر شاندار عمارتین ہین، جو آج بھی اہل تنقید کی نظرون کو خیرہ کرتی ہین۔ کیا متذکرہ بالا سلاطین مذہب اسلام کے پیرو نہ تھے؟ کیا اُس زمانہ کے مسلمان علما اپنے مذہبی احکام سے بالکل بے پرواہ تھے؟ ہرگز نہین کو زمانہ اوہام پرستی اور تعلیم محمدی کی قطع برید کے باعث متعدد خرابیان اور غلط فہمیان مسلمانون مین رائج ہوگئی ہین جن سے مذہب کی صورت مسخ نظر آتی ہے مگر یہ سب لغویات مذہب اسلام کی سچی تعلیم کے خلاف ہین۔ قدیم سنی مسلمان جاندارون کی تصویر کھینچنے کو گناہ خیال کرتے تھے،

سنہ ۵ دامبری نے سنہ ۲ اکبر لکھا ہے۔ مترجم

مجھے یاد ہے کہ ایک مسلمان خاتون کو اپنے بیٹے کا جو پیرس مین تعلیم پا رہا تھا فوٹو دیکھکر غش آگیا، مگر آج ترک عرب اور ایرانی بلا تکلف فوٹو یا ادعنی تصویر کھنچاتے ہین اور ہم یہ بھی سوال کر سکتے ہین کہ اگر جانداروں کی تصویر کھینچنا قرآن کے خلاف ہوتا تو ہندوستان کے مسلمان بادشاہ اپنی تصویر کیون کھچواتے[1]، محمد ثانی (سلطان روم) اطالیہ کے مصور کے سامنے تصویر کھنچانے کیون بیٹھا؟ اور کیا وجہ ہے کہ سلطان عبد الحمید خان نے جنپر کسیطرح جدید خیالات کی اشاعت کا الزام عائد نہین ہو سکتا، مصوری کا ایک مدرسہ جاری کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جو طلباء اس مدرسہ سے کامیاب ہون تکمیل فن کے لیے یورپ کے مدارس مین بھیجے جایا کرین۔ تصویر کشی کے متعلق جو غلط فہمی ہے اُس کا اطلاق دوسری باتون پر بھی ہوتا ہے جس طرح گوتم بدھ کی تعلیم پاکیزہ (جس سے متاثر ہو کر انگریزی شاعر اڈون آرنلڈ نے اپنی مشہور نظم "لائٹ آف ایشیا" تحریر کی) اب صرف چند اوہام کا مجموعہ ہو گئی ہے اور بدھ مذہب کے علماء کے لیے عوام پر ظلم اور زیادتی کرنے کا آلہ بن گئی ہے۔ اسی طرح تعصب اور جہالت کی بدولت بہت سی باتین جزو اسلام سمجھی جاتی ہین جو سراسر پیغمبر عربی کی تعلیم کے خلاف ہین اور جنکی موجودہ زمانے کے مسلمان علماء اور فضلاء سختی کے ساتھ تردید کرتے ہین[2]۔

---

[1] شاہان مغلیہ کی تصاویر دہلی مین اور دوسری جگہ بکثرت ملتی ہین۔ مترجم

[2] اس سلسلہ مین سرسید کے بیش بہا مضامین عیسائی مورخین کی تردید مین خاص لچسپی سے پڑھنے کے قابل ہین دیکھو تصانیف احمدیہ تفسیر القرآن۔ تہذیب الاخلاق۔ نیز دیکھو تمدن عرب مترجمہ سید علی صاحب بلگرامی مترجم

سلطنت عثمانیہ کے ترکون کی بابت جو کچھ بیان ہوا کسی حد تک اُسکا اطلاق ملک روس کے ترکون تاتاریون پر بھی ہوتا ہے، روسی گورنمنٹ جس کا نصب العین اقوام مفتوحہ کو جبراً عیسائی بنانا ہے، اگرچہ یہ نہین چاہتی کہ یورپین تمدن کا اثر مسلمانون مین رائج اور مستحکم ہو۔ کیونکہ یہ امر روسی قومیت مین تمام شمالی اقوام کو شامل کرنے کی تجویز کے خلاف ہوگا۔ تاہم تاتاریون مین، خصوصاً جنوبی ترکون یعنی قازان اورین برگ اور باغچہ سرا کے باشندون مین بیداری کے آثار پائے جاتے ہین جو ہماری توجہ کے محتاج ہین سنہ ۱۹۰۰ء مین بمقام اورین برگ ایک کتاب موسومہ "سیاحت کریمیا"، شایع ہوئی، جسمین مقامی مسلمانون کی موجودہ تمدنی ترقی کے حیرت انگیز حالات درج کیے گئے ہین۔ محمد فاتح بن غلمان الکریمی اس کتاب کا مولف یورپ کے جملہ علوم سے ماہر ہے، اخبار ترجمان کی بست سالہ سالگرہ مین شریک ہونے کی غرض سے عالم موصوف نے کریمیا کا سفر کیا تھا، اور علاوہ اُن دلکش حالات کے جو جنوبی روس کے دیار و امصار کے متعلق مولف نے لکھے ہین تمام کتاب سے جوش ترقی کا اظہار ہوتا ہے جو نہایت قابل قدر ہے، مولف کے نزدیک اسلامی دنیا کی موجودہ سُست رفتاری کے ذمہ دار مسلمان علما ہین۔ مسلمان ملا تقلید اور تعصب اور تنگ خیالی کے ایسے شکار ہوئے ہین کہ اسلام کی قوت صرف فروعات کی تعمیل مین سمجھتے ہین۔ نہ جدید علوم، اور ایجادات سے متنفر ہین، چونکہ تمام مشرقی ممالک مین تقلید اور تنگ خیالی کا دور دورہ ہے۔ اسلیے انھون نے

عوام کو دنیوی علوم و فنون سے بالکل علیحدہ رکھنے اور یورپ کی
ہر ایک چیز کو مردود کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے۔
مگر تقلید ہمیشہ متعدی ہوا کرتی ہے۔ اور باوجود ملاؤن کی نوروکشتی
کے، جدید تمدن تاتاریون مین جڑ پکڑتا جاتا ہے۔ روس کے
بڑے شہرون مین متعدد تعلیم گاہین ایسی ہین جو صرف تاتاریون کے
امدادی سرمایہ سے چلائی جاتی ہین۔ تعلیم جدید کے مدارس، جو تاتاریون
نے جاری کیے ہین، بیش بہا نتائج حاصل ہوئے ہین۔ بہت سے تاتاری
ڈاکٹری اور وکالت کا پیشہ کرتے ہین۔ کئی ایک تاتاری عورتون نے بھی
معلمی اور زنانہ ڈاکٹری مین نام پیدا کیا ہے۔ ایک مقام پر محمد فاتح نے
لکھا ہے "میری ناچیز رائے مین قرآن مجید کے احکامات تہذیب اور تمدن کے
منافی نہین ہین مگر بدقسمتی سے ایسے علماء مفقود ہین جو اسلام مین از سر نو
جان ڈالین اور تہذیب اور ترقی کے ساتھ مذہب کا پیوند ملائین۔ آجکل
کے علماء صرف فروعی باتون سے سروکار رکھتے ہین، وہ اسلام کی فلسفانہ
کیفیت سے واقف ہونے کی صلاحیت نہین رکھتے اور اس لیے کوئی
عملی فائدہ مذہب سے حاصل نہین کر سکتے، ہمارے جاہل ملا اپنے ذاتی
خیالات کے موافق اسلام کو سمجھتے ہین اور بجائے نفع کے ہمین نقصان
پہونچا رہے ہین۔ اے اہل یورپ! تمنے کوشش تبلیغ سے اپنے مذہب
کو جاہل پاپاؤن کے چنگل سے نکال لیا اور ترقی کے راستے کو منور کر دیا، تمھاری
مذہبی دنیا تمھاری قوت کے تابع ہے۔ تمھارا کانشنس (نور ایمان) آزاد

اور تمھارا دل روشن ہے - برخلاف اسکے ہمارا مذہب اب تک ملاؤن کا
تختۂ مشق ہے اور جبتک ہم تمھاری تقلید نکرینگے اور ملاؤن کے پنجے سے
اپنے آپ کو نہ چھڑائین گے اور ظاہر پرستی کو نہ چھوڑین گے، تباہی اور
انحطاط لابدی ہے"

اس تحریک کیجانب ہم پھر رجوع کرینگے - فی الحال اسقدر ثابت
کرنا کافی ہے کہ باوجود روسی جابرانہ حکومت کے تاتاری مسلمانون مین
بھی دماغی اور روحانی بیداری کے آثار پائے جاتے ہین - اس جوش کو
روکنے کیلیے گورنمنٹ روس نے طفلس سے ایک اخبار موسوم بہ "روس
شرقی" شائع کرنے کی تکلیف گوارا کی ہے - یہ اخبار آذربائیجان کی زبان
مین چھپتا ہے اور اسکے ذریعہ سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ کوہ قاف کے ترک اور
مسلمان روس کے زیر سایہ ایک ایسی آزاد قوم بن گئے ہین جو انگریزی
سلطنت کے ہندوستانی مسلمان یا عثمانی رعایا سے بالکل جدا ہین، اور
روسی گورنمنٹ کی بہت کچھ تعریف کی جاتی ہے - اسمین شک نہین کہ
جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہین اُنکو دوسرے مسلمان نفرت کی نظر سے
دیکھتے اور کافر اور دشمن اسلام سمجھتے ہین - ان چند مثالون سے جو
اسلام مین نئی زندگی کے آغاز کو ظاہر کرتی ہین، یہ ثابت نہین ہوتا
کہ معتقدان اسلام اپنی پوری قوت کے ساتھ دماغی ترقی کی اشاعت
مین یا پولیٹیکل اور سوشل (معاشرتی) امور مین اور نیز تمدن جدید کے
اکتساب مین دل توڑ کر کوشش کر رہے ہین - ہرگز ہرگز ایسا نہین ہے

ہمنے صرف یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ تحصیل تمدن کی قابلیت اور صلاحیت رکھتے ہین اور اگر اس سلسلہ مین ترکون کا خاص طور پر ذکر ہوا تو یہ قصداً کیا گیا ہے۔ کیونکہ تُرک یورپین کے نزدیک بڑے ضدی مسلمان اور غیر قابل اصلاح سمجھے جاتے ہین۔ مسلمانان ہند و مصر کے خیالات ترقی سے اہل یورپ بخوبی واقف ہین، وہ بآسانی مغرب کے پرزور اثر سے مغلوب ہوگئے ہین اور اسیوجہ سے اُنکو یورپ کی محنت کا نتیجہ کہا جاتا ہے جو مسلمان ابھی تک اپنے ہم مذہب حکمرانون کی حکومت مین رہتے ہین وہ اگرچہ ایسے ممتاز نہین ہین۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ تحصیل تمدن کے نا قابل ہین، سخت ناانصافی ہے وہ مفلسی اور مظلومیت کی حالت مین بھی اپنی قوت کے موافق ہاتھ پیر مارتے ہین اور اس لیے تھوڑا بہت جو کچھ اُنھون نے کیا اُسکو ہمین بہت غنیمت سمجھنا چاہیے"

یہ امر کہ جدید تحریک کو تقویت حاصل ہوگی یا نہین اور کس حد تک اُسکی ترقی ممکن ہے دراصل مسلمانون کے اندرونی اور بیرونی تعلقات اور حالات پر منحصر ہے۔

لیکن چونکہ خاموش کھڑا رہنا ناممکنات سے ہے "کسی زمانہ مین ایسی بیداری ظاہر ہوگی، اور ضرور ہوکر رہے گی، جس سے یورپین سلطنتون کے بہت سے منصوبے اسلامی ایشیا مین اقتدار حاصل کرنیکے، اُگاڑ خورد ہو جائینگے۔

باب دوم

اصلاح کی راہ مین جدوجہد

یورپ کے اس عام خیال کی صحت پر کہ اسلام تمدنی ترقی کا نہ صرف دشمن ہے بلکہ اُسکی صلاحیت بہی نہین رکھتا، اعتراض کرتے وقت مفصلہ ذیل سوالات کیے جا سکتے ہین۔

کیا اسلام تمدن کا دشمن ہے

اگر یورپ کا خیال صحیح نہین ہے تو پھر کیا وجہ ہو کہ ایشیائی مسلمان جنکو یورپ کے ساتھ ربط ضبط کرتے زمانہ دراز گذر گیا ابھی تک مغربی تمدن سے بہت کم متاثر ہوئے ہین ؟ اُنکا تمدنی اور سیاسی انحطاط اس عبرت ناک حالت کو کیون پہونچگیا ہے اور بحیثیت ایک قوم کے متفقہ کوشش کی کوئی علامت کیون نظر نہین آتی، اور دو تہائی سے زاید مسلمان[1] کسواسطے اقوام غیر کے زیرنگین ہوکر اپنی قوت اور آزادی کھوچکے ہین ؟ ان سوالات کا جواب دینے کے لیے کل اسلامی مسئلہ پر وسیع نظر ڈالنے کی

---

[1] تمام دنیا کے مسلمانون کی تعداد کا اندازہ کرنا مشکل ہو کیونکہ ایشیا اور افریقہ کے صرف اُن ممالک کی مردم شماری ہوئی ہے جو غیر قومون کے قبضہ مین ہین مفصلۂ ذیل مسلمان غیر اقوام کی رعایا ہین ہندوستان مین ساتکروڑ روس مین ۱۳۸۸۹۴۲۱ چین مین تقریبًا ۳۰۰ ...... ڈچ نوآبادیون مین ...... ۱۵ یعنی کل ۱۱۱۳۴۷۴۸۲ - اسکے مقابلہ مین ٹرکی مین تقریبًا دوکروڑ پچاس لاکھ ایران مین ۹۰ لاکھ افغانستان مین ۵۰ لاکھ مسلمان ہین جس سے ظاہر ہو کہ دو ثلث سے زاید مسلمان دیگر مذاہب کی رعایا ہین۔

ضرورت ہے اور اگر ہم اُن اسباب واقعی کو ظاہر کرنے میں کامیاب ہوں جو
ابتک ترقی مین سدراہ رہے ہین اور بجو در حقیقت مرض کے علامات ہین تو ہم
اسلامی دنیا کے آیندہ واقعات کا موازنہ کافی صحت کے ساتھ کر سکین گے اور
اُس اسلامی سوسائٹی کا جسے آیندہ نسلین دیکھین گی تصور کر سکتے ہین۔
ہم کسی پیشین گوئی یا الہام کا دعوی نہین کرتے، بلکہ صرف اُن خیالات کا
سنجیدگی کے ساتھ اظہار مقصود ہے جو محض خشک اور غیر مزین واقعات پر
مبنی ہین، اور جن نتائج پر ہم پہونچنے والے ہین اُن تک تو ہر ایک سمجھدار
آدمی خود غور خوض کر کے پہونچ سکتا ہے۔ بیشتر یورپین کو ایشیا مین اصلاحی
تحریک کی سست رفتاری اور بھونڈے پن پر تعجب ہوتا ہے اور اسی لیے
وہ شک کرتے ہین کہ کوئی اطمینان بخش نتیجہ مرتب ہونا مشکل ہے اگر ہم یہ
بھی مان لین کہ اسلام کی پولٹیکل خود مختاری نہایت غیر مستحکم ہے اور غالباً
تباہی مسلمانون کی قسمت مین لکھی ہے لیکن تہذیب اور تمدن کی ترقی
مین اُنکی بابت تشکک کسی طرح جائز نہین ہی، یہ قدیم مقولہ کہ "انسان
کی جبلت مشکل سے بدلتی ہے" ایشیا مین زیادہ اثر رکھتا ہے، خصوصاً
تمدن کے معاملہ مین، کیونکہ پرانی دنیا کے باشندے دقیانوسی خیالات پر
سختی سے جمے ہوئے ہین، اور اُن اقوام کی طرح جن کا درجہ بلحاظ
تہذیب و تمدن گرا ہوا ہوتا ہے پرانی رسم و رواج کو ترک نہین کرتے۔
یورپ کے ادنی طبقون مین بھی ہم یہی کیفیت دیکھتے ہین۔ اس خرابی کا اثر
نہ صرف اسلام پر پڑا ہے بلکہ ہندو، بودھ اور عیسائی مذاہب نے بھی ایشیا مین

نقصان اُٹھایا ہے، جاپان البتہ مستثنیٰ ہے۔ جو کچھ جاپان نے ترقی کی ہے
اُسکا سہرا بودہ مذہب کے سر نہین ہے۔ کیونکہ چین، جہان یہی مذہب رائج
ہے، اسلام سے بھی زیادہ یورپین تمدن کا مخالف پایا جاتا ہے۔ ہماری
یہ امید عبث ہے کہ شریعت محمدی کے پیرو جو صدیون سے اپنے ہی خیالات
اور اعتقادات کے حصار مین رہتے آئے ہین اور جنکو وہ خلایق عامہ
کے لیے عین خیر و برکت سمجھتے ہین اور جو مدتون سے ہر ایک اجنبی اور
غیر جنس چیز کو مکروہ اور مردود خیال کرتے آئے ہین، یکایک کسی اجنبی
تہذیب اور تمدن کو نہ صرف بخوشی اختیار کرین، بلکہ اُسکی تعریف
مین رطب اللسان بھی ہون۔ ایسی توقع کرنا محض بیکار ہے، اس قسم کی
یک لخت تبدیلی سے اُنکے غرور اور خودداری کو صدمہ پہونچے گا۔ اور واقعی
پہونچنا چاہیے۔ مسلمانون کو ہمارے تمدن کی برتری کا خواہ کتنا ہی یقین
کیون نہو، تاہم اُنکو اپنے مذہب اور تمدن مین بکثرت باتین ایسی ملین گی
جو اُنھین قرآن پاک کو بالائے طاق رکھنے سے روکتی ہین۔ مسلمان
کہتے ہین کہ آج اہل علم کیمیا اور علم جرثقیل اور یورپ علم ہیئت اور طب وغیرہ مین بڑی
وسیع نظر رکھتے ہین لیکن یاد رہے کہ وہ ہمارے ہی کندھون پر
کھڑے ہین، یہی وجہ ہے کہ وہ دور تک دیکھ سکتے ہین (یعنی
اِن علوم کی بنیاد مسلمانون نے ڈالی) اگر گذشتہ زمانہ مین
ہمارے آبا و اجداد ابتدائی مرحلون کو طے نہ کرتے تو آج اہل
یورپ علوم و فنون کے آسمان پر آسانی سے نہ چڑھ جاتے، اس قسم

اسلام کی خدمات

خیالات سید امیر علی[1] کی کتاب "اسپرٹ آف اسلام" مین بکثرت پلئے جاتے ہین اور نیز اُن جوابات سے جو علامہ قاسم امین[2] رکن عدالت عالیہ قاہرہ نے ڈیوک آف ہرکورٹ کے اعتراضات پر تحریر کیے ہین۔ احمد مدحت[1] فندی ساکن قسطنطنیہ اور محمد عادل جیسے لوگون[3] کی تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ

---

[1] سید امیر علی سابق جج ہائی کورٹ کلکتہ کی ذات پر مسلمانون کو فخر کرنا چاہیے۔ اُنکی تصنیفات نے یورپ مین بڑی مقبولیت حاصل کی ہے اور اکثر غلط فہمیان یورپین کی اُنکے مطالعہ سے رفع ہوئی ہین "اسپرٹ آف اسلام" اُنکی بہترین تصنیف ہے اسمین نہایت قابلیت اور جوش کیساتھ اسلام کی حمایت کی گئی ہے اور اسلام کی حقیقت کا اظہار ہوا ہے۔ اسلامی حمایت کے جوش نے سید صاحب موصوف کو اجازت نہ دی کہ پنشن لینے کے بعد گھر پر اطمینان اور آرام سے زندگی بسر کرین بلکہ انگلستان جاکر اُنھون نے مسلمانان ہند کے پولیٹکل حقوق کی نگہداشت مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا چنانچہ حال مین جو مراعات توسیع کونسل کے سلسلہ مین ہند کو حاصل ہوئے ہین اُسکے لیے مسلمانان ہند صاحب موصوف کے بہت زیادہ شکرگزار ہین۔ اُنکی سیاسی مساعی کا یہ نتیجہ ہوا کہ تیس کروڑ باشندگان ہندوستان مین سے دولت برطانیہ نے صرف سید امیر علی صاحب کو باعتبار اُنکے تجربہ علمی اور واقفیت قانون کے پریوی کونسل کا رکن مقرر کیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایک ہندوستانی کو یہ اعزاز نصیب ہوا۔ مترجم

[2] قاسم امین صاحب کی ایک کتاب موسوم بہ "تحریر المراة" ہندوستان مین بڑی دلچسپی سے پڑھی گئی ہے اس کتاب مین علامہ موصوف نے مسلمان مستورات کی موجودہ و آیندہ حالت پر ہر پہلو سے نظر ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اگر مسلمان دیگر اقوام کے مقابلہ مین دنیا سے نیست و نابود ہونا نہین چاہتے تو اُنکے لیے اپنی مستورات کی حالت بہتر کرنا اور اُنکو موجودہ تاریکی و کس مپرسی سے نکالنا لازمی امر ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ قیمتی ۸ آنہ پبلک کو انجمن الفرض علیگڈھ سے ملسکتا ہے۔ مترجم

[3] ہندوستان مین سر سید علیہ الرحمۃ نے سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمد" اور دیگر مصنفین کے اعتراضات کا جواب نہایت خوبی سے دیا ہے اور اسلام کی حمایت مین ضخیم جلدین تحریر کی ہین۔ مترجم

جدید تعلیم یافتہ کس خوبی اور جوش کے ساتھ دین محمدی کی حمایت کرتے ہین - اگر مسلمانون کی جدید نسل ایسی خودداری کا اظہار کرتی ہے تو اسے ملامت نہ کرنا چاہیے - برخلاف اسکے ہمین اُنکی تعریف لازم ہے - کیونکہ اکثر امور مین جنھون نے اپنے تعصب کو مغلوب کر لیا ہے اور "کفر" کے قدیم معنون مین بہت کچھ تغیر کیا ہے - دوسرے مذاہب کے لوگ اُنکی نظر دن مین اب پہلے جیسے حقیر نہین ہین - اور اب اُنھون نے جدید شاہراہ پر آہستگی سے چلنا شروع کر دیا ہے ؂

انصاف یہ ہے کہ ہمین مسلمانون کیساتھ صبر سے کام لینا چاہیے - اور ہمین فراموش نکرنا چاہیے کہ خود ہمکو ازمنہ متوسطہ کی جہالت - ناشائستگی اور تعصب کی تاریکی سے نکلنے اور آزادی کی روشنی مین آنے کے لیے صدیان صرف کرنا پڑی ہین؛ ہمارے لیے نشاۃ الثانیہ[1] نے اور نیز یونان و رومانی بیش قیمت علمی ذخیرون نے راستہ آسان کر دیا تھا ازمنہ متوسطہ کی تاریک رات کے بعد کوئی مایۂ ناز ہمارے پاس ایسا نہ تھا جسے فراموش کرنے یا پس پشت ڈالنے مین ہمین تکلیف یا افسوس ہوتا برخلاف اسکے مسلمانونکی گذشتہ عظمت و شان کی تصویر ہمیشہ اُنکے پیش نظر ہے

[1] نشاۃ ثانیہ [illegible] کا نام ہے جبکہ سولھوین صدی مین یورپ نے ازمنہ متوسطہ کے قیود اور تعصبات سے [illegible] یونانی و رومی علوم کے اکتساب کی جانب یورپ کے جملہ ممالک ہمہ تن مصروف ہو گئے - یہ جوش کم و بیش تمام ممالک مین پھیل گیا - مطبع کی ایجاد نے اس ترقی مین بڑی مدد دی - یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یورپ کی تجدید [illegible] نے بہت کچھ مدد دی ہے فتح قسطنطنیہ کے بعد سے [illegible] زیادہ [illegible] جبکہ یورپ کو مسلمانون کے تمدن و معاشرت کی برتری کا کافی احساس ہو چکا تھا - مترجم

اُنکے اجداد نے ایسا سرمایہ چھوڑا ہے جسے پامال کرتے اُنکی خودداری کو صدمہ پہونچتا ہے - غرضیکہ موجودہ تمدن اختیار کرنے سے پہلے اُنکو بہت کچھ فراموش کرنیکی ضرورت ہے - فرض کرو کہ کسی یورپی سوسائٹی کو اپنی قدیم معاشرت ترک کرنے اور کسی دوسری، مثلاً اہل چین کی، معاشرت اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے - کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا تمدن ہے - کیا اس قسم کی تبدیلی زیادہ آسانی سے اور زیادہ وقت صرف کیے بغیر اور بلا قسم کی ہلچل ڈالے حاصل ہو سکتی ہے؟ مین منجملہ اُن معدودے چند مغربیون کے ہون جنھون نے بچشم خود اصلاح کی راہ مین مسلمانون کی جد و جہد اور ایثار نفسی کو دیکھا ہے - اور میرے نزدیک مسلمان ریفارمرون[1] (مصلحون) کا ضبط اور استقلال نہایت تعریف کا مستحق ہے - اور ہم اہل یورپ سراسر غلطی کرتے ہین جبکہ ہم اُن دقتون کو نظر انداز کر کے جو ایسی تبدیلی مین لاحق ہوتے ہین، مسلمانون کو لاپروائی اور اس سے بھی بڑھ کر، مروجہ تمدن سے دشمنی کا الزام دیتے ہین -

اس سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ تاریخی، قومی اور ایک حد تک مذہبی وجوہ کے حالات کے علاوہ، بہ کثرت وجوہات مسلمانون کی سہل انگاری کی حمایت میں پیش کیے

---

[1] سرسید نے جبوقت ہندوستان مین اصلاح کا بیڑا اُٹھایا اور تہذیب الاخلاق مین ہوا[illegible] مضامین لکھنے شروع کیے تو ہندوستان کے ہر گوشہ سے اُنپر سب و شتم اور لعن و طعن کی بوچھاڑ کی گئی صدہا کفر کی فتوے شایع کیے گئے حتیٰ کہ مکہ معظمہ سے بھی فتوے حاصل کیا گیا - باوجود مخالفت کے سرسید نے اپنے استقلال مین سرمو فرق نہ آنے دیا اور اپنی کوشش کا سلسلہ جاری رکھا - ہندوستانی مسلمانون کو سرسید علیہ الرحمۃ کی ایثار نفسی اور صداقت پیش نظر رکھنا چاہیے - مترجم

جا سکتے ہین جنپر ابتک کافی توجہ نہین کی گئی ہے۔ طرفداری کو علیحدہ کرکے دیکھا جائے
تو واضح ہوتا ہے کہ غیر ملکی اور نیز مسلمانون کے ہم قوم اُستادون نے کامیابی کے
ساتھ تعلیم و تربیت دینے مین کافی سرگرمی، دیانت داری اور قابلیت سے
کام نہین کیا ہے۔ حالانکہ اُنکے شاگردون مین قبولیت کا بہ کثرت مادہ پایا
جاتا ہے۔ ہم اپنی ہی حالت سے شروع کرکے یہ دکھائین گے کہ اہل یورپ نے
جو مشرق مین تمدن پھیلانے کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے ہین، صرف مادی
فوائد مثلاً تسخیر ممالک اور توسیع اقتدار سے تعلق رکھا اور اُنھون نے
مشرقی دنیا کو ظلم و زیادتی کی غلامی سے چھوڑانے کو چندان ضروری
خیال نہین کیا، البتہ کہین کہین اُنھون نے ہمدردی کا اظہار صرف
اُسیوقت کیا ہے جبکہ اُنکے ذاتی اغراض اس کے مقتضی ہوئے، یہ
واقعات ہر شخص کے پیش نظر ہین اور طوالت بیان کے محتاج نہین
ہین، محض انسانیت کے خیالات نے کبھی کسی گورنمنٹ کی رہنمائی نہین
کی ہے " اور جلب منفعت " اُنکا ہمیشہ اصول رہا ہے۔ مثل مشہور ہے
کہ مزدور اپنی مزدوری کا مستحق ہوتا ہے، یہ اصول جبکہ افرادی زندگی پر صادق
آتا ہے تو اقوام کی زندگی پر بھی بدرجہ اتم صادق آنا چاہیے کیا وجہ ہے کہ
کسی شخص کا حق خدمت طلب کرنا دیانت اور راست بازی پر مبنی سمجھا جائے"
لیکن اگر کوئی سلطنت اپنی جانفشانی اور محنت کا صلہ لینا چاہے تو اُسے
ناقابل معافی، بلکہ مجرم قرار دیا جائے ؟ مشہور رومن مثل " سلطنت کی سلامتی
تمام قوانین پر فوقیت رکھتی ہے " ہمارے تمام کارنامون کی اصل جڑ سمجھی جاتی ہے۔ اور

بعض اوقات سلطنت کی سلامتی کی غرض سے حد درجہ کی ناانصافیان اور
مظالم روا رکھے جاتے ہین۔ جب کوئی سلطنت کسی وحشی یا نصف متمدن ملک
کو فتح کرکے اپنی تکالیف اور اخراجات کا اور نیز مفتوحہ ملک کو ترقی یافتہ
بنانے کی محنت کا صلہ طلب کرتی ہے، تو کوئی اُسکو ملامت نہین کر سکتا
ایسا مطالبہ سراسر مطابق قانون قدرت ہے، لیکن اسی کے ساتھ اُسکا
فرض ہے کہ اُن فوائد اور انعامات کے معاوضہ مین اہل ملک کی
عملی طور پر مفید اور حقیقی خدمات کی جائین۔ افسوس ہے کہ ہمیشہ ایسا
نہین کیا جاتا۔ جہان کہین ہمارے تمدن کا جھنڈا نصب کیا گیا ہے یعنی
اُن تمام ممالک مین جہان ہم بحیثیت دوست یا دشمن کے داخل ہوئے
ہین ہمنے اپنا فرض واجبی صرف اسقدر سمجھا ہے کہ بحیثیت مصلح ہونے کے، عاقلانہ
نصائح سے اہل ملک کی مداد کرین یا جہان کہین تبدیلی کے آثار پہلے سے پائے جاتے
ہم صرف مروجہ برائیون کے انسداد کے لیے اپنی تیار شدہ معجونین پیش کرتے ہیں
مشرق اور مغرب مین جو تعلقات واقعی ہین اُنکا بہت کم خیال کیا جاتا
اور جن اجزا کی اصلاح مدنظر ہے اُنکا امتحان و تجربہ، بلحاظ خصائص
قومی و اخلاقی کے شاذ و نادر ہوتا ہے، اہل یورپ نے صرف اسقدر ضرور
سمجھا کہ اصلاحات جدید کا خاکہ مفتوحہ اقوام کے سامنے پیش کرکے علیحدہ
ہو گئے، اور تعجب کرنے لگے کہ ایشیا کے باشندے کس لیے اپنے قد و قامت
سے بڑھ کر لمبے چوڑے اور بھاری کپڑے پہنکر (کچھوے کی طرح) آہستہ
اور وقت کے ساتھ اصلاح کی راہ مین قدم رکھتے ہین۔ مغربی اُستاد اور مشرقی ش

دونوں سے یہ غلطی شروع سے سرزد ہوئی ہے کہ زمانہ جدید کے مسائل کو مقامی ملی اور اخلاقی حالتوں کے ساتھ زیادہ مطابقت نہ دی اور تجاویز جدید کو زیادہ مقبول نہ بنایا۔ اگر جدید خیالات اور مرام کو، جو مسلمانوں کو مکروہ نظر آئے، کسی قدر زیادہ دلکش بنایا جاتا تو ترقی و تبدیلی کی منزل آسان تر ہو جاتی۔ لیکن یورپ نے تو ان معاملات کی تفتیش کرنے کی تکلیف گوارہ نہین کی، اور اہل مشرق اُنکو اچھی طرح سمجھنے سے قاصر رہے اور نئی اور پرانی دنیا کے متذکرہ بالا حالات پر غور اور تحقیقات نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اسلامی دنیا خصوصاً ٹرکی، آجتک اسکا خمیازہ بھگت رہی ہے۔

یہی غلط طریقہ تمدنی اثر پھیلانے کا اُن ایشیائی ممالک مین بھی پایا جاتا ہے، جہان ہم فاتحانہ حیثیت سے نہین بلکہ دوستانہ حیثیت سے پہونچے ہین۔ مگر دنیائے قدیم کے اُس حصہ مین جہان ہمارے اقتدار نے مضبوط جڑ پکڑ لی ہے یہ خرابی رفع ہو سکتی ہے، اور ضرور رفع ہو جائے گی۔ بعض ممالک مثلاً ہندوستان، مصر، الجیریا، ٹیونس میں بہتری کے آثار نظر آنے لگے ہین۔ اس حالت کو دیکھکر لوگ سمجھتے ہین، اور اُنکا ایسا سمجھنا چندان بیجا نہین ہے، کہ اگر مسلمانون کو اُنکے حال پر چھوڑ دیا جائے تو خود اُنمین اس قدر جوش اور صلاحیت نہین ہے کہ مغربی ممالک کے تمدن کو اختیار کرین، اور اسلیے بلا اہل یورپ کی اتالیقی کے وہ ترقی نہین کر سکتے۔ یہ تشخیص افسردہ کرنے والی ضرور ہے۔ صحیح اور غیر جانبدارانہ رائے قایم کرنیکے لیے ہم اول اُن ممالک اسلامیہ کی حالت پر سرسری نظر ڈالینگے جہان عرصہ دراز سے ترقی تمدن کا

کام جاری ہے، اور جنکا مستقبل اہل یورپ کے لیے خاص دلچسپی اور اہمیت رکھتا ہے، میرا اشارہ خصوصاً ٹرکی اور ایران کی جانب ہے۔

ٹرکی جسکا جسم ناتوان عرصہ سے مستند اور غیر مستند اطباء کا تختۂ مشق رہا ہے اور جسپر حتی الامکان تمام نسخے اور ٹوٹکے آزمائے جا چکے ہین اُس کوشش کا پہلا شکار ہے جو یورپ نے اپنا تمدن پھیلانے مین کی ہے۔ منجملہ اُن اسباب کے جو ترقی کی راہ مین حائل ہوئے سب سے اول نمبر ملک کی اندرونی خرابی کا ہے۔ ایسی سلطنت مین جو متضاد اجزا کا مجموعہ ہو، اور جہان مذہبی فرقے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی فکر مین شب و روز مصروف ہون، اور جہان امن صرف فاتح قوم کی فوجی قوت سے قایم ہو، جدید تمدن پھیلانا اس حالت مین بھی سخت مشکل اور اہم کام تھا جبکہ ملحقہ ممالک دوستانہ برتاؤ کرکے اصلاح اور ترقی کے کام مین ٹرکی کی امداد کرتے جو بدقسمتی سے اُنھون نے ایسا نہین کیا ہے۔ لیکن وہان کی حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ رعایا کے مختلف فرقے آئے دن آپسمین جدال و قتال رکھتے ہین اور جو زمانہ سلطنت ٹرکی کی تاریخ مین زرین کہا جاتا ہے اُسوقت بھی حکمران قوم کو بیرونی و اندرونی دشمنونکی نگہداشت کرنا پڑتی تھی، کیونکہ دونون ٹرکی کی حالت سے مطمئن نہ تھے اور اُسکی تباہی سے متمتع ہونے کے متوقع تھے۔ اس کے علاوہ ہمین یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ترک جنگجو قوم ہونے کی وجہ سے اسلحہ آتشین کے استعمال کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے بہ نسبت دماغ کے اُن نازک اور بے مضرت آلات کے جو کسی سلطنت کے نظم و نسق

قایم رکھنے کے لیے ازبس ضروری ہین۔
ٹرکی مین انحطاط کے آثار ابتدا ہی سے ظاہر ہونے لگے۔ اور جس قدر بیرونی دشمنون کی جانب سے خطرہ بڑھتا گیا اُسی نسبت سے عیسائی رعایا خفیہ و علانیہ، ہر طریقہ پر، درپے تخریب ہوئی اور سرکشی ظاہر کرنے لگی۔ اور اُنیسوین صدی کے آغاز سے سلطنت عثمانیہ کو ہر وقت مصیبت کا سامنا رہتا ہے۔ اور صرف اپنے گذشتہ اقتدار کی دھاک اور دشمنون کی آپس کی رقابت کی مدد سے ٹرکی اپنے آپ کو بمشکل سنبھالے ہوئے ہے۔ اِن ابتدائی ترقی تمدن کو دیکھا جائے تو سنبھالا لینے کی وقتاً فوقتاً کوشش، کبھی جوش کے ساتھ اور کبھی بادل ناخواستہ، یورپی مملکت کے دباؤ سے، بلا کسی خاص مقصد و مطلب کے نظر آتی ہے۔ ملک اور سوسائٹی کی اصلاح کا کبھی ارادہ نہین کیا گیا۔ کیونکہ یورپی اقوام کے نزدیک زمین کاشت کے لیے پورے طور پر تیار نہین کی گئی تھی اور تمدن یورپ کے پودھے کے لیے زمین اسقدر ناموزون تھی کہ اُسکے نشو و نما کی امید عبث تھی۔ باوجود ان سب خیالات کے، اصلاح کی تحریک جاری رہی اور ابتک جاری ہے۔
چونکہ آل عثمان کی جبلت مین فرمانبرداری اور جدت کا مادہ خصوصیت کے ساتھ پایا جاتا ہے، اسلیے اقوام اجنبیہ (یورپ) کی تعلیم نے اُنمین دخل پالیا۔ ہر ہر طرف دماغی ترقی کے آثار پائے جاتے ہین اور ٹرکی سوسائٹی کے اعلی طبقونکی حالت یورپ اور ایشیا کے بین بین پائی جاتی ہے۔ ایشیا کے جملہ مسلمانون مین جنھون نے اپنی آزادی قائم رکھی ہے، ترک مغربی تمدن کی راہ مین سب سے

آگے نظر آتے ہین - ٹرکی مین رفارم (اصلاح) کی تحریک کا نتیجہ موجودہ حالت گے بالکل مختلف اور بدرجہا بہتر ہوتا اگر ملک مین رعایا کی بوقلمونی کے بجاے ایک متفق قومی گروہ موجود ہوتا - اور اگر یورپی اقوام بجاے پراگندگی اور تفرقہ اندازی کے مختلف اقوام کو آپس مین متفق کرکے اصلاح کی شاہراہ پر رہنمائی کرتین[۱] -

دوسرا سبب اصلاح کی کوششون مین ناکامیابی کا یہ ہے کہ ٹرکی حددرجہ کی شخصی سلطنت ہے - باوجود اندرونی خرابیون اور ایشیائی شاہ پرستی کے بھی سلطنت کا فارغ البال ہونا ممکن تھا بشرطیکہ اُسکے بادشاہون مین سلطنت کو مرفع الحال بنانے کی جملہ قابلیتین یعنی معاملات سے پوری واقفیت ، حسب قومی ، دانشمندی وغیرہ ہوتین اور وہ خودغرضی کو دخل دیے بغیر ملک کو ترقی کی راہ پر چلاتے - بدقسمتی سے ٹرکی مین ایسے حکمرانون کا قحط رہا ہے - جب سے ٹرکی نے اصلاح کی راہ مین قدم رکھا ، صرف سلطان محمود کے زمانہ مین ملک کی اندرونی خرابیان دورکرنے کی جانب سرگرمی کے ساتھ توجہ کی گئی - یہ بادشاہ اصلاح کی ضرورت کو بخوبی سمجھتا تھا - اور جن اصلاحات کا سلطان موصوف نے بدقت تمام رواج دیا اُسے فولادی عظم اور زبردست شخصیت پر محمول کرنا چاہیے -

---

[۱] سب جانتے ہین کہ یورپ مین ٹرکی کی حالت وہی ہے جو ۲۲ دانتون مین زبان کی ہوتی ہے ٹرکی کی مخالف قومین عیسائی رعایا کو سرکشی اور بغاوت پر آئے دن آمادہ کرتی رہتی ہین حالانکہ جو حقوق اُنکو سلطنت ٹرکی مین حاصل ہین سلطنت روس مین حاصل نہین ہین - مترجم

جب میں رفعت پاشا کا، جسے سلطان کی خاص عنایت کا فخر حاصل تھا،
مہمان تھا تو میری نظر سے ایسے کاغذات گذرے جن سے خود سلطان کے
درباریون کے حیرت انگیز اختلافات کا انکشاف ہوتا تھا جو اصلاحات
جدید کی بابت ملک مین پائے جاتے تھے، مثلاً سنبل خانم، سلطان کی
محبوبہ اور محل کی بااثر خزانہ دار نے ملاؤن کی مدد سے، اصلاحات کے
خلاف خفیہ سازش کا آغاز کیا، مگر اس جوش جہالت کی پاداش مین
اُسے سزائے موت دی گئی۔ باوجود پوشیدہ اختلاف کے بھی سلطان محمود
اپنے ارادہ پر باستقلال تمام قایم رہے۔ اُنکے جانشین سلطان عبدالمجید
اگرچہ طبیعت کے نیک تھے اپنے باپ جیسی قوت ارادی نہ رکھتے تھے
سلطان محمود کی اصلاحات جاری رہین لیکن یورپی قوتون کے دباؤ سے
جو اصلاحات ترکون کو اختیار کرنا پڑین وہ ملمع کی حیثیت رکھتی تھین
یورپ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے، کچھ عرصہ تک دھوکے مین رہا مگر جب وقت
حقیقت حال ظاہر ہوئی تو اُس نے موعودہ اصلاحات کی تکمیل کے لیے
اور بھی زیادہ دباؤ ڈالا۔ ترکی کو اپنی لاچاری اور مجبوری کا اعتراف
کرنا پڑا۔ صرف اُنگلی کے اشارہ پر کوئی قوم اُن روایات کو جنھین
وہ صدیون سے عزیز سمجھتی آئی ہے، ترک کر کے ایسے اجنبی تمدن کو
جسے اب تک اُس نے نفرت کی نظر سے دیکھا ہے، اختیار نہین کر سکتی
یورپ کی آنکھین کھلین، اور جو چند دوست ترکون کے باقی رہ گئے
تھے اُنھون نے بھی ساتھ چھوڑ دیا نا قابل اور کوتاہ عقل سلطان عبدالعزیز کے

زمانہ مین ترکون کی ابتری اس حدتک پہونچ گئی کہ قریب تھا کہ ٹرکی کا
جانی دشمن (روس) سلطنت عثمانیہ کے یورپی مقبوضات کو ہمیشہ کے لیے
بیکار کردے، اور ایشیا مین بھی اُسے چین سے نہ رہنے دے۔ سلطان
عبدالحمید خان اِن خطرناک مصائب کے زمانہ مین تخت نشین ہوئے
اور اُنھون نے ٹرکی کی دماغی اور مادی حالت کو سنبھالنے اور ترقی
دینے مین انتہا درجہ کی کوشش کی۔ اُنکی دلی خواہش تھی کہ اپنے ملک
اور رعایا کو نفع پہونچائین، لیکن زمانہ اُنکا دشمن تھا علاوہ برین سلطان
موصوف کی تعلیم اور عام شخصیت مین نہایت اہم نقائص موجود تھے
جنکی وجہ سے بالکل غیر ممکن تھا کہ وہ اصلاح کے کام کو اُس درجہ تک
جاری رکھتے جیسا کہ حالات زمانہ کے لحاظ سے ضروری تھا۔ بڑی حیرت کا
مقام ہے کہ بدنصیب سلطنت مین جو عرصہ سے دیوالیہ اور حال کی بے سود
لڑائیون سے زیر بار قرضہ ہوگئی تھی، ہاتھ پاؤن مارنے کی سکت باقی
رہی۔ اگرچہ تباہی کے دروازہ تک پہونچ گئی تھی اور ہر چہار طرف سے
دشمنون کا نرغہ تھا، اس مصیبت کے زمانہ مین بھی ٹرکی نے مشکلات
کا مقابلہ کیا۔ بلکہ تمدن کی راہ مین گو سست سہی، مگر استقلال کے ساتھ
ترقی کرتی رہی۔ ٹرکی کی یہ مستقل مزاجی تعریف کے قابل ہے اس حالت
کو دیکھکر یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کیا دوسرے طریقہ یعنی سلطان کی قوت کو
کم کرکے زیادہ آزادانہ اصول کی گورنمنٹ سے ملک کو زیادہ فائدہ نہ پہونچتا
بہ نسبت اُن مُسکّن نسخون کے جو یورپی سلطنتون نے ٹرکی کی خرابیان دور کرنے

کے لیے تجویز کیئے ہین؟ اس سوال کا براہ راست جواب دینا مشکل ہے۔
کیونکہ اس کا تعلق ایسے تجربہ کے ساتھ ہے جسکے انجام کی نسبت کوئی پیشین
گوئی نہیں ہوسکتی۔ رہا یہ امر کہ دیگر قوتون نے ٹرکی مین آزادی پھیلانے
مین مخلصانہ امداد کیون نہین دی، اسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ یورپی
سلطنتون سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ایمانداری اور سچائی کے ساتھ ٹرکی کا
ساتھ دینگی، عبث ہے، کیونکہ تقریبًا تمام ممالک کو، جو ٹرکی سے واسطہ
رکھتے ہین، مشرق قریب مین اپنی ذاتی مالی اور ملکی منفعتونکا خیال رہتا ہے
اسوقت ٹرکی کے قبضہ مین دنیا کے بہترین، سب سے زیادہ زرخیز اور متمول
ممالک موجود ہین۔ گو اب ہلال کے خلاف صلیب پرست یورپ کا جہاد کرنا
فرائض مین سے نہین سمجھا جاتا مگر موقع ملے تو کوئی قوت بھی ٹرکی کے کسی
صوبہ پر قبضہ کرنے مین مطلق پس و پیش نہ کریگی۔ پس ٹرکی کو اپنے پاؤن کے
بل کھڑا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہین ہے۔ اور اسکی رعایا کی مشرقی
عادات نیز سلطان کی مطلق العنانی نے دد سلف ہلپ (خود امدادی) کے
اصول پر کاربند ہونے مین بڑی رکاوٹ کی ہے یہ سچ ہے کہ راست باز
اور محب وطن مدحت پاشا نے مغربی اصول پر گورنمنٹ اور پارلیمنٹ قائم
کرنے، اور مختلف اقوام کو ایک متحدہ عثمانیہ سوسائٹی مین مجتمع اور سلطان کی قوت کو
محدود کرنے مین بڑی کوشش کی لیکن باستثنائے انگلستان کسی اور یورپی قوت نے
مدحت پاشا کی امداد نہ کی۔ عیسائیون اور مسلمانون کے درمیان صدیون کے اختلاف
کو رفع اور رعایا کے دل سے حکمران قوم کی زیادتیون کو محو کرنا سخت مشکل کام تھا

کیونکہ عیسائی رعایا کو مغربی ممالک کی اخلاقی اور مالی امداد اور بیجا شفقت اپنے حکمرانون یعنی ترکون کے خلاف برانگیختہ کرتی رہتی تھی - علاوہ اسکے باشندگان یونان[1]، آرمینیا، سرویا، اور بلگیریا کے کامیاب کوششین اور آزادی، آرمینون، البانیون، اہل شام بلکہ مسلمان عربون کو بھی بے چینی کی حالت مین رکھتی ہین۔ سلطنت عثمانیہ کا مستقبل نہ روشن ہے، نہ خالی از خطر، باوجود ان سب حالات کے غیر طرفدار مبصر یہ رائے رکھتے ہین کہ یہ خطرہ اب بھی کم ہو جائے اگر ترکی گورنمنٹ اپنے آپ کو جلد موجودہ خواب خرگوش سے بیدار کرکے مروجہ تمدن کی راہ مین زیادہ گرمجوشی کے ساتھ قدم رکھے، اور ترکون کی قومی اجزا کو مضبوط کرکے اُسوۂ[2] کو مستحکم کرے جس نے سلطنت کے آغاز کے وقت اس قدر نمایان استقلال کا اظہار کیا تھا اور جو آج بھی جدید حالات کے مقابلہ مین اُنکی بیش بہا خدمت کر سکتی ہی کیونکہ منجملہ مسلمان اقوام کے ترک اب بھی فوجی اور پولٹیکل قابلیت مین سب پر فوقیت رکھتے ہین، اور ہر زمانہ مین اُنھون نے اپنے اقتدار کو حیرت انگیز قابلیت کے ساتھ قائم رکھا ہے -

مگر اب حالت بالکل مختلف ہے آئے دن کی لڑائیون نے طبقہ اونی کی قوت کو

---

[1] ترکی کی کمزوری اور یورپین اقوام کی امداد سے فائدہ اُٹھاکر یہ چھوٹے چھوٹے ممالک صرف آزاد ہو گئے ہین بلکہ شب و روز ترکی کی تباہی اور شکستگی مین کوشان رہے ہین -

[2] ہر ایک ترک مرد پر فوجی خدمت لازمی ہے - جا بجا انکے خاندان اپنی بیویان اور بچے چھوڑ کر خاص مدت تک فوج مین شامل ہونے پر مجبور ہین - اسکے برخلاف عیسائی رعایا برائے نام جنگی ٹکس دیکر اپنے آپکو اس خدمت سے محفوظ رکھتی اور تجارت زراعت سے نفع اُٹھاتی ہے - چونکہ ترک عرصہ دراز تک اپنے گھرون سے دور رہتے ہین اسلیے پیدائش [illegible] [illegible]

بالکل مختل کردیا ہے اور رعایا کے اُس طبقہ کو سب سے زیادہ نقصان پہونچا ہے، دوسری اقوام کو اپنے آپ مین ملانے کی جو قوت پہلے اِن مین تھی وہ اب مفقود ہوتی جاتی ہے۔ اور جس نسبت سے سلطنت قدیم کے صوبجات ہاتھ سے نکلتے جاتے ہین اُن کی مفلسی[۱] بڑھتی جاتی ہے اور چونکہ اب علیحدہ قوم ہے کا خیال سلطنت کے غیر ترکی مسلمانون مین بھی پیدا ہوتا جاتا ہے ٹرکی کو ترقی کی راہ مین رہنمائی کرنے کی ضروری قوت مشکل سے حاصل ہو سکتی ہے۔

ایران کی حالت اس سے بھی گئی گذری ہے۔ وہان قدیم ایرانی قوم کے باشندے زیادہ ہین، شمال مغرب کے ترک شیعہ مذہب ہونے کی وجہ سے آپسمین متحد ہین۔ دماغی قوت کے اعتبار سے اہل فارس ترکون پر فوقیت رکھتے ہین، اُنکی گذشتہ علمی کارنامونکی یادگار اُنھین آیندہ ترقی کرنیکا جوش دلانے کے لیے کافی ہے لیکن یہ سب بیکار ہے، ایران مین ٹرکی سے بھی زیادہ ایشیائیت کی روح حلول کر گئی ہے۔ اور باوجود آریہ نسل ہونے کے جسکی نسبت اِتنی اس قدر توصیف کیجاتی ہے اُسمین ایشیائی خصائل زیادہ پائے جاتے ہین بہ نسبت ٹرکی کے جسمین سلافی۔ یونانی اور لیٹنی اجزا شامل ہوگئے ہین، عملی طور پر اہل ایران نے ابھی تک کوئی ایسا نمایان کام نہین کیا ہے جس سے ظاہر ہو کہ ایرانی واقعی سنجیدگی کے ساتھ مروجہ تہذیب تمدن کی راہ مین ترقی کرنا چاہتے ہین

---

[۱] کیونکہ جن صوبون پر مسلمان مامور ہوتے تھے وہان عیسائی متقرر ہوجاتے ہین اور انکے ساتھ اُنکی تجارت اور صنعت بھی خاتمہ ہوجاتا ہے۔ مترجم

کسی بات سے یہ خیال نہین ہوتا کہ ایرانی رعایا حکمران اپنی آیندہ پولٹیکل
ہلاکت کا احساس رکھتے اور آنے والے خطرہ عظیم کو روکنے کے ذرایع مستعدی
سے تلاش کر رہے ہین - قدرے قلیل جو کچھ بھی اس وقت تک تمدن
جدید کے بموجب سلطنت و رسوسائٹی مین اصلاح ہوئی ہے وہ فریب دہ
اور مغالطہ انداز ہے شروع سے اخیر تک اُنھون نے اپنے آپ کو دھوکے مین
رکھا ہے اور جو فاتح سرعت کے ساتھ ایران کی طرف بڑھتے چلے آتے ہین
اُنکو اپنی تجاویز پر عمل در آمد کرنے مین مطلق رکاوٹ نہ ہوگی - باوجودیکہ
ایرانیون کو مغرب سے سفارتی تعلقات پیدا کیے ایک صدی سے
زائد زمانہ ہوچکا مگر ہمارے تمدن نے اُن کے طبقہ اعلی پر بھی بمشکل
اثر کیا ہے - چونکہ ایران مشرق و مغرب کے بحری شاہراہ سے کسی قدر
خشکی کی طرف ہٹا ہوا ہے اس لیے اُنیسوین صدی مین یورپی تمدن کا
بلا واسطہ اثر وہان تک نہین پہونچا - بلکہ مغربی تمدن کا ایک خفیف سا اثر
جسے زیادہ سے زیادہ ایک آواز بازگشت سے تعبیر کرسکتے ہین وہان
پہونچا ہے - ایک طرف تو وہان کے باشندے اپنے زعم باطل مین
گذشتہ تمدن ساسانیہ کے زرین زمانہ کا خواب دیکھ رہے ہین اور
اسلیے اُنھین تمدن جدید اختیار کرنے کی ضرورت کا احساس بھی نہین ہے
دوسری طرف سلطنت کی مطلق العنانی نے اُنکی مفلسی اور تباہی اور ملک کی
بدنظمی کو اس درجہ بڑھا دیا ہے کہ بہت کم لوگون مین ملک کی آیندہ حالت پر
غور کرنے کی سکت باقی ہے - وہ زندگی کے دن کاٹ رہے ہین اور

تسلیم و رضا کے ساتھ آیندہ کا انتظار کرتے ہین، جبتک کوئی معجزہ ظاہر نہو، اور معجزہ کا ظاہر ہونا فی زماننا محالات سے ہے' ایران کی پولٹیکل تباہی کا زمانہ دور نہین ہے رہا ایرانی قوم کا مستقبل' اُسکی حالت افغانیون سے بھی زیادہ مایوسی بخش ہے - اہل افغانستان کو ایک دانشمند اور ذی حوصلہ فاتح (عبدالرحمن خان) نے خواب سے بیدار کر دیا ہے اور وہ اپنی ذاتی قوت اور جرأت کی بدولت اپنی قومی آزادی اور خودمختاری کو' اپنے پہاڑی ملک مین' اپنے مغربی پڑوسیون یعنی ایرانیون سے بہت زیادہ عرصہ تک قایم رکھین گے؛

باوجود اسکے کہ ایران نہایت زرخیز اور قدرتی پیداوار کے اعتبار سے نہایت عظیم الشان ملک ہے - اور خدا نے وہان کے باشندونکو اعلی درجہ کا دماغ عطا فرمایا ہے' ایران تمدنی ترقی مین اُس درجے سے بہت گرا ہوا ہے جو اُسے انیسوین صدی کے آغاز مین حاصل تھا- سیاست ملک' انتظام فوج' محکمات عامہ' اور نیز سوسائٹی کی حالت مین ٹرکی نے جسقدر اصلاحات کین ہین ایران مین اُسکی ایک مثال بھی مشکل سے ملے گی، حتی کہ علم و ادب بھی جو کسی وقت ترقی کے آثار ظاہر کرتا تھا' اب بالکل ساکت ہے- یورپین کتابون کے ترجمے شاذونادر ملین گے ٹرکی مین اسوقت متعدد قابل وقعت روزانہ اخبار جاری ہین' برخلاف اسکے ایران مین ایک اخبار بھی پیش نہین کیا جاسکتا؛

چند اخبار مثل "اختیاج" "فرہنگ" "ناصری" جاری ہوئے مگر جلد ناپید

ہوگئے "ایران کمال"، "ادب" "نامہ تربیت" "اطلاع" "شریف" جیسے اخبار یا تو بند کر دیے گئے یا نہایت محدود الاشاعت ہیں اور انکا اثر ملک مین ٹرکی، ہندوستان، اور مصر کے اخبارات کی برابر بھی نہیں ہے۔ مدارس کی حالت اور بھی ابتر ہے "دارالعلوم طہران" کے علاوہ جہاں طب، السنہ، اور فنون حرب کی تعلیم ہوتی ہے تمام ملک مین کوئی تعلیم گاہ قابل ذکر نہین ہے۔ اور جو لوگ یورپی علوم و فنون کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہین وہ اپنے صرف سے یورپ یا ہندوستان جاتے ہین نظر برین حالات ایران کی ترقی تمدن کی بابت بہت زیادہ بیان کی ضرورت نہین ہے، اشاعت تمدن مین پہلے جو کوشش کی ہے اسکا اثر ایران پر کچھ نہین ہوا ہے جہالت، بدنظمی اور لاپروائی کی تاریکی تمام ملک پر محیط ہے۔ اور اگر ایران تباہی سے محفوظ رہجائے تو معجزے سے کم نہوگا۔

متذکرہ بالا واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایشیا کے اسلامی ممالک مین عظیم الشان اور اہم تبدیلیاں ہونے والی ہین اسکا تذکرہ ہم پھر کرینگے۔ اسوقت صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ محض طریقہ حکومت کی تبدیلی سے چندان نفع نہ پہونچے گا تاوقتیکہ حکمران اپنے موجودہ تعلقات اور طرز عمل کو نہ تبدیل کرین۔

باب سوم

مسلمان فرمان روائوں کی مطلق العنانی

چونکہ مجھے متعدد مسلمان شاہزادون سے ذاتی ملاقات اور تعارف کا اتفاق ہوا ہے - اس لیئے فرض سمجھتا ہون کہ اپنے مشاہدات اور تجربات سے مضامین زیر بحث مین ہمدلون سے مین ناظرین کی توجہ اُن تعلقات کیجانب خاص طور پر منعطف کرتا ہون جو مسلمان بادشاہون اور اُنکی رعایا کے درمیان پائے جاتے ہین، اور جنکی وجہ سے خود حکمرانون کو مشکلات پیش آتی ہین - در نیز یہ کہ مجوزہ تبدیلی طریقہ گورنمنٹ کی حالت مین اُنکا اثر کہانتک پہنچتا ہے -

جب ہم یورپ مین کسی سلطان، پاشاہ، امیر یا خان کا تذکرہ کرتے ہین تو عموماً ہم اپنے ذہن مین ایسے خود مختار بادشاہ کا تصور کرتے ہین جو اپنے وزیرون اور مشیرون کی امداد سے سلطنت کرتا ہو، جسے شب و روز رعایا کی بہبودی کی فکر دامنگیر ہو اور جو نیک صلاح و مشورہ کو قبول کرتا ہو ممکن ہے کسی گذشتہ زمانہ مین ایسے حکمران ایشیا مین گذرے ہون - لیکن فی زمانہ اُن کا وجود نہین ہے - ظلم و زیادتی، مطلق العنانی، بیجا تکبر اور غرور اُنکے خصائص مین سے ہین - رعایا کی تباہی، اور خوشحالی اُنکی ذاتی خوشنودی اور بہبودی کے ماتحت ہے اُنکی حالت ہمارے ازمنہ متوسطہ کے

شاہزادون سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ تمام یورپ مین صرف پوپ ہی دنیا بھر کے لیے خلیفہ مسیح سمجھا جاتا تھا۔ مگر اسلامی دنیا مین ہر ایک بادشاہ "ظل اللہ فی الارض" کا خطاب رکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو خلیفہ رسول سمجھتا ہے جب کبھی مین کسی یورپی اخبار مین ترکی یا ایرانی وزراء یا شاہی بجٹ کا حال پڑھتا ہون تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ دراصل وزراء محض خادم ہین جو اپنے آقا کی تعمیل حکم کرتے ہین۔ رہا بجٹ وہ بالکل دہوکا اور شعبدہ بازی ہے۔ کیونکہ ملک کی تمام آمدنی پادشاہ کے تصرف مین ہوتی ہے، وہ اپنے آپ کو ملک کے کل مال و دولت کا قانوناً مالک سمجھتا ہے۔ کسی وزیر کی کیا مجال ہے کہ اپنے آقا کو خزانہ عامرہ سے مالی امداد دینے مین پس و پیش کرے۔ سرکاری خزانہ وہان "مالِ بادشاہ" کا مرادف ہے۔ اور شاہی تنخواہ، یا املاک، شاہزادون اور شہزادیون کے وظائف کی بابت جو کچھ ہم یورپ مین سنتے ہین، اُس کے کوئی معنی نہین ہین، کیونکہ مشرق مین ہر جگہ ازمنہ متوسطہ کا مسئلہ "بادشاہ کی مرضی ہر چیز پر حاوی ہے" ابھی تک مانا جاتا ہے۔ بادشاہ آزادی کے ساتھ محاصل ملک کو جس طرح چاہتا ہے صرف کرتا ہے۔ جملہ افسران بالادست کا خود تقرر کرتا ہے۔ اور جسے چاہے الطاف خسروانہ سے مالامال کرتا ہے بسا اوقات ایک تاریخ مین مختلف مدارج کے جنرل کرنل اور دیگر افسران اعلیٰ مقرر ہو جاتے ہین مگر سرکاری فہرست مین اُنکا نام کبھی درج نہین ہوتا اور شاید تنخواہ بھی صرف ایک یا دو مرتبہ سے زیادہ نہین پاتے۔ محض چھیڑ "اوتارنے"

اور اس خیال سے کہ یورپ کی نظر وان مین زمانہ کے باخبر سلاطین مین شمار ہون، اسلامی بادشاہ، بعض آرام دہ اور مقررہ جلسے اپنے ملکی کاروبار مین داخل کرتے ہیں، اور اسی طرح نسبتی[1] سول بجٹ کا سوانگ بھرا جاتا ہے، مجھے یہ بیان کرنیکی ضرورت نہین ہے کہ خزانہ ملک کا سلطان کی مرضی کے موافق جا اور بیجا تصرف مذہب اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ خلافت کے ابتدائی زمانہ مین کسی خلیفہ کو بیت المال پر یہ حق حاصل نہ تھا اور خرچ نہایت احتیاط کے ساتھ کیا جاتا تھا[2] مگر یہ عمدہ طریقہ سلطنت کے ابتدائی زمانہ ہی مین متروک ہوگیا۔

اس قسم کی خرابیون پر یورپ مین چشم پوشی کی جاتی ہے۔ اور ہم نے ظاہری باتون سے اس قدر دہوکا کھایا ہے کہ ہم مشرقی بادشاہون کو اپنے حکمرانون کے مساوی خیال کرتے ہین، جو مغالطہ ہمین مغرب و مشرق کے مالی معاملات کی بابت ہوا ہے، ملکی معاملات مین بھی پایا جاتا ہے۔ ہم نہایت فراخ دلی کے ساتھ ترکی اور ایرانی حکمرانون پر اعلی خطابات کی بوچھار کرتے اور انکو کنگ (شاہ)، امپرر (شہنشاہ) اور مجسٹی (اعلیحضرت) کہکر پکارتے ہین، حالانکہ ٹرکی اور ایران مین عیسائی ممالک کے بادشاہون کو، بجائے شوکت کے (جو مجسٹی کے ہم معنی ہے) حشمت سے خطاب کیا جاتا ہے جس سے تندی اور غرور کی بو آتی ہے اور جو درندون کیلیے یکسان استعمال ہوتا ہے، خطاب کا معاملہ ہماری بحث سے خارج ہے

---

[1] موازنہ سالانہ مرتبہ وزرا، سلطنت۔ مترجم

[2] دیکھو الفاروق مولفہ علامہ شبلی نعمانی۔ مترجم

مگر ہم یہ ضرور کہین گے کہ یہ خطابات، دیگر غیر اسلامی حکمرانون کا جو استخفاف کیا جاتا ہے، اُسکے لیے قرآن مین کوئی اجازت نہین ہے اور اس زمانہ مین جبکہ ٹرکی اور ایران دونون یورپ کے دست نگر ہین، اس طرز عمل کو ترک کرنے کی ضرورت ہے ؛

مشرقی حکمرانون کے ساتھ مغربی سلاطین کی ذاتی ملاقات زمانہ موجودہ مین کافی رہی ہے۔ خصوصًا یورپی بادشاہون کا سلطان ٹرکی کے ساتھ ہمارے شہنشاہون بادشاہون، شاہزادون، اور شاہزادیون نے سلطان روم کے دربار مین بارہا شرکت کی ہے۔ لیکن بجز سلطان عبدالعزیز کی سیاحت یورپ کے جو نمایش پیرس کے زمانہ یعنی ۱۸۶۸ء مین کی تھی اور سوائے ناصر الدین شاہ اور مظفر الدین شاہ کے ابتک کسی سلطان یا شاہی خاندان کے دوسرے رکن نے ہمارے سلاطین سے ملاقات بازدید نہین کی ہے۔ سلطان عبدالحمید خان مدارات کے اصول سے زیادہ واقف تھے وہی پہلے خلیفۃ المسلمین تھے جنھون نے ایک عیسائی شاہزادی کو ہاتھ کا سہارا[1] دیا اور جس نفاست آمیز انداز سے اُنھون نے ۱۸۵۸ء مین روسی شاہزادی کو قصر کندلی کے باغ کی سیر کرائی تھی، یورپ مین اُس کی بڑی تعریف کی گئی۔ اس صفت

[1] مغربی تہذیب کے لحاظ سے لیڈیون کو گاڑی یا گھوڑے پر سوار کرتے اور اُتارتے وقت ہاتھ کا سہارا دینا ضروریات سے سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی مرد اپنی کسی واقف کار لیڈی کو سہارا نہ دے تو اُس کا یہ ترک فعل نہ صرف بدتمیزی سمجھا جائے گا بلکہ صنف نازک کے دل کو صدمہ پہنچے گا۔ ڈرائنگ روم (کمرہ ملاقات) سے جب کھانے کے کمرہ مین جاتے ہین تو ہر مرد ایک بی بی کو ہاتھ کا سہارا دیکر لیجاتا ہے۔ مترجم

مین اُنکے فرزند عبدالحمید خان باپ پر فوقیت رکھتے ہین، یورپی لیڈیون کے ساتھ جس تہذیب اور خلق کا برتاؤ سلطان عبدالحمید خان کرتے ہین اور شاہی مہمانون کی خاطر تواضع کا جو اہتمام قصر یلدیز مین ہوتا ہے اُس کا بخوبی اعتراف کیا گیا ہے، لیکن اس دوستانہ ربط و ضبط مین گرمجوشی اور صداقت مفقود ہے۔ مدارات گویا ضابطہ مین داخل ہے، اور اُسکے نیچے یورپ کی زبردست قوت کا خوف پوشیدہ ہے۔ اور یہ خوف چندان بیجا نہین ہے۔ کیونکہ متواضع میزبان بخوبی جانتا ہے کہ عیسائی مغرب ہر وقت ٹرکی کی تباہی اور اُسکے تخت و تاج کی بربادی کی تدابیر سوچتا رہتا ہے:

مشرقی بادشاہون اور خود اُنکے امرا اور عمائد یہانتک کہ معتمدین کے درمیان بھی ایسے ہی مشکوک، مشتبہ، اور سرد مہرانہ تعلقات پائے جاتے ہین، تعظیم و تکریم کے پردے مین ہمیشہ تردد اور خوف پوشیدہ رہتا ہے اور لمبے چوڑے خطابات اور جھوٹی مدح و آفرین کے جامہ مین تفنن اور سازشین چھپی ہوتی ہین۔ آپس کے اعتماد اور بھروسہ کا وجود نہین ہوتا۔ پس کچھ تعجب کی بات نہین ہے اگر سلطان یا شاہ یا امیر کو شب و روز اپنی جان اور تخت کا خطرہ رہتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ہر متنفس کو شبھ کی نظر سے دیکھتا ہے اُسے ہر چیز سے خطرہ کی بو آتی ہے۔ اور رات دن کسی وقت اطمینان نہین ہوتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ناصر الدین شاہ اپنی شکارگاہ جاجرود اور شب خوابی سے پہلے محل طہران مین بھی، حفاظت کا بڑا اہتمام کرتے تھے، حالانکہ اُنکے سامنے ہر شخص لرزان رہتا تھا پس مجھے یہ گمان

مطلق تعجب نہیں ہوتا کہ سلطان عبدالحمید[1] خان جو بہت ڈرپوک مشہور ہیں رات
کو فوجی پہرہ حفاظت کے لیے مامور کرتے ہیں اور خفیف سی آہٹ سے چونک
پڑتے ہیں کمزور اور ناتوان مظفر الدین شاہ جو اپنے باپ ناصر الدین شاہ کے
تخت پر متمکن ہیں ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ اور اس سے صرف وہی سلاطین مستثنیٰ
ہیں جو مثل سلطان عبدالمجید خان کے انتظام سلطنت اپنے امرا کے سپرد کرتے ہیں،
یا جرأت اور ہمت والے بادشاہ مثل سلطان محمود ثانی اور امیر دوست محمد خان
و عبدالرحمن خان والیان افغانستان جنکی ہیبت کا سکہ تمام ملک پر بیٹھا ہوا تھا

مشرقی خود مختار بادشاہوں کو جو حقوق حاصل ہیں اہل یورپ انکا کسی طرح
اندازہ نہیں کر سکتے، امیر نصر اللہ خان والی بخارا نماز جمعہ سے واپس ہو کر نوجوانوں
کو والدین کے پہلو سے زبردستی جدا کرا کے محل میں کھینچتا اور اُنکی بے عزتی کرتا تھا

---

[1] پروفیسر وامبری کا یہ بیان ایک حد تک صحیح ہو لیکن حالات ملک اور شخصی سلطنت ہونے کی وجہ سے
مشرقی سلاطین اور فرمان رواؤں کو اپنی حفاظت کا اہتمام لازمی طور پر کرنا پڑتا ہے یہ حالت ہم موجودہ
ترقی یافتہ یورپ میں دیکھتے ہیں۔ زار روس کو جسقدر اپنی جان کا خطرہ ہے اُسے سب جانتے ہیں اور جب زار روس
یا کوئی دوسرا یورپی بادشاہ سفر کو نکلتا ہے تو بڑے پیمانے پر اُنکی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے، اتفاق سے
مترجم کو بھوپال میں ڈیوک اور ڈچز [illegible] جو ہالینڈ کے خاندان شاہی سے ہیں، ملنے کا موقع ملا، موٹر کار میں بیٹھکر وہ
حد سے زیادہ محظوظ ہوتے تھے مترجم نے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے موٹر کار تو یورپ میں بہت معمولی چیز ہے، ہز ڈیوک
موصوف نے فرمایا کہ وہاں موٹر کار پر بیٹھنا ہمکو بہت کم نصیب ہوتا ہے کیونکہ اپنے دشمنوں کے خوف کی وجہ سے ہم ہر شہر کو نیز اس
آزادی کیساتھ نہیں پھر سکتے جیسا کہ ہندوستان میں سلطان عبدالحمید خان کو یورپ میں ڈرپوک سمجھا جاتا ہے لیکن جن
لوگوں نے [illegible] عین عبادت کے وقت چھت کا گرنا یا ۱۹۰۶ء کا واقعہ سلطان کی گاڑی پر گولہ پھینکنے کا یاد دلایا ہے وہ انکو تسلیم نہ کر سکتے
مترجم

اور اگر کسی دولتمند سوداگر کی طرف آنکھ اوٹھ جاتی تو بلا وجہ قید خانہ مین بھیج دیتا اور مال و اسباب چھین کر قتل کردیتا تھا۔ ناصر الدین شاہ ایران نے بھی ایک مرتبہ ایسا ہی کرنا چاہا تھا، مگر خوش قسمتی سے غریب سوداگر بھاگ کر انگریزی سفارتخانہ مین پناہ گزین ہوگیا۔ گزشتہ زمانہ مین بکثرت ۔۔سنی ساہوکار ٹرکی مین قتل کئے گئے ہین اور اُنکا مال و اسباب ضبط کیا گیا۔ درباریون اور عمال کی حالت فرمانرواون سے بھی بدتر ہے وہ بیچ مین بہت خورد برد کرتے ہین۔ اور بیچارے سوداگر تھوڑا بہت مال بچانے کے خیال سے اُنکی وہان دوزی کرتے ہین۔ مشرقی شاہزادون کی اندرونی زندگی اور رعایا کے تعلقات کی بابت بہت کچھ بیان کرکے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ بیشتر بادشاہون کو خود واقعات زمانہ ظلم و ستم اور مطلق العنانی پر مجبور کردیتے ہین ۔

اگر ان خود مختار فرمانرواؤن کو بیرونی دنیا سے میل جول اور مناسب تعلیم حاصل کرکے اپنے واقفیت اور قابلیت مین اضافہ کرنے کا موقع ملتا تو وہ اپنی دماغی قوت کی مدد سے، جو مشرقیون مین بدرجہ اولی پائی جاتی ہے، اپنی قوم کی رہنمائی اور سرداری کا بخوبی سرانجام کرسکتے ہین لیکن زمانہ موجودہ مین شاہزادون کی تعلیم کی جو حالت ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ احمد صاحب آفندی نے اپنے رسالہ[1] "رہنماے انقلاب" مین جو الم ناک تصویر کھینچی ہے، وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ منجملہ اٹھارہ شاہزادگان خاندان عثمانیہ کے جو اس وقت زندہ ہین ۔

---

[1] مطبوعہ قاہرہ۔

اور جنکے حالات رسالہ مذکور مین درج ہین، بجز یوسف اعزالدین خلف سلطان عبدالعزیز مرحوم کے، ایک بھی ایسا نہین ہے جسنے باضابطہ تعلیم حاصل کی ہو خاندان قاچاریہ (ایران) کے کثیر التعداد شاہزادون کی حالت بھی کچھ اس سے بہتر نہین ہے۔ تعلیم کے لحاظ سے امیر عبدالرحمن خان کے بیٹون مین سے کوئی اپنے باپ[۱] کے نقش قدم پر نہین چلا۔ جہالت، نفس پرستی، اور ظلم کو ہرایک کی جبلت مین ممتاز جگہ حاصل ہے، جو حالت اسوقت ہے وہ پہلے بھی تھی۔ شاہزادے اپنی نوجوانی کا زمانہ سیر و تفریح اور ہر قسم کی بے اعتدالی مین گذارتے ہین جاہل اور گندے خیالات کے نوکرون کی فوج کا ہر وقت مجمع اُنکے گرد ہوتا ہے، اور حرم سرا کی نازنین علیحدہ اُن کا دامن کھینچتی ہین، غرضکہ کوئی اُن کو لکھنے پڑھنے یا زندگی کی ذمہ داریون کو سنجیدگی سے دیکھنے کی جانب راغب نہین کرتا اور تخت و تاج کے آیندہ وارث کو، مثل اپنے ہم صحبتون کے اپنے مرتبہ کی اہمیت کا کچھ خیال نہین ہوتا وہ اپنے ملک کے علم و ادب اور تاریخ سے بھی کافی واقفیت نہین رکھتا، مروجہ علوم و فنون سے تو محض بے بہرہ ہوتا ہے سلطان عبدالمجید کسی قدر فرنچ زبان جانتے تھے مگر اپنے ملک کی تاریخ و جغرافیہ اور علم و ادب سے محض نابلد تھے۔ سلطان عبدالحمید خان جو اسوقت ٹرکی کے تخت پر متمکن ہین، اور جنکی مثل بیننے کسی، مشرقی کو زیرک اور فہیم نہین پایا اُنھون نے

[۱] موجودہ امیر حبیب اللہ خان نے اپنے ملک مین تعلیم و تہذیب پھیلانیکا معقول اہتمام کیا ہے حبیبیہ کالج کی بنیاد ڈالی گئی ہے اور محکمہ سررشتہ تعلیمات مروجہ اصول پر قائم کیا گیا ہے۔ مترجم

اپنے باپ سے بھی کم تعلیم پائی ہے۔ مگر خداداد ذہانت اُنکی کمی تعلیم کو پورا کرتی ہے سلطان عبد الحمید خان کے ولیعہد شاہزادہ رشاد[1] آفندی اسقدر ذہین نہین ہین لیکن زبان فارسی کی قابلیت اس کمی کو پورا کرتی ہے ٭

ناصر الدین شاہ ایران البتہ واجب التعظیم مستثنیات مین سے تھے۔ یورپی تہذیب کے لحاظ سے وہ اپنے ملک مین اپنی خود نظیر تھے۔ نوجوانی کے زمانہ مین اُنھون نے اپنے ارمنی دوست ملکم خان' اور شاہی اطبار کلوکٹ پولک اور طولوزان[2] کی صحبت کی بدولت یورپین تہذیب و طرز معاشرت سے کماحقہ واقفیت حاصل کی تھی۔ امیر عبد الرحمن خان مرحوم والی افغانستان بھی نہایت باخبر فرمانروا تھے۔ اور وہ ایشیا اور یورپ کے پولٹیکل تعلقات سے بخوبی واقف تھے۔ غالبًا زمانہ گذشتہ مین مسلمان شاہزادونکی تعلیم زیادہ احتیاط کے ساتھ ہوتی تھی۔ اور مشرقی معیار کے بموجب روشن خیالی مین ممتاز ہوتے تھے ہمین وسط ایشیا مین بابر مرزا۔ پرنس محمد صالح حسین مرزا۔ ابو الغازی خان اور ہندوستان مین ہمایون اور اکبر[3] جیسے فرمانرواؤن کے نام ملتے ہین۔ جنھون نے اپنی دماغی قابلیت اور حکمرانی کی خوبیون کا نقش تاریخ پر چھوڑا ہے۔ عثمانی فرمانرواؤن مین

---

[1] ۲۷۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو شاہزادہ رشاد تخت سلطنت پر بجائے معزول سلطان عبد الحمید خان متمکن ہوئے مترجم

[2] جن لوگون نے شاہ نصر الدین کا سفرنامہ دیکھا ہے وہ حکیم طولوزان کے نام سے آشنا ہونگے یہی شخص ہے مترجم

[3] پروفیسر وامبری نے یہان غلط بحث کیا ہے۔ اگر پروفیسر موصوف کا مطلب صرف تعلیم و تدریس ہے تو اکبر کی خداداد قابلیت شرمندہ احسان تعلیم نہ تھی۔ مترجم

محمد فاتح سلطان سلیمان مقنن ممتاز شعرا مین سے تھے - اول الذکر کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ یونانی اور لاطینی زبانون سے بھی واقف تھے -
یہ حکمران خواہ کتنے ہی قابل کیون نہ تھے مگر اپنے رتبہ کی رفعت اور نیز اس وجہ سے کہ ایشیا مین بادشاہون کو "ظل اللہ" سمجھکر بے انتہا عزت کی جاتی ہے، اُنکے لیے یہ امر نہایت مشکل تھا کہ اپنی خود مختارانہ قوتون کے استعمال مین افراط تفریط سے کام نہ لیتے - جب یورپ مین بعض بادشاہون کو جنھین علوِ جاہ نے اندھا کر دیا تھا، یہ سمجھانے کے لیے کہ اُنکی قوت کی بھی کوئی انتہا ہے، اور اُنھین حدود مقررہ سے متجاوز نہ ہونا چاہیے، بالفاظ دیگر رعایا بادشاہ کے لیے نہین بلکہ بادشاہ رعایا کیلئے ہے، اس قدر کشت و خون کی نوبت پہونچی تو ہم اندازہ کر سکتے ہین کہ ایشیا مین بادشاہون کی قوت کو کم کرنا کس قدر مشکل کام ہے - پُرانی دنیا ہمیشہ سے جابرانہ غرور اور ظالمانہ خود مختاری کی جولانگاہ رہی ہے، آزادی، تہذیب و روشن خیالی سے پیدا ہوتی ہے - اور چونکہ ایشیا ان بہترین فضائل انسانی سے محروم رہی ہے اس لیے آزادی کے پودے نے وہان نشو و نما نہین پایا ہے - کیونکہ باوجود اس مثل کے کہ "روشنی کا منبع مشرق ہے" خود داری کا آفتاب اول مغرب سے طلوع ہوا -
یہ امر کہ اہل ایشیا نے آزادی حاصل کرنے کی اب تک کوشش نہین کی ہے، افسوسناک ضرور ہے - مگر ساتھ ہی اس کے بالکل صحیح ہے، اس نعمت کو اہل ایشیا بالکل بیکار اور

خطرناک[1] سمجھتے ہین، اور اُسکے اکتساب سے ویسے ہی خوف زدہ رہتے ہین جیسے بچے اپنے والدین کے سایہ عاطفت سے جدا ہوتے ڈرا کرتے ہین، زمانہ متوسط مین یورپ مین بھی لوگ اس بات کو نازیبا اور ناقابل جسارت خیال کرتے کہ بادشاہ کے ذاتی اخراجات کے لیے کوئی رقم معین کی جائے۔ یا شاہی اختیارات کے متعلق قواعد بنائے جائین یا ملک مین سپاہیون کی تعداد، گرد نواح کے سلاطین کے ساتھ تعلقات کی تعین حدود اور اسی قسم کے دیگر امور جو زمانہ جدید کے اصول سیاست مین شامل ہین اُنکا فیصلہ کیا جائے اسی طرح اہل مشرق اپنے بادشاہونکے اختیارات مین مداخلت کرنے سے آجتک سخت پرہیز کرتے ہین۔ اور اپنے "مامور من اللہ" حکمران کے چال چلن اور طرز عمل پر نکتہ چینی کرنے کو گناہ سمجھتے ہین"

متذکرہ بالا خیالات کے لحاظ سے آئینی حکومت کو مشرقی بادشاہ نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ ہم فتح علی شاہ کے سوال کا مطلب خوب سمجھ سکتے ہین، جو اُنھون نے انگریزی سفیر سر جان مالکم سے پوچھا تھا "جب تمھارے آقا کو صدہا ممبران پارلیمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنا پڑتی ہے تو وہ اپنے آپ کو بادشاہ کیسے کہہ سکتا ہے" اُسکے پوتے ناصر الدین شاہ نے بھی فرانسیسی جمہوری سلطنت کو نہایت خطرناک اور قابل نفرت

[1] ۱۹۰۶ء کے بعد سے اہل ایشیا نے آزادی کی برکتون کو سمجھنا شروع کیا ہے اور تقریباً ہر ملک مین نئی زندگی کے آثار نظر آتے ہین جنگ عظیم کے بعد سے خود ہندوستان نے اس تحریک مین جو حصہ لیا ہے اُسکے نتائج ہماری آنکھون کے سامنے ہین۔ مترجم

حکومت بتا کر مجھسے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا - ٹرکی مین حال کے
سلاطین نے بلا استثناء قدیم تر کی طرز کی حکومت کو بہترین نمونہ خیال کیا ہو
جاپانی شہنشاہ متسوہٹو کی مثال جسنے ۱۸۸۹ء مین اپنی مرضی سے قوم کو پارلیمنٹ
عطا کیا اور اپنے جملہ ذاتی حقوق قربان کر دیئے - ایشیا کے مسلمان فرمانرواؤن
مین کبھی نہ ملے گی اُنیسوین صدی کے ایشیائی بادشاہون کی نہ تو خواہش
ہے اور نہ اُنمین اس قدر صلاحیت ہے کہ اپنے شاہی حقوق کو ضروریات
زمانہ کے مطابق استعمال مین لائین اور فراخ دلی کے ساتھ رعایا کو مراعات
دیکر زمانہ موجودہ کی روش کے مطابق گورنمنٹ کو بنائین - اور جو رعایا اُنکی
سپردگی مین دی گئی ہے اُسکے اخلاقی اور مادی ترقی مین کوشان ہون،
وہ صرف مغرب کو دھوکا دینے کے لیے ظاہری صورت قایم رکھتے ہین - کیونکہ
ٹرکی مین بھی، جو باعتبار ترقی تمام اسلامی ممالک پر فوقیت رکھتی ہے،
وزرا سلطان کے ہاتھ مین کٹھ پتلی کی طرح ناچتے ہین - اگر کوئی بدنصیب
وزیر اپنی مرضی اور ارادہ کا اظہار کرنے کی جرأت کرے تو فوراً برخاست
کر دیا جاتا ہے - خیر الدین پاشا، کامل پاشا اور دیگر وزرار کی مثال ہمارے
پیش نظر ہے - مگر یہ لوگ تعلیم علوم جدیدہ کی وجہ سے بلحاظ دانشمندی
و دور اندیشی سلطان المعظم پر فوقیت رکھتے تھے -

ایران مین اس ٹیپ ٹاپ کے رکھنے کی بھی ضرورت نہین سمجھی گئی -
وہان وزرار مصاحبون کی خدمت انجام دیتے ہین، اُنکے مرتبہ کا مطلق خیال
نہین کیا جاتا وزیر کے لغوی معنی "بارکش" کے ہین یعنی جو شخص اپنے آقا کو

سلطنت کے بوجھ اٹھانے مین مدد دیتا ہے۔ لیکن اسلامی بادشاہون نے
وزیر کی پیٹھ پر ایسا بوجھ لادا ہے جسکا اٹھانا خود اُنھین ناگوار ہے۔ تکبر،
سازش، لالچ، اور خود غرضی، سلطنت کے اہم ترین امور مین بھی اثر رکھتے
ہین، در حقیقت راست باز اور ایماندار وزراء کو ان عیوب کی وجہ سے
اکثر قربان کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً محمد تقی خان وزیر کبیر جسنے ایران کی اصلاح مین
دل و جان سے کوشش کی، شاہ ناصر الدین کے حکم سے قتل کیا گیا۔

ایران کو یورپ مین سلطنت کا درجہ دیا جاتا ہے ایرانی سفیر ہمارے
درباروں مین اپنے ملک کی نیابت کرتے ہین، مگر حقیقت حال یہ ہے کہ
وہان ابھی تک نہ کوئی ضابطہ اور قانون ملک مین نافذ ہوا ہے نہ کوئی باضابطہ
حکومت ہے، یہانتک کہ ظاہری رکھ رکھاؤ بھی مفقود ہے۔ بادشاہ کے علاوہ
کسی شخص کو کوئی حق حاصل نہین ہے۔ بادشاہ رعایا پر اسی طرح خود مختار ہے
جس طرح کہ ترکمان سردار اپنے چادر نشین سپاہیون پر۔ دراصل جب سے
آغا محمد علی خان قاچار نے ملک فتح کیا کسی بات مین تبدیلی نہین ہوئی حکومت
ملک نہایت جابرانہ اصول پر کیجاتی ہے۔ سرکاری عہدے نیلام ہوتے ہین اور
جو زیادہ بولی بولتا ہے اُسی کو ملتے ہین۔ غریب کسان، سوداگر اور صناع
افسرون کی دست برد اور زیادتیون سے ہر طرح کی تکالیف اُٹھاتے ہین۔
اور کسی طرح اپنے آپ کو اُنکے مظالم سے نہین بچا سکتے، پہلے بھی یہی کیفیت
تھی اور اب بھی یہی ہے ایران اپنی بے بسی اور بدنظمی سے بخوبی واقف ہے
اور باوجود اسکے یورپ کو شروع سے دہوکا دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور

ظاہر کیا جاتا ہے کہ شاہ ایران کی حکومت خوش نظمی و انتظام کے لحاظ سے بے نظیر ہے ؛

مشرقی مورخ ناحق گذشتہ زمانہ کے بادشاہون کے عدل و انصاف راست بازی اور غیر طرفداری کی تعریف کرتے ہین - اور گذشتہ زرین زمانہ کی تصویر ناحق چمکدار رنگون مین کھینچتے اور لطیف استعارون سے کام لیتے ہین لیکن جن لوگون نے مشرقی تاریخ کو بغور پڑھا ہے اور باشندونکی حالت کو بچشم خود دیکھا ہے وہ مشکل سے یقین کر سکتے ہین کہ گذشتہ حالت، موجودہ حالت کے کچھ بہتر ہوگی - اور موجودہ زمانہ مین عدل و انصاف اور متمدن زندگی سے جو مطلب ہے اُسکا عشر عشیر بھی کبھی اہل مشرق کو نصیب ہوا ہو ؛

کہا جاتا ہے کہ "وقت سعادت" کے اسلامی حکمران غیر معمولی وصاف اور عدل و انصاف سے متصف تھے حضرت ابو بکر رضجسوقت خلیفہ منتخب ہوئے - تو اُنھون نے مسلمانون سے اس طرح خطاب کیا تھا "اے مسلمانون! تمنے مجھ جیسے ناچیز کو اپنا خلیفہ منتخب کیا ہے، جبتک مین انصاف پر چلون میرا ساتھ دو، اگر اسکے خلاف کرون تو مجھے ملامت کرو اور ٹھیک رستہ بتاؤ - راہ حق سب سے بہتر ہے اور دروغ قابل نفرت ہے - جو لوگ تمھین طاقتور نظر آتے ہین میرے نزدیک کمزور ہین - اور جنکو مین ناتوان جانتا ہون تمھاری نظر مین طاقتور ہین - چونکہ مین کمزورون کا محافظ ہون، میرا حکم مانو، جبتک کہ مین شریعت پر چلون - لیکن اگر تم دیکھو کہ مین بال برابر بھی احکام شریعت سے منحرف ہون، تو میرا کہنا نہ مانو، خلیفہ دوم

حضرت عمرؓ کی بابت بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اُنھون نے مسلمانون کو اسی طرح خطاب کیا تھا "اے مسلمانون! اگر تم میرے کسی قول و فعل مین راہِ حق سے ذرہ برابر بھی فرق پاؤ تو مجھے متنبہ کرو" اسپر حاضرین مین سے ایک نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھکر کہا "اے عمرؓ اگر کبھی تمسے ایسا قصور ہوا تو یہ تلوار تمہین راہ راست بتلائیگی" حضرت عمرؓ نے آسمان کیطرف ہاتھ اُٹھائے اور کہا "اے خدا تیرا بڑا احسان ہے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ موجود ہین جو مجھے تلوار کے زور سے راہ راست پر رکھین گے" جو مسلمان زمانہ موجود کی آزادانہ طریقہ حکومت کے شیدائی ہین اس قسم کی بکثرت نظیرین پیش کرکے اسلامی حکمرانون کے عدل و انصاف اور راست بازی کو ثابت کرتے ہین۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے[1] کہ اسلام کے قرن اولی مین فرمانرواؤن کی یہی کیفیت تھی تو یہ حالت عرصہ تک قائم نہین رہی۔ جسقدر ملکی اقتدار اور مال و دولت مین ترقی ہوتی گئی خلافت نے اپنے اصلی درجہ سے گرکر سلطنت کی صورت اختیار کرلی۔ اور خلفاء راشدین کی نیکی اور معدلت گستری کے بجائے مطلق العنانی اور ظلم اور جبر کا دخل ہوگیا۔ جب خلفاء یعنی نائبان حضرت محمد صلعم اور اسلام کے مذہبی پیشوا غلطی سے نہ بچ سکے تو معمولی دنیادار اسلامی بادشاہون کی فروگذاشتون کا کیا ذکر ہے!

---

[1] پروفیسر وامبری خلفاء راشدین کی معدلت گستری کی بابت ناحق شبہ کرتے ہین کیونکہ نہ صرف اسلامی بلکہ یورپی مورخون نے اس بارہ مین اتفاق کیا ہے۔ رہا یہ امر کہ آگے چلکر خلافت سلطنت کے درجہ پر گرگئی اسکے متعلق آنحضرت صلعم کی حدیث موجود ہے۔ خیر القرون قرنی۔۔۔ الخ۔ مترجم

بادشاہون کا حد درجہ کا ظلم اور جابرانہ خود سری مشرقی مسلمانون کی سرعت انحطاط کے خاص اسباب مین سے ہے - اس تنزل کے آثار اسیوقت نظر آتے تھے جبکہ ہم یورپ مین حروب صلیبیہ کی تیاریان کر رہے تھے - اور ہمارے اجداد شب و روز اس خطرہ مین رہتے تھے کہ اسلامی قومین یورپ کو پائمال نہ کر ڈالین - لیکن ایک دوسرے کی حالت سے فریقین بالکل ناواقف تھے - پیروان دین محمدی تو مغرب کے حالات سے واقف ہونے یا وہان کی ترقیون کے ساتھ دلچسپی ظاہر کرنے کو نہ صرف بیکار بلکہ گناہ سمجھتے تھے - بخلاف اسکے مغربی ممالک کے عیسائی اپنی جہالت اور باطل پرستی کے نشے مین اسلام پر ناواجب اور طفلانہ حملے کرتے تھے - اور ایشیا کے اصل حالات سے واقف ہونے کی بہت کم کوشش کرتے تھے - حقیقت یہ ہے کہ اسلام یا اُسکے معتقدین کیوجہ سے ایشیا کا مغربی حصہ برباد نہین ہوا ہے اور نہ دین اسلام مسلمانون کے موجودہ تنزل اور انحطاط کا ذمہ دار ہے - بلکہ اصل مین اسلامی بادشاہون کا ظلم و تشدد اس خرابی کا باعث ہے - اُنھون نے دیدہ و دانستہ پیغمبر عربی کی تعلیم کو اپنے فائدہ کی غرض سے دوسری شکل مین ظاہر کیا اور اپنی مطلق العنانی اور خود مختاری کی حمایت مین قرآن پاک کی آیات کو بیجا استعمال کیا ' اُنھون نے مذہبی باتون مین نکتہ چینی کرنے اور آزادانہ خیالات کی اشاعت کو سختی کے ساتھ روکا اور اس طرح اُنھون نے اسلامی ترقی کی صبح صادق کو روشنی پھیلانے سے باز رکھا ؎

باب چہارم

اسلام ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے

جو لوگ مسلمانون کی تمام غلطیون کا ذمہ دار مذہب اسلام کو قرار دیتے ہین انکو چاہیے کہ سب سے اول اسبات پر غور کرین کہ مغرب کو جو تفوق تہذیب و تمدن مین مشرق پر حاصل ہوا ہے، اُس مین مذہب اور خصوصًا مذہب عیسوی کا کہانتک حصہ ہے۔ زمانہ حال کے بڑے بڑے فلسفی اور حکمار مثلاً گبن بکل ڈریپر لیسکی ہکسلے وغیرہم جنجین یورپ کا تعلیم یافتہ حصہ اپنا پیشوا اور امام سمجھتا ہے، یہ رائے رکھتے ہین کہ مذہب نے بجائے اِسکے کہ ترقی تہذیب مین امداد کی ہو، ہمیشہ رخنہ اندازی کی ہے، اور مغرب مین ترقی و تمدن کا آفتاب اُسوقت طلوع ہوا جبکہ مذہب کو دماغی ترقی نے مغلوب کر لیا۔ اُس زمانہ کی تاریخ کو یورپ مین رینا سینس یا ریجنریشن بالکل ٹھیک کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسکی برکت سے مخلوق خدا جو صدہا برس سے غفلت اور جہالت کی نیند مین سوری تھی چونکی اور بیدار ہوئی۔ رینا سینس وہ زمانہ ہے۔ جبکہ یورپ نے اپنے آپ کو مدت دراز کے بعد مذہب کی غلامی سے آزاد کیا، اس سے پہلے یورپ تمام وقت مذہبی[2] مونشگافیون

---

[1] دیکھو نوٹ صفحہ ۴۔ [2] دیکھو معرکہ مذہب و سائنس مترجمہ مسٹر ظفر علی خان۔

مین صرف کرتا تھا اور نہ اُسمین اتنا دم اور احساس نہ تھا کہ اپنے آپ کو جہالت
اور اوہام پرستی کی تاریکی سے نکالکر سچائی اور دانشمندی کی روشنی مین لاتا
اس بیداری کا سبب یہ نہین ہے کہ اہل یورپ دماغی قوت مین دوسری
مخلوق سے برتر تھے یا اُنکو بہتر مواقع ترقی کرنے کے حاصل تھے، بلکہ اصلی
سبب یہ ہے کہ یونان و روم کے مردہ علوم و فنون مین از سر نو جان پڑی
اور جبتک اہل یورپ کے دماغ سے مذہبی اثر کم نہ ہوا اُنھون نے انجیل
اور کتاب مقدس کے علاوہ کسی اور منبع کو سچائی اور حق حاصل کرنے کا
ذریعہ نہ سمجھا۔ ازمنہ متوسطہ مین اہل یورپ مذہب کے ایسے ہی غلام تھے
جس طرح کہ اسوقت مسلمان اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤن کے غلام ہین،
اور جو امور قرآن پاک یا سنت اور حدیث مین مذکور نہین ہین اُنکی حقارت
اور مخالفت کرتے ہین۔ زمانہ موجودہ کے مسلمانون کی حالت کو دیکھکر کہ وہ
کس قدر دقیانوسی خیالات رکھتے ہین، اُنکے دماغ کس قدر کمزور ہین،
اور اُنکے مذہبی پیشوا کس قدر دغاباز ہین یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اسلام
ہمیشہ سے ایسی ہی تاریک اور متنزل حالت مین رہا ہے اور تنقید کا نشتر
کبھی کلام پاک یا حدیث پر استعمال نہین کیا گیا ہے، اور نہ اسلام مین آزاد
خیالی کا نہ کبھی وجود تھا اور نہ آیندہ کسی حالت مین مسلمانون کو روشن خیالی
نصیب ہوگی ؛

مگر ایسا خیال واقعات کے بالکل خلاف ہے جسوقت ہم اپنی برتری کا
اظہار کرتے ہین اور اسلام کو بیجا تعصب کا الزام دیتے ہین تو ہم یہ بات بھول جاتے ہین

کہ عیسائی تعصب اور جوش مذہبی نے اسلام سے بھی زیادہ قابل نفرت وحقارت بے اعتدالیون سے کام لیا- اور بہ نسبت عیسائیون کے مسلمانون مین آزادخیالی اور کورانہ تقلید کا تنازعہ جلدتر[1] شروع ہوگیا تھا- جس زمانہ مین کہ اسلام کی شان وشوکت کا نقارہ دنیا مین بج رہا تھا اور اُسکی اقتدار کا جھنڈا نہ صرف نصف ایشیا بلکہ یورپ اور افریقہ مین بھی لہرا رہا تھا اور جس زمانہ مین کہ اُن خرابیون اور غلطیون کا جنھون نے مروجہ اسلام کی صورت کو مسخ کردیا ہے وجود نہ تھا' اُسوقت بھی بکثرت مسلمان ایسے موجود تھے جو مذہبی امور مین عقلی دلائل سے کام لیتے تھے جنھون نے قرآن اور حدیث کو علیحدہ درجون مین تقسیم کیا' اور جو اصول آجتک اسلامی مذہب کے ارکان سمجھے جاتے ہین اُنکی نسبت بھی اُنھون نے نکتہ چینی کی تھی' پس ابتدائی زمانہ مین بھی مذہب کو تنقیدی نظر سے دیکھنے والے موجود تھے' اور ابوالعلاء المعری[2] جیسے آزادخیال مسلمانون کی کمی نہ تھی ؎

اصلاح کا دروازہ اسلام مین کبھی بند نہ تھا اور مسلمانون نے بڑی محنت کرکے مذہب کو آسان بنایا اور اصلاح کا دروازہ کھولا- گو اسلام مین ریفارمیشن

---

[1] دیکھو علم کلام مصنفہ مولانا شبلی- مترجم

واصل ابن عطا (۱۳۱ھ) کو فرقہ معتزلہ کا بانی کہنا چاہیے- کیونکہ اُنھون نے دوسرے مسلمانون کے اعتقادات کی کورانہ تقلید نہین کی بلکہ اُنکو عقل کی کسوٹی پر پرکھا-

[2] ۳۶۳ھ ہجری مین پیدا ہوا-

(اصلاح) کا زمانہ بہ نسبت عیسائیت کے بہت جلد شروع ہوا۔ کیونکہ عیسائی مذہب نے پندرہ سو برس تک انسانی دماغ کو سختی کے ساتھ اپنے قابو مین رکھا اور اُسکی حریت کے لیے اس مدت مین کوئی کوشش سنجیدگی کے ساتھ نہین کی گئی۔ برخلاف اسکے اسلام مین دماغ نے مذہب کا مقابلہ کرنا ابتدا ہی زمانہ یعنی دوسری ہی صدی مین شروع کر دیا تھا۔ مگر اسلام نے کبھی اپنے معتقدین کو جبر، ظلم، مطلق العنانی سے اس قدر برانگیختہ نہین کیا جیسا کہ ازمنہ متوسطہ کے عیسائی پاپون اور پادریون نے۔ اسلام مین کونسا سٹل انڈلجنس اور ان کوئی زیشن کا وجود نہ تھا۔ چرچ (کلیسہ) کے جو عام معنی یورپ مین رائج ہین اسلام مین اُسکا کہین وجود نہین ہے کیونکہ کیسا ہی خود مختار اور زبردست خلیفہ کیون نہ ہو لیکن اُسکی مجال نہ تھی کہ اسلامی ممالک کے دنیاوی معاملات مین ایسی مداخلت جائز رکھے جیسی کہ ازمنہ متوسطہ کے مجاہدین اور پوپون کو تمام یورپی ممالک مین حاصل تھی۔ معتزلہ مرجیہ خارجیہ وغیرہ کے اختلافات اور اعتراضات اور بعض احکام شریعت اور فقہ کے مسائل پر تفریق دراصل ریفارم (اصلاح) کی راہ مین کوششین تھین جن مین خلفاء کے حقوق کو کم یا محدود کرنے کا خیال بھی نہ تھا حالانکہ اُس زمانہ مین جبکہ خلافت سلطنت کی صورت مین تبدیل ہو گئی اس قسم کی مداخلت کے لیے وجوہات موجود تھے۔ مصلحان اسلام کا صرف یہ مقصد تھا کہ مذہب کو اشتباہات سے پاک رکھا جاوے۔ دنیاوی معاملات اور امور مملکت سے تعرض نہ ہو اور جہانتک

ممکن ہو سکے مذہب اور عقل مین توافق پیدا کیا جائے مگر افسوس ہے کہ آزادخیالی
کی راہ مین یہ کوششین زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہین - اسلام کی آخری
تاریخ مین انکا اثر بالکل زائل ہوگیا - اور زمانہ موجودہ مین اُن مصلحانِ
مذہب کی کوششونکو مردود اور خلاف شرع سمجھا جاتا ہے - مسلمانون کے
ساتھ میرے تعلقات مدتون قایم رہے مگر مین نے بجز چند علماء اور ملاؤن
کے، وہ بھی اتفاقیہ، کسی کو معتزلہ مرجیہ خارجیہ وغیرہ کا لفظ زبان پر لاتے
ہوئے شاذ ہی سنا ہ

مذہب اور عقل مین جو کشاکش ہوئی اُسکے قبل از وقت بند ہوجانے
کے مختلف اسباب تھے، اور مسلمان جوش مذہبی اور بلند خیالی سے گذر کر
آزادخیالی تک نہ پہونچنے پائے تھے کہ انحطاط شروع ہوگیا - اولاً ایشیائی
باشندے فطرتاً جوش مذہبی اور تصوف کی جانب بہ نسبت اہل یورپ کے زیادہ
مائل ہوتے ہین - اہل ایشیا بجائے اسکے کہ عقل کی ٹانگون پر چلین مذہب
کی بیساکھیون کے سہارے چلتے ہین - اور قدرتی مشاہدات انتظام ارضی
وسماوی، اور روزمرہ کی زندگی کے قانون کی توضیح قرآن اور حدیث کے مطابق
کرنا چاہتے ہین - اور یہ نہین کرتے کہ اُن معاملات کی تہ کو علمی تحقیقات کی
مدد سے پہونچین - ثانیاً اسلام کی بنیاد بہ نسبت عیسائیت کے بہت زیادہ مضبوط
اور مستحکم ہے، عیسائیت کے مسئلہ تثلیث کا اسلام کی خالص توحید کے مقابلہ
مین آنا مشکل ہے اور حضرت عیسیٰ کی پیغمبری کے اثبات مین جو
معجزے پیش کیے جاتے ہین اہل ایشیا کے نزدیک ہیچ سمجھے جاتے ہین، جبکہ

اشاعت اسلام اور تعلیم محمدی کی حیرت انگیز سرعت پر خیال کیا جاتا ہے۔
ثالثاً اسلام نے بہ نسبت عیسائیت کے اپنے معتقدان کی مادی اور اخلاقی
ضروریات کا زیادہ خیال رکھا ہے۔ اور عیسوی مذہب باوجودیکہ ایشیا مین
پیدا ہوا مگر ایشیا مین اُس نے کبھی نشوونما نہین پایا اور مغربی اقوام نے
آگے چلکر اُسے اپنے خیالات کے سانچہ مین ڈھال لیا۔ اسلام کے مسئلہ
جہاد ہی پر خیال کرو۔ انسانی جذبات اور خواہشات کا اس قدر لحاظ
کیا گیا ہے کہ دوسرے مذاہب مین نہین ہے، مجاہدین کو آیندہ زندگی مین
ایسے حقوق عطا ہوئے ہین جو کفار کو کبھی نصیب نہ ہونگے، اسلام کے
چار بڑے ارکان یعنی نماز زکاۃ حج روزہ کو بھی پیروان اسلام نشاط افزا
اور صحت بخش فرائض سمجھتے ہین۔ کیونکہ پنج وقتہ نماز مین ہر مرتبہ وضو کرنا
اور جسم کو صاف رکھنا لازمی ہے۔ زکاۃ مین عام خیرات اور غربا مساکین
کی امداد شامل ہے۔ حج سے دوسرے ممالک کے سفر کے تمام فوائد
حاصل ہوتے ہین اور روزہ انسان کے معدے کو درست رکھتا ہے
اسلام مین رہبانیت یا ترکِ دنیا، ایذا پسندی وغیرہ مفقود ہین۔
اور ان امور مین سے جو باتین حال کے مسلمانون مین پائی جاتی ہین
وہ محض بدعت اور اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہین یہانتک کہ
جو معجزات آنحضرت صلعم کی جانب اب منسوب کیے جاتے ہین اول صدی
ہجری کے علماء نے اُنسے انکار کیا ہے۔ اسکی جانب فرانسیسی مستشرق
آر ٹا نے سنہ ۱۹۰۳ء کے کانگرس مذاہب منعقد بسلی مین توجہ دلائی تھی۔ قصہ

مختصر یہ ہی کہ ابتدا مین اسلام ہر قسم کے مبالغون سے پاک تھا - اور اقوام قدیم اُسکے ارکان کی سادگی پر فریفتہ ہو کر بطیب خاطر مسلمان ہو گئین - بطور مثال کے ہم افریقہ اور ایشیا کے مختلف ممالک کو پیش کر سکتے ہین جہان آج بھی باوجودیکہ مسلمانون کی دنیاوی قوت قطعًا برباد ہو چکی ہے اشاعتِ اسلام کا سلسلہ بخوبی جاری ہے[1]؀

یہی وجہ ہو کہ اسلام عیسائیت کی طرح آسانی متزلزل نہ ہوا - مذہب عیسوی سائنس کے پہلے ہی حملہ مین بیخ و بنیاد سے ہلگیا - یورپ کی موجودہ سائٹی مین مذہب محض مصنوعی طریقون سے قایم رکھا گیا ہی - کیونکہ بعض پیشوا اور گورنمنٹ اپنی ذاتی یا معاشری اغراض کی وجہ سے اُسکا قیام ضروری سمجھتے ہین جس چیز نے اسلام کو نقصان پہونچایا اجسنے اُسے غیر متحرک اور انحطاط کیحالت مین رکھا وہ اسلام کے اعتقادات یا اُسکی تعلیم نہین بلکہ شاہان اسلام کی جابرانہ مطلق العنانی ہے - وہ ہر ایک آزادانہ اور خلاف مذہب تحریک کو پائمال کر دیتے تھے - آزاد خیال علماء کی تائید کرنے والا عوام مین کہان ملتا کیونکہ جب سے اسلام مین شخصی سلطنت کی بنیاد پڑی بادشاہ مذہبی اور دنیاوی امور مین خود مختار رہے اور اُنکو ایسے اختیارات حاصل تھے جو عیسائی حکمرانونکو کبھی نصیب نہ ہوئے - خلفا مین بعض ایسے بھی گذرے ہین جنھون نے اہم ترین مذہبی مباحث کو آزادی کے ساتھ شائع ہونے دیا اور بہ حیثیت مذہبی پیشوا ہونے کے اُنکو اس قسم کا حق بخوبی حاصل تھا - برخلاف اسکے سلاطین نے

---

[1] دیکھو پائنیر اخبار مورخہ ۸ - اگست سنہ ۱۹۰۶ء

سرگرمی کے ساتھ مذہبی امور میں ہر قسم کی آزادانہ تحریکوں کو روکا - اور آزاد خیالی کے میل سے اسلام کی باحتیاط تمام نگہداشت کی - انھوں نے بیجا تقلید اور فروعات کی مضبوط ڈھری، تھری، دیواروں سے اسلام کو محصور کیا اور بیرونی دنیا کے تعلقات سے بالکل علیحدہ رکھا - مُلا نہایت اصرار کے ساتھ ایسے خیالات کی تلقین کرتے ہیں جو انسانی تحریکات کو تباہ کرنے والے ہیں - اور جوش اور چستی چالاکی کے اظہار کو مردود سمجھتے ہیں اور مسئلہ تقدیر کی کورانہ تقلید کراتے ہیں - ہر روز اذان کے وقت مسلمانوں کے کانوں میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کی آواز آتی ہے مگر باوجود اسکے "دنیا کے فانی" اور تمام دنیاوی باتوں کی بے ثباتی کی تلقین کی جاتی ہے اور الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب ہر وقت اُنکے پیش نظر کیا جاتا ہے:

علاوہ برین حرم سرا کے قیود اور پردہ اور عورت و مرد کی علیحدگی بھی جزو مذہب بتائی جاتی ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ قرن اول کی مسلمان خواتین مجلسوں میں بلانقاب شریک ہوتی تھیں - اور بعض قابل بیبیاں علمی مضامین پر درسگاہوں میں تقریر کیا کرتی تھیں - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب موسیٰ[1] بن نصیر نے اسپین پر حملہ کیا تو ایک حصہ فوج کی سردار ایک عورت تھی! ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی پیشواؤں نے اپنی قوم کو بیرونی اثر اور روشنی سے سختی کے ساتھ محفوظ رکھا ہے - اور اس طرح پیروان دین محمدی - تاریکی کے غار میں پڑے ہوئے دنیا کے دوسرے ممالک کے حالات سے

---

[1] موسیٰ اسلامی افریقہ کا گورنر تھا - اُسکے حکم سے طارق نے اسپین پر حملہ کیا تھا - مترجم

محض بے خبر ہین - اُنکو مطلق خبر نہین کہ مغربی عیسائیون نے علوم و فنون اور
آزادانہ تحقیقات مین کس قدر ترقی کی ہے وہ نہین جانتے کہ یورپ بتدریج
مذہب کے قیود سے آزاد ہوتا جاتا ہے ؛

مفصلہ ذیل اقتباس ایک ترک نامہ نگار کے مضمون سے نقل کیا جاتا ہے
جو حالت اُسنے اپنے ملک کی ظاہر کی ہے اُسکا اطلاق عام مسلمانون پر بھی
"چونکہ ہم مغرب سے بالکل جدا ہین، ہمین نہین معلوم کہ ہم کہان سے
آئے، کہان ہین اور کہان جا رہے ہین، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ہم زمانہ موجو
مین رہتے ہین - ہمین آیندہ کے متعلق کیون شش و پنج مین پڑنا چاہیے
تب بھی اپنے گرد و پیش کے حالات سے لاعلمی کا ہمارے پاس کوئی عذر نہین ہے
یورپ مین ترقی نظر آتی ہے، ہر روز نئی ایجادین ہوتی ہین اور روشنی او
آزادی کا بازار گرم ہے مگر ہمین اسکی کچھ خبر نہین - یورپ مین بڑی زبردست
تحریک جاری ہے - آزاد خیالی کا جھنڈا ہر جگہ لہرا رہا ہے - ایک قوم گرتی
ہے تو دوسری اُسکی جگہ لیتی ہے - اور نئی دنیا دریافت ہوتی ہے، لیکن ہمکو
اسکی کچھ خبر نہین - گویا کہ ہمارے اور مغرب کے درمیان ایک اونچی اور
مضبوط دیوار حائل ہے، کبھی کبھی جنگ کے لیے ہمنے اس دیوار کو توڑا ہے
لیکن باہر کی دنیا کا صرف اپنے قلعون اور خندقون سے نظارہ کیا ہے -
صدیان گذر گئین مگر ہمین یورپ کی ترقی تمدن و تہذیب کا حال معلوم نہ
حقیقت حال یہ ہے کہ ہم نے آنکھون پر پٹی باندھ لی اور کچھ نہ دیکھنا چاہا
یہانتک کہ ہمارے تنزل نے ہماری آنکھین کھولین - اس سے پہلے

ہمین یورپ کی ترقی سے فائدہ اُٹھانے کا خیال کبھی نہ ہوا[1]"

مسلمانون کو یورپ سے ربط ضبط پیدا کرنے سے اسلام نے ہرگز منع نہین کیا قرآن مجید مین ہے "فانظر الی الارض کیف سطحت[2]"

"اسلام نے مسلمانون کو مغربی اقوام سے علم حاصل کرنے سے نہین روکا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے "علم مسلمانون کا سرمایہ ہے - اگر ملحد کے یہان سے بھی ملے تو علم کو حاصل کرنا چاہیے" منفصلہ ذیل آیات[3] قرآن سے نقل کی جاتی ہین' ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام جہالت اور تاریک خیالی کی حمایت نہین کرتا:

(۱) علم کی تلاش کرو خواہ وہ چین مین ہو -

(۲) مہد سے لحد تک علم کی تلاش کرو -

(۳) علم کا ایک لفظ زیادہ قیمتی ہے بہ نسبت سو نمازون کے -

(۴) کل قوم کی تباہی اتنی افسوسناک نہین ہے جتنی ایک عالم کی موت -

(۵) علماء کی روشنائی شہداء کے خون پر فضیلت رکھتی ہے -

(۶) عاقل جاہل سے رتبہ مین سات گونہ بہتر ہے -

(۷) علم کا ایک لفظ سیکھکر کسی مسلمان بھائی کو سکھانا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے

(۸) خدا اور فرشتے اور آسمان اور زمین کے باشندے اُس شخص کو دعائے خیر

---

[1] اخبار ترک نمبر ۱۲ مطبوعہ قاہرہ -

[2] زمین کی طرف دیکھو کیسی بچھائی گئی -

[3] ان مین صرف آیات قرآنی ہی نہین ہین بلکہ احادیث بھی شامل ہین -

کرتے ہین جو نیکی سکھاتا ہے۔

(۹) دو آدمیونکا مثل نہین ہے اول مالدار سخاوت کرنے والا۔

دوئم۔ عالم علم سکھانے والا۔

(۱۰) علماء انبیا کے وارث ہین۔

ہم نے یہان صرف دس مقولے نقل کیے ہین حالانکہ اسلام مین بیشمار مقولے تحصیل علم کی ترغیب و تحریص مین ہین۔ اور ہم اس سوال کے کرنے کی جرأت کرتے ہین۔ کیا بائبل یا مذہب عیسوی نے علم حاصل کرنے اور پھیلانے والون کی، اسلام سے زیادہ ہمت افزائی کی ہے؟ ہرگز نہین!! اور اگر باوجود اسکے اور نیز باوجود اپنے مذہبی امتناع کے عیسائی دنیا نے ازمنۂ متوسطہ کی تاریکی سے نکلکر عقل و فہم کی روشنی مین قدم رکھا ہے اور اپنے اندھے مذہب اور اوہام پرستی کی شکستہ بنیاد پر روشن خیالی کی جدید عمارت قایم کرلی ہے تو پیروان دین اسلام کے لیے ایسی ترقی اور تبدیلی کس قدر زیادہ آسان تھی بشرطیکہ اہل ایشیا مین اپنے پیشواؤن اور بادشاہون کے جبر و ظلم کی دوہری بیڑیون سے آزادی پانے کی قوت ہوتی۔ اور مسلمان پیغمبر صلعم کی ہدایت اور تاکید تحصیل علم کو اچھی طرح سمجھتے مغرب نے تو اپنے ممالک کی آب و ہوا سے فائدہ اُٹھا کر اور جوش ہمت اور قوت سے کام لیکر اپنے آپ کو آزاد کرلیا۔ اور بین جوتی زمین پر تمدن جدید کی نو آبادی قایم کرلی۔ مگر مشرق جسمین مسلمان۔ بودھ برہمن۔ شامان۔ سب اقوام رہتی ہین ہزارہا برس کے زنگ آلودہ تعصبات کا مقابلہ

یورپ اور ہندوستان کا مقابلہ

کرتا رہا - یہی باعث ہے کہ یورپ نے جوش جوانی اور اپنی پوری قوت کے ساتھ کوشش کرکے تہذیب و تمدن کی عمارت کو بہ نسبت کہن سال، شکستہ، اور کاہل وجود ایشیا کے زیادہ بلند کرلیا - مسلمانون کی سہل انگاری کے ذمہ دار اصول اسلام نہین ہین بلکہ مذہب کی مجموعی حیثیت جو تمام ایشیا مین اب بھی وہی قوت رکھتی ہے جو اُسے ازمنہ متوسطہ مین یورپ مین حاصل تھی، اُسکا زور ہر چیز مین محسوس ہوتا ہے تمام انسانی خیالات اور جذبات پر اُسکا تسلط ہے - اور روزانہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے کامون مین بھی اُسکا اثر ہے - آدمیونکی نشست برخاست، کھانے، پینے، سونے، حتی کہ عشق و محبت مین بھی مذہب کو دخل ہے - گویا کہ طلسمات کا حصار انسانونکے گرد کھنچا ہوا ہے جسکے باہر قدم نکالنا مشکل ہے - اور انسان مثل شیرخوار بچے کے ہے اور جس طرف مذہبی یا دنیوی پیشوا چاہتے ہین اُنگلی پکڑکر چلاتے ہین لیکن بدقسمتی سے مشرقی مسلمانون کے پیشوا اپنی ذاتی ضروریات اور مقاصد کا بہ نسبت عوام کی ضروریات کے زیادہ خیال رکھتے ہین - اور اپنی قوت گھٹ جانے کے بعد بھی جبکہ اُنکے تاج و تخت یکے بعد دیگرے تباہ و برباد ہونے لگے اُنھون نے ظالمانہ اور جابرانہ برتاؤ مین کمی نہ کی - اور عوام کو مذہب کی آڑ مین رہ کر جہالت کی تاریکی مین رکھا اور آزاد خیالی کی راہ مین جو کوشش ہوئی اُسے آگ اور تلوار کی مدد سے نیست و نابود کیا ؛

سلطنت اور مذہب مین جو تعلقات اسلام مین پیدا ہوگئے ہین اُنکے مضر اثر کو خود

سلمان محسوس کرنے لگے ہین - ایک ہندوستانی عالم مجھے ہندوستان سے
سب ذیل تحریر کرتا ہے "عیسائی یورپ مین ہمیشہ سے مذہب اور سلطنت
لیف رہے ہین اور ہر ایک کا مقصد رعایا کو مغلوب رکھنا رہا ہے -
پین کی حالت پر غور کرو جو پادریون کا تختۂ مشق ہے یہ سچ ہے کہ
ا جابر مسلمان حکمرانون کے حلیف رہے ہین لیکن خوش قسمتی سے اسلام
ین مُلّائیت کسی خاص فرقہ سے مختص نہین ہے - اگر یورپ باوجود اپنے
ہر عیسوی اعتقادات کے متمدن اور ترقی یافتہ ہوگیا ہے تو اسلامی ایشیا
ں قالب مین از سر نو ترقی وتہذیب کی جان پڑنے کی قوی امید ہے - کیونکہ
سلام کے اعتقادات عیسوی مذہب کی طرح باطل اور جامد نہین ہین
سلام مین دینی ودنیوی امور مین اتحاد محض جبر وظلم کی وجہ سے قائم
ہے - جسکے دور کرنے کی سب سے اول ضرورت ہے" ؛

ہماری راے کی تصدیق کہ اسلامی دنیا کا تنزل مذہبی پیشواؤں کے
ظلم اور قوت کی وجہ سے ہوا ہے جاپان کی حیرت انگیز ترقی سے بہت
چھی طرح ہوتی ہے - جبکہ جاپانی باوجودیکہ وہ بعض معاشری اور سیاسی
مور مین ٹھیٹ ایشیائی ہین آن واحد مین یورپی سانچے مین ڈھل گئے
ور ہمارے علوم وفنون، طریقہ حکومت[1] اور عادات اور خیالات کو

ل[1] جاپانیون نے ۱۸۵۴ء سے پہلے پارلیمنٹ کا کبھی نام بھی نہ سنا تھا - مگر سنہ ۱۸۸۸ء مین جبکہ قوم مین
تعلیم وتربیت پھیل گئی بادشاہ نے رعایا کو طریقہ پارلیمنٹ کی حکومت عطا کی گویا کہ اُس نے اپنے سیاسی
اقتدار کو رعایا کے سپرد کر دیا - اور لطف یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی جو خرابیان یورپی ممالک مین ہین وہ جاپان مین مفقود ہین مترجم

اُنھون نے اختیار کرلیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ مذہب کی جانب سے لاپروا بلکہ دراصل ملحد تھے۔ اُنکا قومی مذہب شنٹو درحقیقت مذہب نہین ہے بلکہ محض بہادرون، بادشاہون، آبا و اجداد، اور نیچر کی قوت کے احترام کی تلقین کرتا ہے۔ اور سب سے اہم اعتقاد یہ ہے ''اپنی فطرتی (نیچرل) جذبات کی پیروی کرو، اور جو اُس کا حکم ہو تعمیل کرو'' معمولی تعلیم یافتہ جاپانی بھی عام مذہب پر ہنستا ہے۔ اور تعجب کرتا ہے کہ مغربی ممالک مین مذہب ابتک کس طرح قایم ہے[۱]۔ آزادی کا جوجوش جاپانیون مین ہے وہ حکمرانون کی خودمختاری کو کبھی جائز نہین رکھ سکتا۔ موجودہ شاہ متسوہتو کو کسی نے مجبور نہین کیا جبکہ ۱۸۸۹ء مین اُس نے رعایا کو پارلیمنٹ عطا کیا۔ نہ کسی خدائی حکم نے نہ الہام نے اُسے یورپ کی عمدہ باتون کو قبول یا تقلید کرنے سے باز رکھا۔ جاپانی کافر اور ملحد کے نام سے ناآشنا ہین جسے وہ نفرت اور حقارت کے ساتھ دیکھنے پر مجبور ہون جیسا کہ دین پرست عیسائیون اور مسلمانون کا دستور ہے، جاپانی مذہب کی تنگ دنیا سے جس قدر علیحدہ رہتا ہے اُسی نسبت سے آزادی اور ترقی کی روشنی کے قریب

[۱] جاپانی مدبرون کے مذہبی خیالات کا اندازہ مارکوئس اٹو کے مفصلہ ذیل تحریر سے ہوسکتا ہے جو اُسنے ۱۸۹۹ء مین پارلیمنٹ عطا ہونے کے وقت تحریر کی تھی ''کسی قوم مین سرکاری مذہب کی حیثیت سے کسی اعتقاد کو بہ جبر منوانا رعایا کی فطرتی دماغی ترقی کے سخت مضر ہے۔ اور ترقی علم کی جو مقابلہ اور آزادی پر منحصر ہے منافی ہے۔ پس کسی ملک کو یہ حق یا قدرت حاصل نہین ہے کہ کسی خاص عقیدہ یا مذہب کی اشاعت کیلیے کوئی جابرانہ تدبیر اختیار کرے۔''

پہونچتا ہے - جاپان کی تازہ ترین تاریخ جملہ اسلامی اقوام کے لیے تنبیہ اور عبرت آمیز مضامین سے پُر ہے - اور مسلمانون کو سنجیدگی کے ساتھ اُنپر غور کرنا چاہیے - بعض ناظرین کو غالباً یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ روس جیسے خود مختار ملک مین بھی مسلمان اپنے مذہبی پیشواؤن کے جابرانہ طریقون کے خراب اثر کو محسوس کرنے لگے ہین محمد فاتح بن غلمان اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ - پر حسب ذیل تحریر کرتا ہے :-

"ہمارے مذہبی پیشوا مذہب کے صرف بیرونی صورت سے تعلق رکھتے ہین مذہب کی روحانی اور علمی حالت سے علماء خود واقف نہین ہین اور اس لیے اُس سے کچھ نفع نہین اُٹھاتے، چونکہ اُنکا دماغ اور عقل اسقدر غیر مکمل ہے اسلیے وہ مذہب سے ذاتی مفاد کے سوا اور کچھ کام لینا نہین چاہتے، اور خلق اللہ کو فائدہ پہونچانے کے بجائے سخت نقصان پہونچا رہے ہین - اے اہل یورپ! تمنے سخت کوشش اور ایثار نفسی کرکے خیالات کی آزادی حاصل کر لی ہے - اور تم نے اپنے آپ کو بیوقوف مذہبی علماء کے ظالمانہ گرفت سے آزاد کر لیا ہے آج تم اپنے خیالات اور نور ایمان کو بالکل آزاد پاتے ہو - تمھارا دماغ علم کی روشنی سے منور ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارا مذہب ابھی تک جاہل ملاؤن کے پنجہ مین گرفتار ہے ہم اُنکے چنگل سے اپنے مذہب کو آزاد نہین کر سکتے - اور جبتک ہمین کانشنس (نور ایمان) کی آزادی نصیب نہو گی ہم اصل مذہب سے دور رہین گے - اور ہماری پولٹیکل ہستی مفقود رہے گی"۔

اِن تاتاری مصلحون کی ترقی یافتہ خیالات کا پھر تذکرہ ہوگا یہان مین پھر اِس واقعہ کی تصدیق کرنا چاہتا ہون کہ اسلامی دنیا مین بیداری نظر آتی ہے اور باوجود طرح طرح کی رکاوٹون کے بھی اُنمین اصلاح اور آزادی حاصل کرنے کی بڑی تمنا پائی جاتی ہے۔ اور اُن مسلمان علماء کا طرز بیان جنھون نے صرف معمولی ترقی تہذیب وتمدن مین کی ہے بعض وقت نہایت حیرت انگیز ہوتا ہے محمد فاتح بن غلمان لکھتا ہے "بجاے اِسکے کہ صغیرہ اور کبیرہ نجاست جسمانی کی تفصیل بیان کرائی جائے یا یہ کہ نوجوان طلباء کو ایسے معاملات ذہن نشین کرائے جائین جنکے ذکر سے ہی ہمین شرم آتی ہے، ملاؤن کو چاہیے کہ دین محمدی کے اصول اور مذہبی تعلیم کو سمجھائین۔ کیونکہ اختلاف فروعات پر نکتہ چینی کرنیکا نام مذہب نہین ہے۔ اِن سے اسلام کی بڑی تضحیک اور نیز نوع انسان کی اصلی ترقی اور اصلاح مین رکاوٹ ہوتی ہے، ایسی ہی آزادی اور زور کے ساتھ اخبار ترک کا ایک عثمانی نامہ نگار تحریر کرتا ہے "تعلیم قرآن کے مکاتب جاری کرنیکے بجائے اپنے بچونکو یورپ بھیجو تاکہ کوئی مفید بات سیکھین" روز بروز ایسی آزادی کے خیالات کا رواج ہوتا جاتا ہے۔ حالانکہ میرے زمانہ مین اِن امور کیجانب اشارہ کرنا بھی کفر کی دلیل سمجھا جاتا تھا اور مسلمان نہایت سختی کے ساتھ نفرین اور ملامت کرتے تھے۔[1]

---

[1] بجنسہ یہی کیفیت ہندوستان مین بھی ہوئی ہے معاشری اور تعلیمی معاملات کی نسبت ابتدا مین جو خیالات سرسید احمد خان علیہ الرحمۃ نے ظاہر فرمائے اُنکی کسقدر ملامت کی گئی اُنکے لیے بیت اللہ شریف سے کفر کے فتوے منگائے گئے۔ مگر آج آزادی کے ساتھ ایسے خیالات ظاہر کیے جاتے ہین۔ مترجم

باب پنجم

آزادی کی بیداری

مسلمانوں کا ظلم

مسلمان فرمانرواؤن کی بے انتہا ظلم اور زیادتی کی وجہ ہے کہ اسوقت تک اہل ایشیا کو آزادی خیالات نصیب نہ ہوئی۔ جو لوگ ایشیائی خودمختار بادشاہ کے نفرت انگیز طرز حکومت اور جبر اور بدنظمی سے واقف ہین اور جنھون نے رعا کی قابل رحم حالت کو بچشم خود دیکھا ہے غالباً اُنکو تعجب ہوتا ہوگا کہ رعایا ظلم اور بے انصافی کے خلاف غدر کیون نہین کرتی۔ اور ہر قسم کے جبر اور سختی کا صبر اور شکر کے ساتھ کیون برداشت کرتی ہے۔ اسکی توضیح مشکل نہین بات یہ ہے کہ ایشیائی بادشاہ ظل اللہ ہونے کی وجہ سے حد درجہ کے احترام اور تعظیم کے مستحق سمجھے جاتے ہین۔ اور بردباری اور غلامانہ اطاعت تمام اہل ایشیا کا خاصہ ہے۔ ایشیائی تمدن مین حکومت اور مطلق العنانی ہم معنی الفاظ سمجھے جاتے ہین۔ جب حد درجہ کی لاچاری غالب آتی ہے اور انتہا کی بدنظمی کی وجہ سے اُنکا صبر و تحمل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے تو اُس حالت مین البتہ وہ برانگیختہ ہوکر غدر کی جانب مائل ہوتے ہین اسکی مثالین بھی بہت کم ملین گی۔ یہ خیال کرکے کہ یورپ مین صدیونکی محنت اور کشاکش کے بعد ہمین آزادی خیالات اور انسانی حقوق حاصل ہوئے ہین

اور وہاں اب بھی بعض اقوام ایسی ہیں جو بطیب خاطر خود مختار حکومتوں کے شکنجے میں دبی ہوئی ہیں، ہمیں مشرق کی حالت پر چنداں تعجب نہ کرنا چاہیے۔
ترقی اور آزادی کی آگ شعلہ کی طرح دفعتًا نہیں بھڑک اٹھتی بلکہ آہستہ آہستہ ایک گھر سے دوسرے گھر تک اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہونچتی ہے۔ اور چونکہ انیسوین صدی مین مشرق قریب کے مسلمان ہماری السنہ اور علوم و فنون کی تحصیل، اور ہماری معاشری اور سیاسی امور مین دلچسپی ظاہر کرنے پر مجبور ہوئے ہین پس وہ زمانہ دور نہیں ہے کہ مسلمان خود مختار اور آزادانہ زندگی کے متمنی ہون۔ جو مسلمان ممالک مقبوضہ یورپ مثلاً ہندوستان مصر اور الجیریا مین رہتے ہین وہ پولٹیکل آزادی کے فوائد کو بہ نسبت ممالک عثمانیہ کے باشندونکے کسی قدر پہلے محسوس کر چکے ہین۔ ٹرکی مین پولٹیکل آزادی کا شیوع گذشتہ صدی کے آخری نصف حصہ مین ہوا۔ مین نے اس دلچسپ تحریک کو بڑی دقیق نظر سے دیکھا ہے۔ اور اس کے مختلف مدارج کا نہایت دلچسپی سے مطالعہ کیا ہے پولٹیکل آزادی کی تمنا پیدا کرنے کے لیے قومیت کا احساس ہونا لازمی امر ہے اسلام مین قومیت کا خیال کبھی پیدا نہین ہوا کیونکہ قرآن مین "کل مومن اخوۃ"* کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لیے پہلا مرحلہ ثبوت طلب یہ تھا کہ اسلام اور عیسائیت مین ترقی کی یکسان قابلیت ہے، اور جو کچھ عیسائیت نے کیا اسلام بھی کر سکتا ہے۔ اگرچہ مسلمان لیڈر مغربی عیسائیون کے برتری کو تحسین کرکے

* نوٹ :- قرآن شریف میں انما المومنون اخوۃ ہے۔ مکرم مترجم رحمہ اللہ کی نظر سے وا میری کی یہ غلطی رہ گئی۔

بے چین ہوتے تھے۔ مگر اہل یورپ کے سامنے مسلمانون کی تہذیب
و تمدن کی گذشتہ روشن تصویر کو پیش کر کے یہ ثابت کرتے رہے کہ اسلامی
دنیا نہ صرف ترقی کی صلاحیت رکھتی ہے بلکہ آزادی حاصل کرنے کے لیئے
تیار ہے۔ قسطنطنیہ مین ضیا پاشا، خیر اللہ آفندی، جودت آفندی، اور
عالی پاشا، نے اس تحریک مین زیادہ حصہ لیا اور اپنی گذشتہ تہذیب
و تمدن کی مدح سرائی کر کے اسلام کے موجودہ دماغی اور ذہنی افلاس
کو چھپانا چاہا تھوڑے عرصہ تک انھون نے اپنی قدیم مذہبی دنیا
مقابلہ موجودہ عیسائی ممالک سے فخر کے ساتھ کیا۔ لیکن بہت جلد اُنکو
ماننا پڑا کہ یہ مقابلہ سراب کی صفت رکھتا ہے کیونکہ یورپ مین علم او
مذہب جدا رکھے گئے ہین، اور نیز اسوجہ سے بھی ان ترکی علما کو
اعتراف کرنا پڑا کہ تمدن اسلام کی گذشتہ عظمت کے بانی عرب تھے
اور اُنکے کارنامون پر ترک فخر نہین کر سکتے تھے، پس مذہبی برتری کو
ترک کر کے ترکون نے قومیت کیجانب رجوع کیا، اگرچہ اسلام نے ایسی
قومیت کی تفریق کو جائز نہین رکھا ہے تاہم ان جوشیلے ترکون نے طے کیا
کہ، خواہ کچھ بھی ہو، ترکی قوم کو دنیا مین پیش قدمی کرنا چاہیے۔ اس تحریک
کے پھیلانے والے شناسی آفندی، کمال بے، سعد اللہ پاشا، اور دیگر ترکی
علما تھے انھون نے زبان کو سادگی کا جامہ پہنایا اور عربی فارسی الفاظ
کے ثقل اور حشو کو دور کیا۔ ابتداً اس جدت کو بدعت سیئہ کہکر ردو
کیا گیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کسی قدر کامیابی حاصل ہوئی جیسا کہ بیان ہوچ

زبان کی اصلاح کا اثر پولٹیکل زندگی پر پڑنا قدرتی امر تھا۔ اور مغربی دنیا کا
لٹریچر جس قدر ترکی زبان مین سرایت کرتا گیا، اور آل عثمان نے اصلاح کی
راہ مین جسقدر منزل طے کی، اُسی نسبت سے قومیت کا خیال اور جوش،
ترقی کرتا گیا۔ اور اُسی کے ساتھ پولٹیکل آزادی کی ایسی تمنا تمام قوم مین
پیدا ہوئی کہ جسکا کبھی گمان بھی نہ تھا۔ باوجود اسکے کہ قرآن مجید مین مذکور ہے
کل اسلام حر ثہ[۱] "درجملہ مسلمان آزاد ہین"
اس سر گرمی کے اظہار سے خودمختار سلطان اور اُسکے درباریون کو شبہہ ہوا،
سلطان عبدالعزیز جسے غرور بیجا نے دیوانہ بنا رکھا تھا اور جو اپنی ذات کو
انسانی دسترس سے ارفع و اعلیٰ سمجھتا تھا جب یہ سُنا کہ اُسکی مسلمان رعایا
اصلاح و ترقی کا جوش ملک مین ..... پھیلا رہی ہے۔ مارے غصہ کے
بیخود ہوگیا آزاد خیالات کی اشاعت کرنے والون کو ناگزیر وطن مالوف سے
بھاگنا پڑا اور پیرس مین، جو دنیا بھر کے انقلاب پسندون کا مامن ہے،
اولاً ٹرکی کی آزادی کی بنیاد ڈالی۔ مصطفیٰ فاضل پاشا جو خاندان
محمدؐ علی خدیو مصر کے خاندان کا شہزادہ تھا اس تحریک کا سرغنا قرار پایا
وہ اس مرتبہ کے قابل بھی تھا کیونکہ مصر مین آزادی کو زیادہ ترقی
ہو چکی تھی جب سے کہ خدیو مصر نے اپنے آقا سلطان روم کی ماتحتی کو
خیر باد کہکر خلافت کو ساحل باسفورس سے دریاے نیل کے کنارہ
لانے کی اس غرض سے کوشش کی تھی کہ خلافت کی کمزوریان

---

[۱] پروفیسر وامبری کو مغالطہ ہوا ہے کل اسلام حر ثہ کوئی قرآنی آیت نہین ہے۔ مترجم

اور خرابیان رفع ہوجائینگی پس محمد علی اور اُسکے رشتہ دارون کو بسبب اسکے کہ یورپ کے ساتھ اُنکا ربط ضبط زیادہ آزادانہ ہوگیا تھا مغربی طریقون پر کام کرنے کی زیادہ مشق ہوگئی تھی جسے قسطنطنیہ کے اعلیٰ طبقون کے لوگ ناپسند کرتے تھے۔ جوشیلے محبِ وطن مصطفےٰ فاضل پاشا کے گروہ مین جو لوگ شامل ہوئے اُنمین جزو غالب نوجوانون کا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس انجمن کو "ینگ ٹرکی" (نوجوان ترک) سے منسوب کیا گیا:

ٹرکی مین مثل یورپ کے کوئی متوسط درجہ سوسائٹی کا نہین ہے۔ اور تمام مسلمان خواہ کتنے ہی مالدار ہون سلطنت کے ٹکڑون سے پیٹ پالنے کی خواہش کرتے ہین۔ پُرانے ترکون کے مقابلہ مین جو سلطانی الطاف مین شرابور تھے "ینگ ترک" بلحاظ تعداد اور رسوخ کے بالکل ہیچ تھے! اور ابتدا مین خود یہ تحریک ایسی عجوبہ اور بیکار معلوم ہوتی تھی کہ عوام نے اسکی جانب سنجیدگی سے توجہ نہ کی ۱۸۶۰ء کے بعد مین نے اِن نوجوان ترکون سے لندن مین واقفیت پیدا کی اور اُنکے اخبارون یعنی مخبر اور حُریت مین مضامین تحریر کیے۔ اسوقت صرف یہی اخبار جاری تھے۔ اگرچہ اس تحریک کی ضرورت میرے ذہن نشین تھی لیکن اُسکی کامیابی کی مجھے چندان امید نہ تھی کیونکہ نوجوان ترکون کی تجاویز یورپی اصول پر مبنی تھین جنکو ایشیائی مسلمان پسندیدگی کی نظر سے نہین دیکھ سکتے تھے ٹرکی مین زمین ابھی اچھی طرح تیار نہین ہوئی تھی۔ صرف نوجوان اِن پولیٹکل جلاوطنون کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ برخلاف اُسکے سن رسیدہ ترک یا تو ایسے

کام کی جرات نہ رکھتے تھے اور یا اپنے اعلیٰ مراتب اور مناسب اور اپنے خاندانون کی خوشحالی کو ملکی آزادی اور قومیت پر قربان کرنا نہین چاہتے تھے۔

جب سلطان عبدالعزیز کی فضول خرچی اور جنون حد سے تجاوز کر گیا اور ٹرکی تباہی اور بربادی کے کنارے جا لگی، اُسوقت البتہ چند سن رسیدہ اور عاقل ترک محبانِ وطن کی پارٹی مین شامل ہوئے۔ اسکے بعد مدحت پاشا کی سرگروہی سے سلطان عبدالعزیز معزول کیے گئے اور کانسٹی ٹیوشنل آئینی حقوق کا تمام عثمانیون یعنی جملہ رعایا ٹرکی کے لیے بلا قید مذہب و ملت اعلان کیا گیا اور اب سب سے بڑی اسلامی سلطنت کو کانسٹی ٹیوشن[1]، پارلیمنٹ، اور ذمہ دار[2] گورنمنٹ کی برکتین حاصل ہونے والی تھین۔ اور چونکہ تمام مذہبی کتابون مین باعتبار معنی کھینچ تان کی گنجایش ہوتی ہے، قرآن کی آیات اِن جدید باتون کی حلت اور حمایت مین بآسانی لگئین۔ یہ بدعتین دراصل یورپ سے حاصل کی گئین لیکن انکا مخرج و مبدء اسلام قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلعم کے اس قول سے کہ شاوروا فی الامر یعنی آپس مین مشورہ کر لیا کرو، پارلیمنٹ قایم کرنے کی تاکید

---

[1] ٹرکی زبان مین لفظ کانسٹیٹوشن کے بجائے "قانون سیاسی" استعمال کیا جاتا ہے۔ یورپ کا لفظ پارلیمنٹ بجنسہ ٹرکی مین قائم رکھا گیا ہے۔

[2] اس طریقہ گورنمنٹ مین مجلس وزرا اہل ملک کیجانب سے عمدہ نظم و نسق کی ذمہ دار ہوتی ہے جسوقت نظام سلطنت مین کوئی فتور آیا اہل ملک کی راے سے وزرا کو مستعفی ہونا پڑتا ہے خواہ بادشاہ انکو اُنکے برقرار رکھنے کی کیسے ہی کوشش کرے، اس طریقہ کا یہ نفع ہے کہ کوئی نالایق یا ظالم وزیر یا حاکم برسر حکومت نہین رہ سکتا ہے۔

ثابت کی گئی - پس ایک پارلیمنٹ قایم ہوا جسمین ملک کے مختلف اقوام و مذاہب کے نمائندے شریک ہوئے - اس ابتدائی پارلیمنٹ اور اُن اسپیچون سے جو اس جلسہ مین ہوئین اہل مشرق کی ذہانت اور اختراع کی قابلیت بخوبی ثابت ہوتی ہے - تُرک، ارمن، یونانی، اہل باسینا، والبانیا، عرب اور گرد باشندون مین باہم رشتہ اتحاد قایم ہوا اور اگرچہ اس سے پہلے سلطان یا اُسکے وزرا کی کسی بات پر کبھی پوشیدہ طور پر بھی نکتہ چینی کرنے کی جرأت نہ ہوتی لیکن پارلیمنٹ مین سب نے ملکر دھڑلے سے تقریرین کرنا شروع کین - اور امور سلطنت و انتظام ملک کے دقیق اور نازک مسائل کے ساتھ ترکی ممبران پارلیمنٹ نے ایسی واقفیت کا اظہار کیا کہ انگریزی پارلیمنٹ کو بھی اُسپر فخر ہو سکتا تھا؛

احمد وافق پاشا پریسیڈنٹ پارلیمنٹ کو اکثر تیز مزاج اور پرجوش ممبرون کو خاموش کرنے یا اعتدال پر قایم رکھنے مین وقت پیش آتی تھی، لیکن کھا جاتا ہے کہ اس پارلیمنٹ مین بدزبانی کی مثال یورپ کے پارلیمنٹون سے بھی کم پائی جاتی تھی۔ تعجب کی بات ہے کہ مسلمان ممبران ہی سب سے زیادہ زور اور جوش کے ساتھ پارلیمنٹ مین تقریرین کرتے تھے اور اُنکے بیانات سے پایا جاتا تھا کہ آزادی اور سیاسی طرز حکومت کا جوش اُنکی رگ و پے مین سرایت کر گیا ہے - یہی مسلمان نہایت پُرزور الفاظ مین موجودہ خودمختارانہ سلطنت کی بُرائیان کرتے اور قرآن مجید سے آیات اور احادیث نقل کرکے سیاسی حکومت کی برکتون کو مجلس مین بیان کرتے تھے

سب سے اول اِن ہی لوگون نے مجلس عام مین سلطان کو "غاصب" کہکر پکارا، جبکہ متمدن یورپ مین، جہان مدت دراز سے پارلیمنٹ کا دور دورہ ہے اب بھی بعض بادشاہ ایسے ہین جنکے کانون کو آزادانہ تقریرین غیر مانوس اور کرخت معلوم ہوتی ہین، تو ہم اندازہ کرسکتے ہین کہ سلطان ٹرکی کو جو تمام اسلامی دنیا کا امیر المومنین اور ظل اللہ مانا جاتا ہے، ممبران پارلیمنٹ کی اِن بیباکانہ تقریرون نے کس قدر برانگیختہ کیا ہوگا سلطان عبد الحمید خان کو اس جدید تحریک نے متوحش کر رکھا تھا وہ ہمیشہ سے، خوف، شبھہ اور بے اطمینانی کا شکار تھے۔ اُنھون نے اپنی آنکھون سے دو تاجدارون کو معزول ہوتے دیکھا تھا اُنکو در و دیوار سے خطرہ کی بو آتی تھی اور ہر شخص دشمن نظر آتا تھا۔ پس کچھ حیرت کا مقام نہین ہے کہ تخت پر کسیقدر مستحکم ہو جانے کے بعد اُنھون نے اپنی تمام قوت پارلیمنٹ کی شکستگی اور ہر قسم کے آزادانہ خیالات کی تخریب اور استیصال مین صرف کرنا شروع کی، جدید پارلیمنٹ اور اُسکے تمام شعبے آن واحد مین برباد کر دیے گئے۔ اور اس تجویز کے بانی مبانی اور رفیق یا تو جلاوطن کر دیے گئے یا طرح طرح کے عذاب مین مبتلا ہوئے۔ اور بعض تہ تیغ کیے گئے۔ اور قدیم طرز حکومت معہ جملہ خرابیون اور ظالمانہ طریقون کے ملک مین ازسرنو جاری ہوا[۱]:

---

[۱] دیکھو سیرت مدحت پاشا مولفہ علی حیدر مدحت بے (خلف مدحت پاشا) مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۳ء اس کتاب مین پارلیمنٹ اور تحریک جدید کی ابتدائی تاریخ اور مدحت پاشا اور اُسکے رفقاء کی جلاوطنی اور مصائب کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ مترجم

ذاتی خیالات نے سلطان عبد الحمید خان کو اس کارروائی کیجانب مائل کیا۔ نیز خود مختارانہ پادشاہت کی محبت نے جو تمام بادشاہون، خصوصًا مشرقی حکمرانون مین، بدرجہ غایت پائی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کارروائی سے سلطان موصوف نے اپنے ملک کو فائدہ پہونچانا چاہا تھا یا نقصان۔ اور کیا ایسے معتدل اور آزادانہ طریقے، جو رفارمر ملک مین رائج کرنا چاہتے ہین، بقاے سلطنت کے لیے اسقدر مہلک تھے جیسا کہ خود سلطان اور بعض مدبرین یورپ نے مشہور کیا۔ میری ذاتی راے یہ ہے کہ سلطان سے فاش غلطی سرزد ہوئی۔ اور سلطان اور دیگر مدبران ٹرکی جو آزادانہ طریقہ حکومت کے ذریعہ سے ٹرکی کی ترقی اور فلاح مین شبہ کرتے ہین سراسر غلطی پر ہین۔ اس امر سے کسی کو اختلاف نہین ہوسکتا کہ ٹرکی کی عیسائی رعایا آزادی پھیلنے کے بعد بھی مطمئن نہوگی کیونکہ صدیون کے مظالم کو قلیل عرصہ مین فراموش کردینا مشکل امر ہے برخلاف اسکے، مرز بوم، موسم اور گذشتہ تاریخ اور ملکی حالات کیوجہ سے عیسائیون اور مسلمانونکے طرز معاشرت، طریقہ نشست و برخاست، مین اسقدر باتین مشترک پائی جاتی ہین کہ اگر قانونی مساوات سختی کے ساتھ قایم رکھی جاتی اور دونون کو یکسان حقوق دیے جاتے تو کچھ بعید نہ تھا کہ مشرقی عیسائی (یعنی ارمنی اور شامی) سلطنت ٹرکی سے رضامند ہوجاتے کیونکہ پولٹیکل آزادی انکے لیے محال تھی[1]

---

[1] آرمینیا اور شام مین عیسائیونکے ہر گاون اور قصبہ مین مسلمانون کی تعداد بہت زیادہ ہے اسوجہ سے عیسائیونکی علیحدہ حکومت مثل یونان یا بلگیریا کے کبھی قایم نہین ہوسکتی۔ روس کی رعایا ہونے مین بھی انکا سراسر نقصان ہے کیونکہ روس کی آرمنی رعایا سے انکی موجودہ حالت بدرجہا بہتر ہے۔ مترجم

اور سلطنت ٹرکی کے زوال سے اُنکے مصائب مین بجائے کمی ہونے کے ترقی ہونا یقینی ہے۔ ایسی آزادی جو حد اعتدال سے نہ بڑھتی ٹرکی کے لیے نہایت مفید ہوتی۔ البتہ مسلمان ترک عام طور پر بوجہ اسکے کہ تعلیم و فنون جدیدہ نے ابھی اُنمین ترقی نہین کی ہے، پارلیمنٹ کے طریقہ حکومت سے عرصہ تک زیادہ نفع نہ اُٹھا سکتے، ہمیشہ مشرقی خود مختار سلاطین کے زیرنگین رہنے کے بعد یکایک حد درجہ کی یورپی آزادی کی روشنی مین آناجکاچوند ضرور پیدا کرتا۔ لیکن ان حالتونکے بیچ بیچ مین ایک درمیانی راستہ بھی ہے، بکثرت تمدنی اور معاشری اصلاحات ایسے ہین جو ٹرکی مین اشاعت پاکر رعایا کو نفع پہونچاتے اور آہستہ آہستہ لوگون کو یورپین طریقہ سلطنت کے لیے تیار کر دیتے۔ افسوس ہے کہ عبدالحمید خان نے اس راہ کو اختیار نہ کیا اور برخلاف اسکے قدیم مطلق العنانی کو اور بھی ترقی دی، بدنظمی اور سختی مین اضافہ کیا اپنے حقوق اور اختیار بڑہانے کی غرض سے نہایت سخت اور جابرانہ طریقے اختیار کیے اور تمام ملک کو جاسوسون اور نالایق ملازمین سے بھر دیا، نتیجہ یہ ہے کہ ٹرکی قوم کو جسپر تاج و تخت کی بقا منحصر ہے نقصان عظیم پہونچانے کے ساتھ اُنھون نے اپنی تباہی کی رفتار کو بھی تیز کر دیا ہے، اس غلط راہ اختیار کرنے پر ہمارا تاسف اور زیادہ

ف۱ تقریبًا تمام تعلیم یافتہ مسلمان حب قومی کی وجہ سے طریقہ جدیدہ کو پسند کرتے تھے لیکن سلطان عبدالحمید خان نے اِن نوجوانون کو جو قوم کا بہترین حصہ ہین چن چن کر جلاوطن کیا ہزارہا سمندر مین غرق کر دیے گئے۔ اور ہزارہا جیلخانون مین سڑ کر مر گئے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بیشتر نالائق اور خودغرض اور خوشامدی لوگ سلطنت کے ارکان بن گئے جنھون نے سلطنت ٹرکی کو تعرذلت مین ڈال دیا۔ مترجم

ہو جاتا ہے جب ہم سلطان عبد الحمید خان کی ذاتی قابلیت پر خیال کرتے ہین
آجتک ٹرکی کے تخت پر اس قدر آن تھک سرگرم اور ذہین بادشاہ متمکن
نہین ہوا ہے - اور اتفاق سے وہ ایسے وقت مین تخت نشین ہوئے
جبکہ سلطنت ٹرکی کی بقا کے لیے بہت کچھ کرنا ممکن تھا ؛

اگرچہ سلطان عبد الحمید خان نے ٹرکی مین آزادی کو سر نہ اُٹھانے دیا اور
اس کوشش مین اُنھون نے ایسے مظالم اور تعزیرات کا رواج دیا جو ٹرکی
کی تاریخ مین مفقود ہین تاہم مطلق العنانی کو چندان فائدہ نہین پہونچا ہے
کیونکہ آزادی کی تحریک پوشیدہ طور پر زور شور کے ساتھ جاری ہے - اور
دیر یا جلد کوئی نہ کوئی عظیم انقلاب ہونے والا ہے[۱] - آزادی کے خلاف
جو چند روزہ کامیابی قدامت پسندون کو ہوئی اُسکی وجہ ترکون کا افلاس
تھا - آخری جنگ روس کے بعد سے ترکون مین مفلسی اور بے بضاعتی نے
اس قدر ترقی کی ہے کہ دولت کا نام دنیائے عثمانی مین مشکل سے لیا جاتا ہے
ہر شخص سلطنت کی فیاضی پر گذران کرتا ہے اور اس لیے نہ کوئی حرف
زبان سے سلطنت کے خلاف نکال سکتا ہے اور نہ آزادانہ خیالات کا
اظہار کر سکتا ہے - مگر "ینگ ٹرکی پارٹی" جیسے پہلے تھی اب بھی
قائم ہے ' قریب قریب تمام ترک بلا استثنا ' اعلیٰ افسران کے اس پارٹی مین

---

[۱] وامبری نے یہ الفاظ ۱۹۰۶ء مین تحریر کیے تھے لیکن سنہ ۱۹۰۸ء مین ہم نے دیکھ لیا کہ نوجوان
ترکون نے وہ زور حاصل کیا کہ سلطان پارلیمنٹ دینے پر مجبور ہو گئے اور اپریل سنہ ۱۹۰۹ء مین
جبکہ سلطان نوجوانون کی کامیابی کو پایمال کرنا چاہتے تھے تخت سے اوتار دیے گئے - مترجم

ظاہرا انہین تو دل سے ضرور شامل ہین - تمام ترکی دنیا اپنی موجودہ پستی
اور بد نظمی کی حالت سے ترقی اور آزادی کی روشنی مین آنے کی متمنی ہو
لیکن چونکہ نہایت اہم پولیٹیکل مشکلات کا سامنا ہے اس وجہ سے
مصلحان قوم اس معاملہ مین تعجیل سے کام لیتے ہوے خوف کرتے ہین کیونکہ
اونکو یقین کامل ہے کہ ترکی مین نقص امن ہونے پر ہمسایہ عیسائی سلطنت
فائدہ اُوٹھائینگی - نوجوان ترکون کی کوششون کا جو اظہار پیرس جنیوا
لندن اور دیگر مقامات مین ہوتا ہے وہ محض پرتو ہے اوس آگ کا
جو تمام ترکون کے دلون مین مشتعل ہو رہی ہے - باوجودیکہ آزاد از خیالات
کے اخبارات کی نہایت سخت نگرانی سلطان کی جانب سے ہوتی ہو
لیکن نوجوان ترکون کے اخبارات جو دیگر ممالک مین شایع ہوتے ہین
ملک مین تقسیم ہوتے ہین اور لوگون مین قومی ترقی اور آزادی کا جوش
پھیلا رہے ہین حال مین مفصلہ ذیل اخبارات نے ترکی مین بڑی
اشاعت حاصل کی ہے :-

نام اخبار	مقام اشاعت	
سنجہ	لندن	
قانون اساسی	قاہرہ	
حُریّت	لندن	
مشورت	پیرس	
لاٹرکی لبری (ترکون کی آزادی)	پیرس	یہ اخبار فرانسیسی زبان مین شایع ہوتا ہے

[illegible]

نام اخبار	مقام اشاعت
یلدیز	پیرس
کردستان	جنیوا
حق	قاهره
مظلوم	قاهره
سنجک (علم)	قاهره
ترک	قاهره
گکومی	قاهره
عثمان	قاهره

اس فہرست سے واضح ہے کہ کثیر حصہ آزاد اخبارات کا قاہرہ سے شایع ہوتا ہے اسکی وجہ یہ نہین ہو کہ خدیو مصر ٹرکی کے خلاف ہین بلکہ انگریزون کی آزادانہ حکومت سے مصلحانِ قوم نے فائدہ اُٹھایا ہے ـ زبان اور خیالات کے لحاظ سے دو اخبار زیادہ ممتاز ہین اول مشورت جس کا نام حال مین شورۂ امت رکھا گیا ہے دوسرا ترک" شورہ امت کا ایڈیٹر احمد رضا بے[1] ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور نامور ادیب ہو چکے

[1] احمد رضا بے برسون سے وطن مالوف سے بھاگ کر پیرس مین مقیم رہا اور یہان وسٹی نیگ ٹرکس کی پارٹی کا سرگروہ ہی خیال کیا جاتا ـ ٹرکی مین جو انقلاب ۱۹۰۸ء مین ہوا وہ اس ہمدرد قوم کی ان تھک کوشش و محنت اور دور اندیشی کا نتیجہ تھا. جدید حکومت قایم ہونے کے بعد احمد رضا بے پارلیمنٹ ٹرکی کا پریسیڈنٹ مقرر کیا گیا گویا اب بھی سلطنت کی باگ اس محب قوم کے ہاتھ مین ہو ـ اوائل ۱۹۰۹ء مین کامل پاشا وزیر اعظم سے کچھ ناچاقی ہوگئی اور سلطان کی سازش سے احمد رضا کو عہدہ سے معزول کر دیا گیا مگر نوجوان ترکون نے پھر فتح حاصل کی اور احمد رضا کی وہی قدر و منزلت ہو ـ مترجم

علاوہ اپنے ملک پر دل وجان سے فدا ہے، ٹرکی مین اس شخص کی
بڑی قدر و منزلت ہے اور اوسکے دل مین قومی درد ہے۔ تمام پولیٹکل
جلاوطنون کی ایسی حالت نہین ہے اکثر لوگ یورپ جاکر حب قومی کا اظہار
محض ذاتی فوائد کی غرض سے کرتے ہین ۔ اور جب مطلب حاصل ہوجاتا
ہے تو ٹرکی کو واپس چلے جاتے ہین ۔ اخبار "ترک" بڑے اہتمام کے ساتھ
چھپتا ہے ۔ اور یہ ہفتہ وار اخبار یورپ کے ہفتہ وار اخبارون سے
مقابلہ مین کسیطرح کم نہین ہے ۔ اسکے مقاصد ترکون مین قومیت کے
جوش کو حرکت دینا آزادانہ خیالات کی اشاعت کرنا اور اسلامی دنیا کو
مغربی معاشرت اور تمدن کے اختیار کرنے پر مائل کرنا ہین ۔ اس ممتاز
اخبار مین جو لوگ مضامین لکھتے ہین اون مین مفصلہ ذیل اشخاص جو صرف
اپنا فرضی نام ظاہر کرتے ہین قابل ذکر ہین ۔ اعوز ۔ ترغت ، سیاسی ،
رفیق ، ارخان ، علاوہ برین بکثرت کتابین جو آزادانہ خیالات سے
مملو ہوتی ہین دوسرے ممالک سے چھپکر آتی اور ٹرکی مین پڑھی جاتی
ہین ۔ ان مین آزادی اور موجودہ تہذیب و تمدن کی حمایت بڑے زور
کے ساتھ کی جاتی ہے ؛

اسلامی دنیا کی بیداری صرف ٹرکی ہی تک محدود نہین بلکہ روس مین
بھی اسکا اظہار ہو رہا ہے ۔ چنانچہ حال مین اونھون نے ایک مطبوعہ یادداشت
سلطان معظم، زار روس اور جملہ یورپین قوتون کے پاس بھیجی ہے ۔ اس سے
صاف ظاہر ہے کہ تاتاریون مین بھی آزادی کے خیالات بتدریج پھیلتے

جاتے ہین ۔ یہ یادداشت مفصلہ ذیل دیباچہ کے ساتھ شروع ہوتی ہے :۔

" موجودہ زمانہ مین جبکہ ہر شخص آزادیٔ خیال کی برکات سے متمتع ہو رہا ہے کیا وجہ ہے کہ مسلمان اس سے محروم رہین ؟ روس کے مسلمان اپنے تمام حقوق تقریباً کھو چکے ہین ، اور اس نقصان کا سلسلہ جاری ہے گذشتہ زمانہ مین مذہبی معاملات کی نسبت خاص احکام جاری ہوئے تھے اور مسلمان جن حقوق سے نفع حاصل کرتے تھے لیکن موجودہ گورنمنٹ روس بیسوین صدی کے خیالات ترقی و تہذیب کی کچھ پرواہ نہین کرتی ۔ خود مختاری کو روز بروز بڑھاتی اور مسلمانون کے حقوق پامال کرتی ہے ۔ تذکرۃً مفصلۂ ذیل امور قابل غور ہین :۔

(۱) کچھ عرصہ ہوا کہ ۱۷۸۶ء مین بمقام عوفا مسلمانون کی ایک خاص عدالت قایم کی گئی تھی جسمین ایک عالم ، ایک مفتی ، اور تین قاضی شریک تھے ، اونکا یہ کام تھا کہ جملہ مذہبی مسائل کو طے کرین ، اور شریعت کی پابندی کرائین ۔

(۲) خانہ بدوش مسلمان یعنی کرغیز اور کاسک اقوام کے بچون کی مذہبی تعلیم کا انتظام مسلمان علما کے ذریعہ سے کیا گیا ۔ یہ بھی حکم دیا گیا کہ جو مسلمان خیوا یا بخارا سے سائبیریا جائین اونپر محصول گذراو ٹکس معاف ہے ۔

(۳) کریمیا کے مسلمانون کے لیئے ایک علیحدہ مذہبی عدالت قرار دی گئی ۔ اونکی

اوقاف کا انتظام بالکل جدا رکھا گیا اور مسلمانون کی علیحدہ فوج مرتب
کی گئی - کیونکہ تمام روس کے مسلمان مذہبی امور مین آزاد قرار دئے گئے تھے
اور اونکو روسیون کے مساوی حقوق عطا کئے گئے تھے لیکن موجودہ
گورنمنٹ نے متذکرہ بالا احکام کے خلاف کارروائی کی ہی سنہ [illegible]ء مین
اون لوگون کو قاضی اور مفتی مقرر کیا گیا جنھون نے روسی مدارس مین
تعلیم پائی تھی مثلاً شہر اورین برگ کا موجودہ مفتی نہ صرف شریعت محمدی
سے ناواقف ہے بلکہ اسلامی زبان صحیح طور سے لکھ پڑھ بھی نہین سکتا - روسی
عمال نے اسی پر بس نہین کی بلکہ بعض کو غیر مسلمانون کو جبریہ عیسائی بنایا اور
یہ حکم دیا کہ آیندہ سے وہ قرآن مجید کو بالاے طاق رکھکر انجیل کی پیروی
کرین اور کبھی شریعت محمدی کا نام زبان پر نہ لائین - روسی افسران نے جو
مظالم مسلمانون پر روا رکھے ہین اونکے حالات سنکر انسان کا خون خشک
ہوتا ہی - اس سے ظاہر ہے کہ روس نے احکام سابقہ کے مقابلہ مین حد درجہ کی
بدعہدی اور وعدہ خلافی سے کام لیا ہے - اور روسی گورنمنٹ اسلام اور ترکون
کو بیخ و بن سے تباہ و برباد کرنے پر آمادہ ہے

ناظرین کو تعجب ہوگا کہ تاتاری جو اس قدر مطیع اور مسکین ہین کس قدر
جرئت کے ساتھ اور کیسے سخت الفاظ مین گورنمنٹ روس کو الزام دیتے ہین - مگر ہمین
یاد رکھنا چاہئے کہ جنوبی روس مین بھی اخبارات نے اسی قسم کا جوش پھیلا رکھا ہی
خصوصاً اخبار ترجمان نے جو باغچہ سرائے سے نکلتا ہی - اس اخبار کا مالک اسمعیل
بی غسپرنسکی ہی جو اپنی سچائی اور حب قومی اور واقفیت معاملات کی وجہ سے اپنے

اہل وطن کو، جنمین بیداری کے آثار شروع ہوگئے ہین، جوش دلا رہا ہے۔ اس اخبار کی بیسوین سالگرہ کی خوشی ۱۹۱۳ء مین منائی گئی، اور مختلف اضلاع و دیار مثلاً اورین برگ، پیٹروالشک، ورخ نولی، ارال قاسم استراخان، اڈیسہ وغیرہ سے بکثرت مسلمان دار الاشاعت باغچہ سرا مین جمع ہوئے۔ ان اجتماعات سے معلوم ہوتا ہے کہ روس جیسی خود مختار و غیر رواداری سلطنت مین بھی مسلمان آزادی اور ترقی کے خیالات کی جانب مائل ہین۔ اور باوجود اس کے کہ ابھی بالکل ابتدا ہے، اِن خیالات کی بیخ کنی کرنا نہایت مشکل ہے!

جس شد و مد کے ساتھ سلطان عبدالحمید خان قومیت اور آزادی کے خیالات کا استیصال کرتے ہین اُسپر سخت افسوس ہے کیونکہ سلطان بذاتہ تہذیب و تمدن کے مخالف نہین ہین، البتہ اونکا معیار تمدن جدید یہ ہے کہ اہل ٹرکی مذہب اور خود مختاری کے تنگ دائرہ مین رہکر ترقی کرین۔ یعنی یہ کہ نیک مسلمانون کو علم جدید کے کل شعبون مین دستگاہ حاصل کرنی چاہیئے بجز فلسفہ اور تاریخ کے کیونکہ یہ علم بادشاہون کے اختیارات پر نکتہ چینی روا رکھتے ہین، انکا یہ بھی خیال ہے کہ پالٹکس (علم سیاست) اور سوشل سائنس سے (جس سے طرز معاشرت مین تبدیلی لازم آتی ہے) مسلمانون کو حد درجہ پرہیز لازم ہے!

ترکون مین قومیت کی تحریک کے سلطان اسوجہ سے خلاف ہین کہ اونکو پین اسلام ازم پر بڑا اعتقاد ہے اور نیز اسوجہ سے کہ ترکونمین قومیت کی روح پھیلنے کے بعد دوسری

قوموں کو بھی حوصلہ ہوگا اور رفتہ رفتہ تمام ملک میں بے چینی اور بغاوت
پھیل جائیگی۔ قدرتی قاعدہ یہ ہو کہ کسی علم کے روکنے میں جسقدر سختی کیجاتی
ہو اُسیقدر زیادہ اُسکے حاصل کرنے کی تمنا اور خواہش بڑھتی ہے۔
چنانچہ نوجوان ترک علوم ممنوعہ کے تمام شعبوں کو جن سے پولیٹیکل اور لبرل
(آزاد) خیالات میں ترقی ہو، کمال شوق کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔
پس ان حالات کے ہوتے ہوئے طرز جدید کی حکومت (یعنی پالیمنٹری طرز)
قائم ہونے کی ضرورت ظاہر ہے اور زیادہ عرصہ تک اس تحریک کا استیصال
کرنا ممکن نہیں ہو۔ تمدن یورپ اور ایشیا کی خود مختاری بہت دنوں تک
ساتھ ساتھ نہیں چل سکتی جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خود مختاری کو کشمکش
میں مغلوب ہونا پڑیگا، چنانچہ تمدن یورپ کے طرفدار نوجوان ترکوں نے
شروع ہی سے اس کا اعلان فصاحت کے ساتھ کردیا ہے:۔

کمال بے نے جو زمانہ حال کے ترکوں میں بلحاظ اپنی اعلیٰ شاعری کے ممتاز
ترین عالم تصور کیا جاتا ہو، اپنے دھواں دھار اور پرجوش مضامین اور اشعار
سے اپنے ہموطنوں کی دماغی حالت میں انقلاب عظیم پیدا کردیا ہو۔ اور اپنی نظم
سے اعلیٰ طبقہ کے ترکوں کو آزادانہ خیالات ظاہر کرنے پر آمادہ کیا ہو مثلاً سعد اللہ [1]
پاشا اپنی کتاب "نمونہ ادبیات" میں زمانہ حال کے تمدن کی عجائبات کو بوضاحت بیان

[1] سلطان مراد کا سکرٹری اول، نہایت راسخ الخیال محب قوم تھا۔ جنگ روم روس کے بعد
ٹرکی کی تباہ حالت اور سلطان عبدالحمید خان کی جابرانہ حکومت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُسنے
بمقام ویانا جہاں وہ بطور سفیر گیا تھا خودکشی کی۔ مترجم۔

کر کے حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

"تمدن یورپ مین جن باتون کو ہم علوم و فنون کا ماحصل سمجھکر قابل تحسین سمجھتے ہین دراصل آزادی کی بدولت میسر ہوئی ہین۔ ہر شئے آزادی کے درخشان ستارے سے روشنی حاصل کرتی ہے، آزادی کے بغیر کوئی قوم طاقتور اور مرفہ الحال نہین بن سکتی آزادی کے بغیر خوشحالی مقصود ہوتی ہے۔ اور جب خوشحالی مقصود ہوتی ہے تو زندہ دلی، اصلی زندگی، دائمی زندگی، نا ممکن ہوتی ہے۔ اور آزادی کی چمکدار روشنی اگر ہمیشہ ہمیشہ درخشان رہے، تو ہماری تعریف کی مستحق ہے"!

اسی قسم کے اور بہت سے پر جوش اقتباسات ترکون کے مضامین سے ناظرین کے سامنے پیش کیے جا سکتے ہین لیکن ابتک جسقدر بیان ہوا ہے اُسی سے کافی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملک اور خیالات کی آزادی سے ترک بیخبر اور بحیں نہین ہین بلکہ اونھون نے پورا انتظام کرلیا ہے اور ظلم و تعدی کی اُس عمارت کو مسمار کر دیا ہے جو مذہبی تشدد کی بنیاد پر کھڑی ہے یہ ہرگز قرین انصاف نہین ہے کہ ترکون پر اس مسئلہ کا اطلاق کیا جائے کہ "ہر قوم پر ویسی ہی حکومت ہوتی ہے جسکی وہ شایان ہے" یا یہ کہنا کہ ترک تہذیب اور روشن خیالی کے نہ صرف ناقابل بلکہ دشمن ہین، اور چونکہ وہ من حیث القوم آزادی قبول نہین کر سکتے اس لئے اونکا مستقبل تاریک ہے، مین مکرر کہتا ہون کہ ترک ہمارے زمانہ کے آزادانہ خیالات سے بے خبر نہین ہین، جو کچھ پچھلے اوراق مین بیان ہوا اوس سے

کچھ بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے لیکن ترکون مین ابھی اسقدر طاقت نہین
کہ اپنے حکمرانون کی مطلق العنانی کا مقابلہ کر سکین اور بوجہ اختلاف
مذہب و زبان اونمین قومیت یکجائی صورت مین نہین ہے - اور بجاے
اسکے کہ باہر سے انکو امداد ملے اونکی ہر طرح پر تضحیک اور تحقیر کیجاتی ہے
اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ عظیم الشان ملکی انقلابات یک لخت
نہین ہو جایا کرتے - ہمین خود ظلم وستم سے آزاد ہونے مین صدیان صرف
کرنا اور خون کی ندیان بہانا پڑی ہین، اور ترکی، جو بہ تشکل لحاظ سے ابھی تک
ازمنہ متوسط جیسی حالت مین ہے، ملکی ترقی کے آسمان پر آسانی کے ساتھ بلا وقت
صرف کیے، نہین چڑھ سکتی - ہان رفتہ رفتہ ترک بھی ایکدن آزاد قوم ضرور
ہو کر رہینگے ،،

جب ہم ترکی سے مشرق کیجانب چلتے ہین تو اسلامی دنیا مین تمدن
یورپ کے آثار بتدریج کم ہوتے جاتے ہین - بالآخر اسکی جگہ ہمین [illegible]
نظر آتی ہین، نیم خانہ بدوش قوم کرد و لوٹ مار کرنے کی آسانی کے لیے آزادی
چاہتی ہے نہ بذاتہ آزادی کے لیے کیونکہ موجودہ تمدن کی حالت کے لحاظ
سے وہ آزادانہ خیالات سے کوسون دور ہین، عبدالرحمن بے پسر
بدرخان بے مشہور باغی نے جسنے ۱۸۹۸ء مین باب عالی کے خلاف علم
بغاوت بلند کیا تھا اپنے اخبار کردستان مین جو جنیوا سے نکلتا تھا، یہ ثابت
کرنے کی کوشش کی ہے کہ کردستان کی "قومی آزادی کا" مسئلہ بھی اہمیت
رکھتا ہے لیکن یقین کرنا سخت مشکل ہے کہ اہل کرد جنکی بابت ہیرو توس نے

لکھا ہے، تمدن کے اس درجہ پر پہونچ گئے کہ قومی آزادی کی تمنا کرنے لگے اور اخبارات کے ذریعہ سے جنیوا مین بیٹھکر جو شور و شغب کیا جاتا ہے وہ دراصل قصر یلدیز کو دہمکانے کے لیے ہے - کیونکہ بدرخان کے رشتہ دار سلطان معظم سے مراعات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ تمام شورش چند روزہ تھی اور اخبار کردستان جلد بند ہوگیا ؛

اس سے بھی زیادہ دلچسپ وہ دماغی جوش و خروش ہے جو ایران مین ظاہر ہو رہا ہے، اس کا آغاز بہت دنون سے ہو چکا تھا، ور ملک بہ نسبت ٹرکی کے زیادہ تیار معلوم ہوتا تھا کیونکہ ایران مین قومیت کے اجزا ٹرکی سے زیادہ مضبوط تھے، اہل ایران زیادہ زندہ دل، زیادہ ذہین، اور جلد تر جوش مین آجانے والی قوم ہین ظلم، بدنظمی اور بدامنی، ایران مین بہ نسبت ٹرکی کے زیادہ ناقابل برداشت ہے کیونکہ ٹرکی اپنے مشرقی ہمسایہ (ایران) سے ترقی جدید مین سو برس آگے ہے اور ایران مین ابھی تک کوئی کوشش نظام سلطنت کو باضابطہ بنانے کی نہین کی گئی ہے، لیکن تعجب کی بات ہے کہ ملک کے خودمختار بادشاہ نے خود بخود آزادی کی جانب میل ظاہر کیا، ناصر الدین شاہ تخت نشین ہوتے ہی آزادانہ خیالات کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ فری میسن[1] لاج قایم کرنے پر آمادہ ہو گئے، اور کچھ دنون تک شاہ موصوف کا یہ حکم تھا کہ جملہ وزیر بلا خیال شاہی مرتبہ کے بادشاہ کو برادر کہکر خطاب کیا کرین، لیکن نوجوان بادشاہ کا یہ حکم زیادہ عرصہ تک

[1] فری میسن لاج کو ایرانی "فراموش خانہ" کہتے ہین؛

قائم نہ رہا، فراموش خانہ جلد ہی سے ہٹا دیا گیا اور رفتہ رفتہ ناصر الدین
شاہ بھی بجاے اپنی مطلق العنان حکمران بن گیا اور اگرچہ فرقہ بابی
کی خفیہ سوسائٹی نے شاہ مذکور کو دھمکایا تھا، لیکن اس کا کچھ اثر
نہ ہوا۔ بابی مذہب والون کی نیت اور کامون کی بابت یورپ مین
ہمیشہ غلط فہمی رہی ہے۔ مگر حال مین پروفیسر جی براؤن نے اونکے صحیح
حالات شایع کیے ہین اونکی کوششون کی بنیاد ابتدا سے یہ رہی
ہے کہ سلطنت مین امن اور قانون قائم ہو، خود مختاری کے جابرانہ
مظالم مسدود ہون، اور موجودہ وحشیانہ مراسم ایران مین کم ہون۔ اسلامی
مسئلہ امام سے جو کام لیا گیا وہ نئی باتین جاری کرنے کے لیے محض
بہانہ تھا، مثلاً یہ کہ حرم سرا کے قیود دفع کیے جاوین، محصول کی تقسیم
عمدہ اصول پر ہو۔ ملاؤنکی قوت محدود کیجاے۔ اور عوام الناس کو
بدنظمی، ظلم وجہالت کی قید سے آزاد کیا جاے ان اصلاحون پر جو اثر
مغرب کا ہوا ہے وہ بابیون کے پیر و مرشد کی دو جلا وطنی کیحالت مین
رہتا ہی تحریرون سے صاف طور پر پایا جاتا ہی۔ بابی مذہب جسکی بابت کبھی
یہ خیال تھا کہ وہ ایک خطرناک مذہبی تحریک ہی جو جہالت کے جوش کو بڑھاتی
ہی، باوجود اپنی ظاہری صورت کے گورنمنٹ کے جبر وظلم اور وحشیانہ طریقے کے
خلاف فقط ایک زبردست آلہ تھا۔ یہ امر کہ مرزا محمد علی[1] شیرازی بانی مذہب نے

[1] دیکھو کتاب A Traveller's Narrative مترجمہ پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن مطبوعہ کیمبرج سنہ ۱۸۹۱ء علی محمد اصل نام مرزا علی محمد تھا۔ مترجم

جو باب کے نام سے مشہور ہوا متذکرہ بالا اصول پر عمل کیا یا نہین، ثابت کرنا مشکل ہے، حالانکہ الہامی قوتین اونکی جانب منسوب کیجاتی ہین۔ مگر یہ بات ظاہر ہے کہ باب کے جانشینون نے فروعات مذہبی کی بحث کو جلد چھوڑدیا اور پولٹیکل (ملکی) اور سوشل (معاشری) اصلاح کو اختیار کیا۔ اور بابیون کے فرقہ بہائیہ[1] کا مقتدا اپنے خطوط مین ایسے خیالات کا اظہار کرتا ہے جنسے بجاے نیک مسلمان شیوخ کے، یورپ کے سوشلسٹ اور جمہوری سلطنت کے طالبون کے اصول کی صاف بو آتی ہے۔ یورپ مین بابیون کے متعلق بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن اڈورڈ جی براؤن نے ہمارے سامنے اونکے خیالات اور خواہشات کی ایسی تصویر کھینچی ہے جس سے ایسے لوگون کو بھی جو ایشیا خصوصاً ایران سے بخوبی واقف ہین تعجب ہوتا ہے۔ شیخ بہائی نے جو اسوقت جزیرہ سائپرس مین جلاوطن ہے، انقلاب بابیہ کی تاریخ مین مذہبی معاملات کو دوم درجہ کی جگہ دی ہو مگر اہل ایران کے پولٹیکل اور سوشل امور پر اور نیز قوم کے عام انحطاط پر بہت زور دیتے ہین اور اسکو موجودہ ظالمانہ حکومت کا نتیجہ قرار دیتے ہین۔ جو لوگ اسلامی ایشیا سے واقف ہین انھین تعجب ہوگا کہ یہ مذہبی امام جو ایک فرقہ کا لیڈر سمجھا جاتا ہے آزادی " اخوت اور مساوات پر بحث کرتے وقت عیسائی یورپ کی ماضی وحال کی تاریخی واقعات سے

[1] باب کی وفات کے بعد بابی فرقہ کے دو حصہ ہوگئے۔ بہاء اللہ کے پیرو بہائی کہلاتے ہین اور یحییٰ کے جسکا لقب ازل تھا ازلی کہلاتے ہین۔ مترجم۔ تبریزی دیکھو سفرنامہ روم و شام شبلی نعمانی۔ مترجم۔

بلا تکلف استدلال کرتا ہو۔ ایران کی اسلامی گورنمنٹ نے اپنے طرز عمل
سے فرقہ بندی کی نفرت کو رعایا مین بہت کچھ بڑھا دیا ہو۔ اسکے مضر اثرات
کی نسبت یہ ایرانی عالم حسب ذیل تحریر کرتا ہو:-

"ہر گورنمنٹ کا پہلا فرض یہ ہوتا ہو کہ کانشنس (نور ایمان) کی
آزادی اور اطمینان قلبی کو ملک مین پھیلائے۔ کیونکہ یہ باتین ترقی اور دوسری
اقوام پر برتری حاصل کرنے کے خاص اصول ہین۔ صرف فرقہ بندی کے
جھگڑون سے علیحدہ رہکر اور تمام فرقون کو مساوی حقوق دیکر تہذیب یافتہ
ممالک نے برتری، قوت اور اقتدار حاصل کیاہے۔ تم ایک قوم ایک نسل
ایک ملت کے نائب سمجھے جاتے ہو تمھارا مشترک مفاد مقتضی ہے کہ
آپسمین بالکل مساوات ہو۔ کیونکہ مساوات اور انصاف سے سلطنت
مین توسیع ہوتی ہے۔ زمانہ دگرگون ہو گیا ہے۔ اور اسکے ساتھ انسانون
کے خیالات اور ضروریات بھی بدل گئی ہین۔ مذہبی امور مین رواداری
کا برتاؤ کرنے کی وجہ سے شمال و مغربی یورپ کی ایک سلطنت (انگلستان)
پانچون براعظمون مین بڑے بڑے ممالک کی مالک بنگئی ہو۔ برطانیہ اعظم جو
شمالی اطلانطک مین چھوٹا سا جزیرہ ہو، ہندوستان کی وسیع سلطنت کے
مقابلہ مین کچھ حقیقت نہین رکھتا؛ لیکن منصفانہ قانون، آزادی کانشنس
مختلف اقوام اور ملتون کے ساتھ انصاف اور رواداری کا
برتاؤ کرکے انگریزون نے تقریباً تمام دنیا پر قبضہ کرلیاہو اور انھین
اصولون پر کاربند ہونے کی وجہ سے اہل انگلستان نے

اپنی قوت اقتدار کو مستحکم اور وسیع کیا ہے اور اپنے لیے منصف مزاج کا لقب حاصل کر لیا ہے۔ اپنے ارادے مین مستحکم ہونا اور ہمہ وقت مفید کامون مین منہمک رہنا مذہبی جوش اور تقدس کا سچا معیار ہو یہ نیکیان دراصل روح انسانی کے لیے بہترین زیور ہین۔ زمانہ متوسطہ مین جسکا آغاز سلطنت روما کی تباہی سے اور خاتمہ مسلمانون کے قبضہ قسطنطنیہ پر ہوا تمام ممالک یورپ مین تعصب اور ظلم کا دورہ دورہ تھا کیونکہ اسوقت چرچ (کلیسہ) کی حکومت سب پر محیط تھی۔ انسانیت کی کل عمارت بیخ و بنیاد سے ہل گئی تھی۔ خوف اور بے چینی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی تہذیب کے نیست و نابود ہو جانے کا خطرہ تھا، دنیاوی قوت متنزلزل ہو گئی تھی مگر اسپر بھی چرچ نے اپنا اقتدار یورپ مین قایم رکھا، اسکے بعد رواداری اور آزادی ایمان (کانشنس) کا زمانہ آیا مردم آزاری اور تعصب کا خاتمہ ہوا۔ تمام ممالک مین قانونی مساوات کا وعظ ہوا، اقبال و اقتدار کی روشنی افق یورپ پر منور ہوئی اور ہر طرف ترقی کے آثار نمودار ہوئے، اگلے وقتون مین ایشیائی حملہ آورون کے سامنے یورپ کی بڑی سی بڑی قومین کانپتی اور سر تسلیم خم کرتی تھین۔ مگر اب ایشیا کا کوئی ملک یورپ کی چھوٹی سی چھوٹی ریاست کا مقابلہ نہین کر سکتا، یہ باتین آزادی کی مقدس حقوق کا نہایت مضبوط اور معقول ثبوت ہین آزادی دماغ کو وسیع اور اخلاق انسانی کی تہذیب اور فطرت کے رازون کا اظہار اور ظاہری (یعنی مادی دنیا) کے پوشیدہ حقائق کا انکشاف کرتی ہے"

جولوگ اسلامی دنیا سے واقفیت رکھتے ہین اونکو خیالات بالا کے مطالعہ
سے تعجب ضرور ہوگا، شیخ بہائی کی تحریرات مین جا بجا بکثرت خیالات اسی قسم
کے پائے جاتے ہین۔ مین مدتون سے ایشیا کے تمام ممالک کے مسلمانون سے
خط و کتابت اور میل ملاقات رکھتا ہون لیکن مین نے شیخ بہائی کی مثل
کسی کے خیالات مین اسقدر وسعت اور پاکیزگی نہین پائی۔ برخلاف
اسکے مینے دیکھا ہے کہ مسلمانون کے دینی یا دنیوی پیشوا اُن سے
یورپ کی برتری کا اقرار ہی کرنے کو اپنی تذلیل اور تحقیر کا باعث سمجھا ہے۔
ترک، ایرانی، عرب، ہندوستانی، مغربی تہذیب مین خواہ کتنی ہی ترقی
کر جائین اور انیسوین صدی کے مروجہ خیالات سے خواہ کتنے ہی واقف
ہون لیکن تمدن یورپ کی تعریف کرنا یا اسبات کا اقرار کرنا کہ ترقی
انسانی کیلیے صرف یہی ایک ذریعہ ہے اونکے لیے نہایت مشکل کام ہے۔
آزادخیالی اور تمام اقوام اور ملتون کے مساوی حقوق ہونا ایسی باتین
ہین کہ آج بھی یورپ مین انکی تمنا کیجاتی ہے۔ لیکن چالیس سال پہلے
میرے نزدیک اہل ایشیا ان خیالات کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ اگرچہ یہ بھی
مان لیا جائے کہ شاید شیخ بہائی ہی ایسا شخص ہے جسنے ان آزادانہ خیالات
کا اظہار کیا اور اپنے ایک خط مین شاہ ایران کے نام سمجھکر ظلم و تعدی سے
درگذر کرنے کی تلقین کی ہے، ہمین بلحاظ اسکے کہ وہ مشرق مین مغربی اثر کی
زندہ مثال ہین، اونکی ذات پر فخر ہے۔ اسمین شبہ ہے کہ پیروان مذہب باب
اپنے موجودہ پیر و مرشد کے وسیع اور آزادانہ خیالات سے متاثر ہوئے ہین یا نہین

لیکن قیاس مقتضی ہے کہ شیخ بہائی کے خیالات کی اشاعت اور اُن کا دائرہ اثر وسیع ہوگا۔

ایران مین آزاد خیالی کی بیداری کا مزید ثبوت یہ ہے کہ ایک فارسی اخبار موسومہ قانون لندن سے شایع ہوا ہے۔ اس رسالہ کے اصول اگرچہ بعض اوقات صحیح نہین ہوتے لیکن ایرانی نامہ نگارون کے مضامین، جنمین ہر قسم اور درجہ کے لوگ شامل ہین، صاف طور پر ظاہر کرتے ہین کہ اہل ایران آزاد گورنمنٹ اور کامل اصلاح کے دل سے متمنی ہین۔ اس اخبار کے ہر کالم سے خوش نظمی اور اصلاح کی خواہش ٹپکتی ہے۔ ایک مرتبہ انقلاب پسند ایرانیون نے جو ملک مین برپا دی اور تباہی کو شاہی مشیرون پر محمول کرتے ہین، مندرجہ ذیل مضمون کا خط اخبار مذکور مین شایع کیا تھا:-

"اے معتمدان، وزرا اور امرا سلطنت! تم بادشاہ کے سامنے واقعی حالات ملک کو ظاہر کرنے مین کیون پس وپیش کرتے ہو جبکہ تم رعایا کی بے اطمینانی اور روز افزون نفرت سے واقف ہو۔ تم جانتے ہو کہ عمال اور رعایا دونو مصیبت کی حالت مین ہین اور ملک مین ویرانی پھیلی ہوئی ہے۔ تم جانتے ہو کہ سلطنت اور رعایا کے حقوق کس طرح برباد ہو رہے ہین۔ تم واقف ہو کہ دول غیر کے سفیر ہماری نسبت کیا کہتے ہین اور حدود ملک کے اندر بدنظمی پھیلی ہوئی ہے۔ بارہا تمنے متفق ہو کر فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ حالت قائم نہین رہ سکتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ فوراً تمام حالات

بادشاہ کی خدمت مین عرض نہین کئے جاتے کیا تم ڈرتے ہو کہ بادشاہ ان حالات کو سنکر برہم ہو گا؟ اگر ایسا ہو تو تم ملکی ہمدردی کے کیا معنی سمجھتے ہو۔ تمھاری حب وطنی کس کام کی ہو، جب تم ذاتیات کو ملکی اغراض پر ترجیح دیتے ہو تو تمھاری اور بزدل دغابازون کی حالت مین کیا فرق ہو۔ ایک لمحہ کے لیے اپنے گردوپیش نظر ڈالو کہ فی زمانہ تمام ملک مین کیسی بربادی پھیلی ہوئی ہے۔ دنیا مین کتنے بادشاہ ملک چھوڑ کر بھاگ گئے کتنے تاج و تخت برباد ہوئے۔ اور کتنے مغرور جابین قعر مذلت مین گری ہین۔ یہ بادشاہ صرف اسوجہ سے تباہ ہوئے کہ دغاباز درباری سوا اپنے آپ کے اور کسی شخص کے اونکی خدمت مین آنے اور رسوخ پانے کے روادار نہین ہوئے۔ اگر تم مین ذرہ برابر بھی احساس اپنے محسنونکی مہربانی کا ہے تو تمھین چاہیئے کہ مطلق دیر نہ کرو۔ کیونکہ مصیبت بالکل سر پر آپہونچی ہے۔ اور اگر تم یہ باتین بادشاہ کی خدمت مین براہ راست عرض کرنے کی جراٴت نہین رکھتے ہو تو اس قدر ضرور تو ضرور چاہیئے کہ ہماری یہ معروضات بادشاہ کی نظر سے گذرنے دو۔ یہ خیال کر کے کہ ہم خواہ ضبط کی وجہ سے یا وفاداری کے خیال سے ملک کی خدمت مین شہید ہونا چاہتے ہین برائے خدا ان لوگون کے اندوہ بے زبان مصیبت زدونکی آواز کو جن کے ہم قائم مقام ہین، شاہ معظم کے تخت تک بلا اپنی مداخلت کے پہونچنے دو، بجائے اس کے کہ ہمارے شریف اور عقلمند اور مہربان دل بادشاہ کو فقیرون کے مفلوک گروہ کا رہنما بنایا جائے۔ اجازت دو کہ ہم شاہ معظم کی ذاتی صفات سے کام لے کر ایرانی سوسائٹی کا

شاندار حکمران بنائین"

ایک دوسرا نامہ نگار خبط اور جوش کی حالت مین اپنے اُن ہموطنون کو جو ممالک غیر مین رہتے ہین، اس طرح خطاب کرتا ہو:-

ایرانیون کا جوش

"اے اہل ایران جو اپنے وطن مالوف سے دور رہتے ہو، اپنے مصیبت زدہ بھائیون کی، جو یہان غلامی مین دن کاٹتے ہین، آواز سنکر تمھین افسوس کرنا چاہیے تم اقوام غیر کی حفاظت مین رہتے ہو اور اونکے امن اور اطمینان سے حصہ پاتے ہو، تم ضرور اپنے دل مین یقین کرتے ہوگے کہ ہمارے ملک مین جو بدنظمی اور مصیبت برپا ہے وہ ہمارے سرداروں کی حماقت اور بدطلبی کی وجہ سے ہے، ہمارے سردار رعایا کی حفاظت اور خوشحالی کیطرف توجہ نہین کرتے اگر اہل ملک اپنا زور نہ دکھائینگے تو بادشاہ یا فرشتے ہمین عمدہ قانون نہین دیسکتے صرف اصلاح کا جوش ہماری مدد کرسکتا ہے کیونکہ وہ ہمین انسانیت کا سبق سکھاتا ہے۔ مگر یہ جوش کسی بیرونی قوت سے حاصل نہین ہو اسکا اظہار اندر سے ہونا چاہیئے، انسانیت کے تمام اصولون کا مرکز اور مرکز اسلام ہے۔ بس اسکی ہدایات پر نہایت احتیاط، وفاداری اور جوش کے ساتھ عمل کرو تو ہمارا مطلب ضرور حاصل ہوگا"۔

اسلام اور اصلاح

اسلام کو ہر قسم کی اصلاح کا ابتدائی اصول قرار دینے سے کم از کم یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ اوسکی مدد سے ہر ایک جدت اور بدعت مسلمانون کو دلکو خوشی تمام گوارا ہوسکے گی، علاوہ برین یہ طریقہ اصلاح کی ترقی کے لیے تاریخا

لحاظ سے بھی موزون تر ہے بہ نسبت اصطباغ کے طریقے کے جو یورپ کے
مشنری اختیار کرتے ہین۔ اس سلسلہ مین ایک عالم سیدہ مضمون جو اخبار
قانون مین شائع ہوا ہے خاص ذکر کے قابل ہے۔ بدعتون کے رواج دینے
کی امتناع کی لغویت ثابت کرتے ہوئے عالم موصوف تحریر کرتا ہے ۔

"اسمین مطلق شبہ نہین ہے کہ حضرت محمد صلعم کے بعد دوسرا نبی دنیا
مین نہ آئیگا۔ اس امر کا اقرار کرنے کے ساتھ ہم ایک دوسری حقیقت کی قوت
سے انکار نہین کر سکتے۔ کیا یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ یہ دنیا ایک لمحہ کے
لیے بھی بغیر خدا کی مرضی کے قایم رہ سکتی ہے؟ جہالت اور وحشت کے
زمانہ مین خدا ہمارے پاس پیمبر بھیجدیتا تھا۔ اور اگر حضرت محمد صلعم کے
ظہور سے اُن کا آنا بند ہوگیا ہے تو اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ
پیمبری کی شخصیت، نہ کہ اوسکی حقیقت یا روح کا اختتام ہوا ہے،
پیمبری کی یہ روح اور یہ روشنی نیک اور باخدا لوگون کی کوشش کی
صورت مین قائم رہتی ہے، ایسے محب وطن بنی نوع انسان کو شرف
بخشتے اور ملک کو ہر قسم کا فائدہ پہونچاتے ہین۔ اسمین کچھ شک
نہین کہ تار برقی اور دخانی انجنون کے موجدون کا کام خدا کے
نزدیک زیادہ مقبول ہوگا بہ نسبت اون فقیرون کے جو عبادت
کے غلط معنے سمجھکر اپنے جسم کو تکلیف اور اذیت دیتے ہین۔

مطلق العنانی کے ساتھ کشمکش اور آزادانہ حکومت حاصل کرنے
مین، ایران مین بمقابلہ ٹرکی کے زیادہ دقت پیش آئیگی۔ کیونکہ ایران مین

جہان ہمیشہ سے گورنمنٹ کے خلاف نفرت پائی جاتی ہے ملاؤن نے
اپنی حکومت اور اثر گو رعایا پر قایم رکھا ہے اور جو شخص ایران کی شملہ پوش
اخوند، ملاؤن، سیدون، اور مجتہدون سے واقف ہے اوس کو
اصلاح کے کامیاب اشاعت کی نسبت زیادہ مغالطہ نہین ہو سکتا ہے
تمباکو کے اجارہ دینے کے وقت ہم دیکھ چکے ہین کہ علما کی قوت بہ نسبت
گورنمنٹ کے بہت زیادہ ہے، روسی اقتدار کی روز افزون ترقی ملاؤن
کی آنکھ مین مثل کانٹے کے کھٹکتی ہے اور اسلئے جو کوشش ایسی اصلاح
مین کیجایگی جس سے علما کا اثر کم ہو، گورنمنٹ کیلیے خطرہ سے خالی نہین ہے

باب ششم

مغربی تمدن کا اقرار

جو مسلمان مغربی تمدن سے کسیقدر متاثر ہوئے ہین انمین بیداری کے بیّن
آثار پائے جاتے ہین - لیکن باوجود اسکے آزاد خیالات پھیلانے والے مصلحین
کے نزدیک اسلام کا مستقبل بوجہ اسکے کہ یورپ کا اثر غلبہ پاتا جاتا ہے نہایت
اہم مشکلات سے مملو نظر آتا ہے - پرانے خیالات کے بیشتر مسلمان قسمت کے
اٹل فیصلہ پر قانع رہتے ہین "تعز من تشاء وتذل من تشاء" جیسے
آیت قرآنی کے مقابلہ مین انسانی کوششین ناگزیر واقعات کے بدلنے کے
لیے محض بیکار سمجھی جاتی ہین - جب کبھی راسخ الاعتقاد مسلمان اسلام
کے تنزل کے اسباب پر غور کرتے ہین تو اس خرابی کا باعث زیادہ تر دینی
ایمان کے نقص اور معاملات زندگی مین عیسائیون کے خیالات کی تقلید
کو قرار دیتے ہین - برخلاف اسکے وہ مسلمان جو تمدن یورپ سے متاثر ہوئے
ہین اس انکسار سے نوشتہ تقدیر کے قائل نہین ہوتے - وہ موجودہ تمدن
کے فوائد کیجانب سے اپنی آنکھین بند نہین کرتے - بلکہ اپنے گرد و پیش
ایسے ذرائع تلاش کرتے ہین جنکی مدد سے آئیوالا خطرہ رفع ہوسکے اور
کوشش کرتے ہین کہ کوئی طریقہ ایسا ہاتھ لگے جس سے اسلامی دنیا تمدنی ترقی کر

اوس درجہ پر پہونچ جائے جہان آج عیسائی ممالک نظر آتے ہین۔

تاریخ یا پالیٹکس پر جو فلسفیانہ بحث ابن خلدون اور کوششین کی
ہے موجودہ زمانہ کے مسلمان مؤلفون سے ایسی امید رکھنا غیر ضروری ہے
کیونکہ اونکی آنکھین علوم جدیدہ نے کھولدی ہین نصف صدی پہلے اعلیٰ درجہ
کے روشن خیال مسلمان بھی تمدن یورپ کی برتری کا اقرار کرتے ہوئے شرماتے
تھے مگر اب وہ نہایت آزادی اور فراخدلی کے ساتھ ایشیائی دنیا کی تہذیب
وتمدن کے نقائص اور غلطیون کو بیان کرتے ہین۔ قسطنطنیہ کے ترکی اخبارات
مین ایسے خیالات کا اظہار ممکن نہین ہے کیونکہ وہان پالیٹکس اور
انتظام سلطنت پر کسی قسم کی نکتہ چینی کرنا قطعاً ممنوع ہے حتیٰ کہ لفظ
حریت کا چھاپنا بھی قابل سزا قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ایسے ترکی اخبارون
ہین جو دیگر ممالک سے شایع ہوتے ہین ان معاملات پر آزادی کے ساتھ بحث
ہوتی ہے اخبار "ترک" مطبوعہ قاہرہ کے نمبر ۳۲ مین کسی تعلیم یافتہ مسلمان کا
مندرجہ ذیل مضمون شایع ہوا تھا جو خاص دلچسپی رکھتا ہے:-

مسلمانوں کی برتری کا اقرار

"پچیس سال قبل شہر صوفیہ مین بکثرت پیچ در پیچ سیلی سڑکین تھین
جیسی کہ ہمین آج بھی اوڑیانوپل۔ ینی نا۔ موناسٹیر وغیرہ مین نظر آتی
ہین۔ وہان کوئی خوبصورت یا آرام دہ چیز نظر آتی تھی اور سوا اسکے
چند عبادتگاہون، بارگون، اور جیلخانون کے اور کسی چیز سے تمدن
کے آثار نہ پائے جاتے تھے، لیکن جب سے صوفیہ بلگیریا کے قبضہ مین آ
ادسمین، اسقدر اصلاحین اور اضافے کئے گئے ہین کہ پہلے شہر کا پہچاننا

آزادی کی برکتیں

مشکل ہے۔ اب وہان سیدھی صاف ستھری سڑکین، چوک، تھیٹر، عجائب خانہ
چڑیا گھر اور نباتات کے باغات، برقی روشنی، ٹرام وے، ٹیلیفون وغیرہ سب
کچھ نظر آتا ہے نہ صرف صوفیہ بلکہ وارنا، فلپ پولیس، اور دیگر شہرون نے
بھی یورپ کی وضع اختیار کی ہے۔ رومانیا - سرویا - یونان - بلغاریہ آزاد
ہوتے ہی تہذیب کی روشنی سے منور ہو گئے ہین۔ کریٹ کی حالت بھی جلد
بدل جائے گی۔ لیکن جب ہم اپنے ملک پر نظر ڈالتے ہین تو دیکھتے ہین کہ
اڈریانوپل، بروسا، حلب، دمشق اور بغداد جو کبھی سلطنت کے مرکز تصور
کئے جاتے تھے، اپنی قدیم شان اور زیبائش کھو کر کس مپرسی اور لاپروائی
کی بدولت برباد اور بدنما ہو گئے ہین۔ ہم انکے باشندون کے ساتھ جو تاریکی اور
جہالت مین مبتلا ہین ہمدردی ظاہر کرتے ہین۔ حالانکہ بروسا اور اڈریانوپل
دارالسلطنت کے متصل واقع ہین لیکن وہان بدوضع پورانی قسم کی گاڑیان
بیل کھینچتے ہین، گھوڑا گاڑیون کا کہین پتہ نہین، دور کیون جاؤ خود قسطنطنیہ
ہی کو دیکھو جہان لاکھون کی آبادی ہے اور قدرتی مناظر کے لحاظ سے تمام دنیا
کے شہرون سے ممتاز ہے۔ ناہموار سڑکون پر کوڑہ کرکٹ کے انبار پڑے
ہین اور بازاری کتے لوٹ لگا رہے ہین۔ سپاہیون کی بارکین بکثرت
موجود ہین مگر سپاہی بغاوت فرو کرنے کے لیے ہین نہ کہ باشندون کی جان
و مال کی حفاظت کے لیے، استانبول مین نہ کوئی تھیٹر ہے نہ نباتات یا
حیوانات کے باغات حالانکہ یہ چیزین فی زمانہ آسٹریلیا اور سائبیریا جیسے
دور و دراز ممالک مین بھی پائی جاتی ہین۔ پس کیا تعجب ہے، اگر اہل یورپ یہ کہتے ہیں

کہ ترک رعایتاً یورپ مین ہین اگرچہ یورپ مین سے نہین ہین، انھین یورپ کی بو باس نہین، اونمین مہذب بننے کی صلاحیت نہین۔ وہ کبھی یورپ مین مستقل قیام کا ارادہ نہین رکھتے۔ پس لاؤ انہین مار کر ایشیا مین بھگا دین، خدا کے لیے اس سست رفتاری اور لاپروائی سے باز آؤ ہمین تہذیب اور تمدن کی جانب سے اپنی آنکھ نہ پھیرنا چاہیئے۔ ہم تو ناولائیتی کے سامنے شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہین یہ وہی سروین اور بلگرین ہین جنھین کچھ دن ہوئے سوئر چرانے والے کا خطاب دیا کرتے تھے۔ ہان آؤ ہم ظلم اور تعدی کی ماتحتی سے نکلکر انصاف اور عقلمندی کے محکوم ہون"

اس اخبار ترک کے نمبر ۵۰ مین مراکش اور ابی سینا کی پولیٹکل حالت کا مقابلہ کیا گیا ہی، مراکش باوجود یورپ کے اس قدر قریب ہونے کے حد درجہ کی بربادی اور بدنظمی کا شکار ہو رہا ہو۔ وہان پکی سڑک کا نشان نہین۔ نہ انتظام نہ انصاف در اصل کوئی چیز ہی ایسی نہین جس سے تمدن اور ترقی کے آثار پائے جاتے ہون برخلاف اسکے عیسائی ریاست ابی سینیا مین جو یورپ سے اس قدر دور واقع ہی، اور کچھ دنون پہلے بالکل وحشی اور جنگلی خطہ تھا، تمدن جدید استقلال کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ دار الخلافہ سے ساحل سمندر تک ریلوے بنائی گئی، فرمانروا اور رعایا دونون ترقی کے جوش سے بھری ہوئے ہین اور ہمیشہ آگے قدم رکھنے کی کوشش مین رہتے ہین۔

[1] تو نا ولایتی یا صوبہ ڈینیوب، بلگیریا کے شمالی حصہ کا نام تھا جس کا دار الحکومت اشچک تھا۔

اگر آج سے پچاس سال قبل کوئی ترک ایسے الفاظ قلم سے نکالتا تو یقینی طور پر قید خانہ یا پاگل خانہ مین بند کیا جاتا کیونکہ ایسے الفاظ کا زبان پر لانا ہی کفر والحاد سمجھا جاتا تھا صرف پوشیدہ طور سے لوگ ایسے خیالات ایک دوسرے تک پہونچا سکتے تھے۔ مگر اب تمام جھوٹی شرم بالائے طاق رکھدی گئی ہے۔ وسط ایشیا کے مسلمان جب عرب کے مقدس شہرون سے حج کرکے ہندوستان کی راہ سے واپس آتے ہین تو گھر پہونچکر اکثر کہا کرتے ہین کہ "انگریزون کا ایمان سیاہ ہے۔ مگر انکا انصاف سفید ہے" ایسے ہی خیالات کا اظہار ایک تعلیم یافتہ ترک نے انگریزی قبضہ مصر کے متعلق کیا ہے:۔

"اگرچہ یہ امر ہم ترکون کے لیئے باعث شرم ضرور ہے مگر ہم اسکا اقرار کئے بغیر نہین رہ سکتے کہ انگریزون کا اقتدار مصر مین اہل مصر کے لیے بڑی خیر و برکت ثابت ہوا ہے۔ انگریزون اور فرانسیسیون کے درمیان اتحاد قائم ہونے سے بازار کا نرخ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے وادی نیل مین ہر چہار طرف خوشحالی کے آثار پائے جاتے ہین ملک اور رعایا مالدار ہین اور ہر شخص امن اور اطمینان کے ساتھ اپنی دولت سے لطف اوٹھاتا ہے اور اپنے گھر کا بادشاہ ہے۔ اگرچہ خزانہ محاصل ملک سے لبریز ہے مگر رعایا محصول کا بار محسوس نہین کرتی۔ جبر و تشدد کی ضرورت نہین ہوتی اور ایک تحصیلدار آسانی سے مالگذاری وصول کرلیتا ہے صنعت و حرفت اور اپنے ذاتی رجحان طبیعت سے اہل ملک فائدہ اوٹھاتے ہین تجارتی انجمنین قائم

ہو رہی ہین زمین، آب وہوا، اور حالت ملک سے متمتع ہونے کیلئے ہر قسم کی کوشش کیجاتی ہے۔ اور حاکم و محکوم مین تعلقات بہت اچھے مین۔ لیکن افسوس ان دل خوش کن حالات سے ترک نہین بلکہ غیر ملک والے زیادہ فائدہ اوٹھاتے ہین۔ کیونکہ بد قسمتی سے ٹرکی گورنمنٹ نے نہین بلکہ انگریزون نے یہ تمام عجائبات مصر مین پیدا کئے ہین،،

امریکن سول[۱] وار کے زمانہ مین روئی کا نرخ غیر معمولی طور پر بڑھ گیا تھا اور ایک بیگہ کاشت مین پچاس لائر (مصری روپیہ) نفع ہوتا تھا۔ مگر باوجود اسکے کوئی شخص مفت زمین کاشت کرنے پر بھی آمادہ نہوتا تھا کیونکہ اسوقت کی ظالم گورنمنٹ نے پچاس لائر فی بیگہ محصول رکھا تھا اب انگریزی انتظام کیوجہ سے گو ۱۰ سے ۱۵ لائر فی بیگہ تک پیداوار ہے مگر زمین کی قیمت ۱۵۰ اور بعض جگہ ۲۰۰ لائر ہو گئی ہے۔ اس مثال سے ہم اندازہ کر سکتے ہین کہ عدل و انصاف انسان کو کس درجہ مرفع الحال اور مالدار بنا سکتے ہین۔

لیکن اب گذری ہوئی بات پر رونا بیکار ہے ہمین حق کا سامنا کرنا چاہئے خواہ کتنی ہی تکلیف کیون نہو حق بات کو ماننا چاہئیے۔ اگرچہ وادی نیل ہمارے قبضہ سے نکل چکی ہے۔ لیکن وادی دجلہ و فرات کو محفوظ کر کے اپنے لیے فائدہ رسان بنانا چاہئیے،،

نہ صرف ترک بلکہ اکثر ایرانی بھی ان امور کی نسبت اپنی مذمت اور معذرت

[۱] خانہ جنگی۔

برتری کا آزادی کے ساتھ اقرار اور اپنے ملک کی ناگفتہ بہ حالت پر اظہار تاسف کرتے ہین ابراہیم بیگ ایرانی نے، جو قاہرہ مین پیدا ہوا تھا اپنے ملک اور دین کی ہمدردی کے جوش مین آکر ایران کا سفر اختیار کیا تاکہ جنت مالوف کی حالت سے پوری واقفیت حاصل ہوجائے اُسنے شیعہ مذہب کے جملہ مقدس مقامات کی زیارت کی اور ایران کے مشہور شہرون کا دورہ کیا۔ مگر جس بربادی، بدنظمی، رشوت کی گرم بازاری، ظلم و تعدی، بے انصافی، افلاس، اور کس مپرسی کی حالت مین اوس نے اپنے خوش منظر ایران کو مبتلا پایا اوسے دیکھکر جو غم و غصہ اور صدمہ اور مایوسی ہوئی اُسکے بیان کو الفاظ ملنا محال تھے، اس سچے ایرانی نے جو غمناک تصویر موجودہ حالات ایران کی کھینچی ہے اس سے بہتر نہین ہوسکتی اس جوشیلے ہمدرد شیعہ مسلمان نے ایران کی طرز زندگی اور مراسم کا تمدن مغرب سے مقابلہ کرنا شروع کردیا اور اوسے نہایت افسوس کے ساتھ ہر معاملہ مین یورپ کو ترجیح دینا پڑی اہل مشرق کی دماغی حالت مین جو غیر معمولی تبدیلی واقع ہوئی ہے یہ کتاب اوس کی نہایت عمدہ دلیل ہے۔[1]

اپنی ردی حالت کا اقرار دوسرے ترک اور ایرانی مصنفون نے بھی کیا ہے اس سے بخوبی ثابت ہے کہ تعلیم یافتہ اور مہذب مسلمانون کو پرانے مراسم اور طریق زندگی کے نقائص اور فروگذاشتون کو دیکھکر بڑی تکلیف ہوتی ہے اور نیز مغربی تمدن کی

[1] ابراہیم بیگ کے حالات سفر کا ترجمہ ایک جرمن عالم نے ۱۹۰۳ء مین بمقام لیپزگ سے شایع کیا ہے۔

ایرانی

ضرورت محسوس ہوتی ہو۔ اس نقص کے اقرار کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان
مروجہ عیوب کی اصلاح کے بہترین ذرایع سنجیدگی کیساتھ تلاش کرنے لگے،
مستند اور غیر مستند مشیرون کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی ہو۔ لیکن میرے قیام
ایشیا کے زمانہ مین مجوزہ تدابیر کا نہایت پوشیدگی کے ساتھ ذکر ہوتا تھا مگر اب
ان مسائل پر آزادی کے ساتھ مضامین لکھے جاتے ہین۔ اور بے دھڑک
مباحثے ہوتے ہین، اس تحریک مین ہم (اہل یورپ) کو جس چیز کے ساتھ
بہت دلچسپی ہو وہ مسلمانان ہند کے خیالات نہین ہین جو برطانیہ عظمیٰ کے
سایہ عاطفت مین رہتے ہین بلکہ امت محمدؐ کے اُس حصہ کی راے سے جو
ملکی لحاظ سے آزاد ہین، کیونکہ موخر الذکر یقین کرتے ہین کہ اونکی مجوزہ تدابیر
سے نہ صرف اونکی ذاتی پولیٹکل آزادی قایم رہیگی بلکہ تمام اسلامی دنیا کو آزادی
حاصل ہو سکیگی۔ اس اسکیم (تجویز) کا خاص حصہ مستقبل ٹرکی سے تعلق
رکھتا ہو کیونکہ ٹرکی بوجہ قائمقام خلافت ہونے کے اسلامی دنیا مین سب سے
بڑی اور سب سے زیادہ باا‌ثر سلطنت تصور کیجاتی ہو، اور یہ خیال
ناواجب نہین ہے، کیونکہ سلطنت عثمانیہ کی پولیٹکل بربادی کے بعد
اسلام کی آزادانہ زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اسوقت تک جو تدابیر پیش
کی گئی ہین اُن سب کا ماحصل یہ ہو کہ مغربی تمدن اختیار کیا جاے لیکن
ترکون نے اور ذرایع اختیار کیے ہین جنسے انھین اصلاح کی قوی امید
نظر آئی ہے:-

(۱) اتحاد عثمانی، پہلی تجویز یہ ہو کہ سلطنت ٹرکی کی مختلف القوم وملت فرقون کی

پولیٹیکل لحاظ سے ایک قومیت کے رشتہ مین متحد کرکے عثمانی قوم کی بنیاد ڈالی جائے لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا، یہ تجویز قابل عمل نہین ہو اور اس لیے اسپر بحث کرنا بیکار ہو۔

(۲) اتحاد ترکی، یعنی دنیا کے تمام ترکون کی متحد جماعت قائم کیجاے، یہ بھی ترا ڈھکو سلا ہو کیونکہ ترکون کے مختلف اجزا کی حالت مین اس قدر فرق ہو اور تمدنی رتبہ سے اسقدر گرا ہوا ہے کہ اُن سب کا ملکر کسی پولیٹیکل جماعت کا قایم کرنا مشکل ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ترکون کی بکثرت شاخین زیادہ تر سلطنت روس کی رعایا ہین، اور روس کے فولادی چنگل سے اونکا آزاد ہونا سخت دشوار امر ہے۔ اتحاد ترکی مین ایک بیکمزوری اور ہے کہ اہل عرب اور اہل ایران ترکون کو عزت کی نظر سے نہین دیکھتے۔ اہل عرب ابتک ترکون کو غیر مہذب اور ناشایستہ قوم سمجھتے آئے ہین اور اونکے یہان کثافت ترکی ضرب المثل اختیار کی ہے۔ حال مین جو بحث مابین اخبار ترک" اور المنار" ہوئی ہے اوسمین عربی اخبار (المنار) ترکونکو الزام دیتا ہو کہ انھون نے اسلامی تمدن اور مذہب کی کوئی اصلی خدمت نہین کی ہے۔ اس کا اخبار ترک" نے یہ جواب دیا کہ ترک ہمیشہ سے حامی دین رہے ہین۔ اگر اُنکی تلوار کا زور

له مثلاً ترکی اور مصر کے ترکون کی حالت مین بلحاظ ترقی علمی و شجاعت بہت فرق ہو اسکے علاوہ چینی اور تاتاری ترکون کی حالت اسقدر گری ہوئی ہو کہ اونمین پولیٹیکل احساس پیدا کرنے کیلیے صدیان درکار ہین۔ مترجم۔

نہ ہوتا تو اسلام کی ہستی نا ممکن ہو جاتی جسکی دلیل یہ ہی کہ جب سے عثمانی قوت
کو زوال آیا اسلامی دنیا کا معتد بہ حصہ عیسائیون کے قبضہ مین ہو گیا۔
اور یہ کہ دماغی قابلیت کے لحاظ سے بھی ترک کسی سے کم نہین ہین کیونکہ
ابنجاری، فارابی تفتازانی زمخشری اور دیگر نامور علمار ترک[1] تھے اور یہ کہ
تمدن جدید کے اکتساب مین ترکون نے عربون اور ایرانیون پر پیش قدمی کی
ہی۔ اخبار ترک کے یہ دلائل بالکل صحیح ہین، مگر ترکون اور عربون کی قدیم
منافرت برابر باقی رہیگی[2]، حال مین اس منافرت مین بہت کچھ اضافہ
ہوا ہی، اگرچہ اس تحریک کے سرغنا زیادہ تر عیسائی عرب ہین جیسا کہ نجیب
ازوری کے رسالہ موسومہ "بیداری قوم عرب" سے واضح ہوتا ہی[3]۔

(۴) اتحاد اسلامی (پین اسلام ازم) یہ ذریعہ بظاہر عیسائی دنیا سے

پین اسلام ازم

[1] یہ علمار ترکستانی نسل سے ضرور تھے لیکن ترکی قوم مین انکا شمار نہین ہو سکتا۔ بہتر ہوتا کہ اخبار ترک حاجی خلیفہ، کوشی بیگ، سعید الدین اور دوسرے اصلی ترک علمار کا ذکر کرتا۔

[2] ترکون اور عربون کی یہ منافرت رنگ لائے بغیر نہین رہی۔ جنگ عظیم کے زمانہ مین عربون نے ترکون سے غداری کرکے انکے دشمنون کا ساتھ دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ترک اور عرب دونون اقوام یورپ کے زیر نگین اور دست نگر ہو گئے۔ شام پر فرانسیسیون نے عراق پر انگریزون نے قبضہ کر لیا اور دونون قومون کی آزادی خطرہ مین پڑ گئی۔ ۱۹۲۲ء مترجم

[3] یہ رسالہ ۱۹۰۵ء مین پیرس سے شایع ہوا۔ اور فرانسیسی زبان مین تحریر کیا گیا ہی۔ اسکا لب لباب یہ ہی کہ ترکون کے مقابلہ مین تمام عربون کو خواہ مسلمان ہون یا عیسائی ملکر کام کرنا چاہیے۔ اس تحریک کا اوٹھانیوالا بیروت، دمشق اور بیت المقدس [illegible] نے اس خیال کی اشاعت کی ہی کہ سلطنت شام علیحدہ قائم ہو جسمین ترکونکو کوئی دخل نہو، مگر سلطان عبد الحمید خان کے زمانہ مین ہوا ممکن ہی کہ نوجوان ترکون کی مربیانہ مفسدانہ خیالات کی بیخ کنی کر سکے

کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنیکا بہترین آلہ نظر آتا ہے۔ اور جمہور مسلمانون کے نزدیک آگے چلکر ذریعہ نجات ثابت ہوگا، ہمنے لفظ "بظاہر" اس لیے استعمال کیا ہے کہ یورپین وضع کے مسلمان اسکو چندان ضروری نہین سمجھتے۔ اور ان کا یہ خیال بلاوجہ نہین ہے جسکو ہم ابھی بیان کرتے ہین۔ اول یہ کہ مجوزہ اتحاد اسلامی سے جب یہ مراد لی جاتی ہے کہ اسلامی دنیا کے مختلف اجزا جو تک ملک پھیلے ہوئے ہین، اور مختلف اقوام مین منقسم ہین ملکر کام کرین تو اسکے لیے یہ امر لازمی ہے کہ انمین تمدن و تہذیب یکسان درجہ پر ہو اور پولیٹکل قابلیت اعلی پیمانہ پر پہونچ گئی ہو مگر ابتک اسلامی دنیا جو وسط چین سے بحر اطلانٹک تک اور توبول سے جاوا تک اور تمام اندرونی افریقہ مین پھیلی ہوئی ہے ہرگز اس درجہ تک نہین پہونچی ہے۔ ان مختلف اقوام مین رسم و رواج، مذہبی رسوم گذشتہ تاریخ اور خو بو کا اس قدر اختلاف ہے کہ اسکا رفع ہونا زمانہ حال یا استقبال مین سخت دشوار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن مین کل مومن اخوۃ کی تلقین کی گئی ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے حج بیت اللہ شریف مقرر کرکے پین اسلام ازم کی بنیاد ڈالدی تھی تاکہ ہرسال مختلف ممالک کے مسلمان ایک جگہ جمع ہون اور آپسمین رشتہ اخوت کی تجدید ہوا کرے لیکن تعجب کی بات ہے کہ یہ تجویز عالم خیال ہی مین رہی اور عملی طور سے وہ اسلام کے لیے کبھی سود مند نہ ہوئی حالانکہ گذشتہ ۱۳۳۱ برس مین اسلام کو بے انتہا تکالیف اور سختیان اپنے دشمنون کے ہاتھون اوٹھانا پڑی ہین مگر ایک مثال بھی ایسی نظر نہین آتی جسمین کل مسلمانون نے متفق ہوکر ستم رسیدہ اسلامی دنیا کی حمایت یا ہمدردی کی ہو۔

مسلمانان اسپین یا مصر و ہندوستان اور ایران کا تذکرہ کون ہے مصیبت کے

وقت کبھی ہاتھ نہین بٹایا۔ حالانکہ اُس زمانہ مین ترکی اقتدار و جلال کا ستارہ اوج فلک پر درخشان تھا۔ اور اسپین کے مسلمانون کو عیسائی تلوار نے خاک مین ملادیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ترکون کو بھی یہی روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔ صفویہ خاندان کے ایرانی شاہزادون نے آل عثمان کے مقابلہ پر ہنگری اور وینس سے امداد طلب کی، اسیطرح تیمور اعظم نے مغربی ترکون کا قلع قمع کرنے کے لیے ہنری سوم شاہ اسپین کو اپنا مددگار بنایا۔ ترکی نے پھر ایسی ہی لاپروائی اور غیریت کا برتاؤ کیا جبکہ روس نے کریمیا اور ممالک والگا کے مسلمانون کی قوت کو خاک مین ملایا جبکہ زار روس نے یکے بعد دیگرے خاندان قاجاریہ کے وسیع اور قیمتی صوبے چھین کر ایران کو تباہی اور بربادی کے کنارے پہونچادیا، ترکی و نیز دوسرے مسلمان خاموشی سے یہ سب نظارہ دیکھتے رہے!

اسمین شک نہین کہ دنیا کے مسلمان جو حج کے زمانہ مین جبل عرفات پر پہونچکر جوش اور وجد کی حالت مین یکزبان ہوکر "لبیک یا اللہ" پکارتے ہین اسلامی شریعت مین بھائی بھائی ہین، ہر شخص یکسان ارادت اور عقیدت کے خیال سے کعبہ کو اپنے لبون سے بوسہ دیتا ہی، حج کو آتے جاتے وقت وہ ایک ہی رشتہ برادرانہ مین منسلک ہوتے ہین اور سلاملک کے دن قسطنطنیہ مین زائرین دنیا سلطان المعظم کے لئے جو اظہار ارادت و عقیدت کرتے ہین اسکا سبب یہی ہی کہ وہ خلیفہ اسلام مانے جاتے ہین۔ لیکن اس سے زیادہ اور کوئی ثبوت پایا یہ کہیے کہ کوئی عملی ثبوت اس مذہبی اخوت اور غرض مشترک کا نہین پایا جاتا۔ اگرچہ مذہب کو سلطنت کے لیے کارآمد بنانے کی بارہا کوشش کی گئی ہی+

اتحاد اسلامی کی ابتدائی تاریخ

حال مین یورپی طریقہ مجالس اختیار کرنے کی مدد سے اتحاد اسلامی یا
پین اسلام ازم مین زندگی کے آثار پائے گئے ہین ۔ سب سے اول اس کا
اشارہ استنبول کی جانب سے ہوا ۔ جہانتک مجھے یاد ہے مین نے سب سے
اول عالی پاشا کے محل واقع کان لج یا ساحل باسفورس مین تمام اسلامی
دنیا کو ایک مجلس مین متحد کرنے کی ضرورت کا تذکرہ سنا تھا ۔ اور اسی
مقام پر وسط ایشیا کے ایک اسلامی واعظ سے میری ملاقات ہوئی تھی ۔ یہ لوگ
ملاؤن کے فرقے سے تھے اور اونکا یہ کام تھا کہ خلیفہ اور دیگر شاہان اسلام
کے مابین تعلقات قایم رکھنے کی ضرورت پر وعظ کہتے پھرین ۔ اور سلطان معظم
کی عظمت و شوکت کو تمام دنیا مین مشتہر کرین ۔ اور اسکے ساتھ یہ لازمی امر تھا
کہ کفار سے تعلقات پیدا کرنے سے مسلمانون کو منع کرین ۔ جنوبی روس وسط
ایشیا ۔ افغانستان چین ۔ جاوا ۔ اور ہندوستان ان واعظین کا تختہ مشق
تھا اور حال مین اونکا اثر وسط افریقہ مین بھی پہونچگیا ہے ۔ عبد الحمید خان
کی سرگرم طبیعت اس تحریک کیجانب خاص طور پر مائل تھی ۔ آپکی نسبت
کہا جاتا ہے کہ طبیعت سازش پسند واقع ہوئی ہے ایسی سازشون کا اہتمام
وہ بہ نفس نفیس کرتے ہین ۔ حجاز ریلوے کی تعمیر جس سے اسلامی مرکزون کے
باہمی تعلقات آسان تر ہو جائینگے خاص سلطان کا کام ہے ۔ اور اسکا
صرف یہ مقصد ہے کہ پین اسلام ازم کے تحریک مین ترقی ہو

سلطان کا اثر

لیکن اب تک جو نتائج اس کوشش سے حاصل ہوئے ہین وہ امید
سے بھی کم ہین ۔ یہ صحیح ہے کہ وسط ایشیا اور افغانستان کے امیر شیعہ اپنی مساجد کے دروازون

سلطان المعظم کی مطلا فرمان آویزان رکھتے ہین جو اس بات کی دلیل ہو کہ اونکو
نماز جمعہ پڑھانے کا اختیار خلیفۃ المسلمین کی جانب سے حاصل ہو اور وسط
ایشیا کے بعض خان سلطانی خطابات اور خلعتون کو نہایت شکر گذاری
کے ساتھ قبول کرتے ہین لیکن ان درباری مراسم کی ادائیگی ہین چندان پولیٹکل
اہمیت نہین ہوسکتی ہے۔

وسط ایشیا کے مسلمان باشندونپر سلطان روم کا اثر بحیثیت خلیفہ
کے پایا جاتا ہو مگر اوسکا دائرہ نہایت محدود ہے، آخری جنگ روم وروس
کے وقت مسلمانان ہند، جاوا، اور جنوبی افریقہ نے بلا کسی بیرونی تحریک کے
ٹرکی کو زر نقد بطور چندہ اور فوج کے لیے چانول بھیجے تھے، مسلمان حجاز
ریلوے کی تعمیر مین بھی امداد کرتے ہین۔ لیکن یہ چندے اون ممالک
کی مسلمان آبادی اور خوشحالی کی نسبت سے بہت کم اور حقیر ہین، پین اسلام
ازم (اتحاد اسلامی) کے ساتھ جو مذہبی جوش اور سرگرمی، اونمین پائی
جاتی ہے اوسکا نقش لفظیون کے ڈھورے سے آگے نہین بڑھتا۔ اس
توضیح کے بعد ہم سوال کرسکتے ہین کہ کیا امتداد زمانہ کے ساتھ موجودہ
حالت مین ترقی ہوگی؟ حالت موجودہ خود اسکا جواب ہو جیسا کہ پہلے بیان ہو

لے اس اتحاد کی ادنی مثال یہ ہو کہ ۱۹۰۶ء مین بمقام لندن پین اسلامک سوسائٹی قائم ہوئی سلطان ٹرکی
خدیو مصر امیر افغانستان، سلطان مراکو، اور دیگر بادشاہ اوسکے مربی قرار دیے گئے اور اسکا مقصد تمام اسلامی
ممالک مین برادرانہ تعلقات پیدا کرنا قرار دیا گیا، لیکن اس سوسائٹی نے عملی کام بہت کم کیا۔ سوسائٹی
کے پاس کافی سرمایہ نہین ہے اور نہ لندن مناسب مقام ہو جہان سے اسلامی دنیا پر اثر ڈالا جا سکے

اتحاد اسلامی کی تحریک کے ساتھ جوش اور سرگرمی کا تعلق براہ راست مختلف
اقوام و ممالک اسلامیہ کی دماغی اور مادی ترقی سے وابستہ ہے اور اگران تمام
اقوام کی دماغی حالت مین ترقی بھی ہو جاے تاہم اتحاد اسلامی کی تجدید سے
کوئی عملی نتیجہ حاصل ہونے مین کلام ہے کیونکہ اسلام کے مقابلہ مین عیسائی سلطنتون
کی قوت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کوئی اتحاد اہل یورپ کے اغراض کے
خلاف قائم ہو تو ابتدا ہی مین اسکا قلع قمع کیا جاسکتا ہے۔

ملک روس مین جہان اسلام جابرانہ گورنمنٹ کے آہنی چنگل مین پھنسا
ہوا ہے اور ترکستان مین، اسلام کسی قسم کی زندگی یا نمونہ کا اظہار نہین کرسکتا
سلطنت انگلشیہ کو ہندوستان مین بھی جہان ۶ کرور مسلمان آباد ہین
کسی فوری خطرہ کا اندیشہ نہین ہے، جبتک کہ عدل و انصاف اور انسانیت
کے اصول پر گورنمنٹ کاربند ہے اور مسلمانون اور دستور پرست ہندوؤن
مین رقابت باقی ہے جو غیر ملکی حکومت کے لیے سپر کا کام دیتی ہے۔ دوسرے
اسلامی ممالک ٹرکی ایران۔ افغانستان جو ابھی تک آزادی کا پھٹا
پرانا جامہ پہنے ہوئے ہین، عیسائی سلطنتون کے مسلمان رعایا پر کسی
قسم کا اثر نہین ڈال سکتے، اگرچہ خلافت کیجانب سے طرح طرح
کی کوششین کی گئین۔ زمانہ حال کے فرمانرواؤن مین سے امیر عبدالرحمٰن
والی افغانستان نے البتہ اخوت اسلامی کی تجدید کا آغاز کیا اور اس غرض سے

ك جنگ عظیم کی وجہ سے خلیفۃ المسلمین کی جو حالت ہوئی ہے اسنے تمام دنیا خصوصاً مسلمانان ہند کو بیدار کردیا
ہے لیکن زمانہ آئندہ ثابت کریگا کہ مسلمانون کا یہ جوش عارضی ہے یا واقعی شاندار مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔ مترجم ۲۲ ستمبر ۱۹۱۶ع

ضیاء الملۃ والدین کا لقب اختیار کیا - اس پولیٹکل مقصد کو پیش نظر کرکے
اونھون نے قسطنطنیہ سے نامہ وپیام شروع کیا حالانکہ ٹرکی کی متنزلزل حالت
امیر موصوف سے پوشیدہ نہین تھی، امیر عبدالرحمن کی جملہ کوششین اپنے
ملک سے باہر بے سود ثابت ہوئین - اور یہ مثال مزید ثبوت ہی اس امر کا کہ
پین اسلام ازم (اتحاد اسلامی) کی تحریک ایسی خطرناک نہین جسقدر کہ اہل یورپ
تصور کرتے ہین علاوہ برین ایسے مسلمان جو یورپی تمدن سے فیضیاب ہوچکے
ہین پین اسلام ازم کے خیال کے خلاف ہین کیونکہ اونکو اندیشہ ہی کہ اس
تحریک کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ مذہبی علما برسر حکومت ہوجائین ۔ اس
طریقہ حکومت مین خواہ عیسائی ممالک ہون یا اسلامی آزادانہ خیالات
کو ترقی نہین ہوسکتی - اور جو قوم اس وقت ترقی اور روشن خیالی کی حاجتمند
ہے اور بھی زیادہ متنزلزل ہوجائیگی - ان تمام حالات کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا
ہی کہ اسلام کا پولیٹکل مستقبل چندان روشن نظر نہین آتا اور اگر بعض جوشیلے
لوگ (افریقہ) مین اشاعت دین محمدی کی سرعت کو دیکھکر روشنی کی شعاع
سمجھتے اور سیاہ براعظم (افریقہ) مین بے شمار مسلمانون کا خیال کرکے بڑی
بڑی توقعات کرتے ہین وہ سراسر دھوکہ مین ہین - کیونکہ افریقہ مین یورپ کا
اثر ایشیا سے بھی زیادہ ہی اور جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اوس کے اقتدار
مین ترقی ہوتی جائیگی ٭

باب ہفتم

اسلام کی آیندہ پولیٹکل حالت

اسلام کی موجودہ حالت پر ہم خواہ کسی طرح نظر ڈالیں ایک جرنلسٹ کا
شبہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے یعنی یہ کہ ابتک اصلاحی تحریک کی جو رفتار رہی ہے
اوسکے لحاظ سے پیروان اسلام کی ازسرنو پولیٹکل ترقی نہیں ہو سکتی اور انکی
حالت اُس وقت تک درست نہیں ہو سکتی ہے جب تک لیڈری (سرغنائی)
موجودہ کمزور اور سست حکمرانون کے پنجے سے نکالکر مضبوط، جوشیلے اور لائق
لوگون کے ہاتھ مین نہ دی جائیگی - ہمارے گذشتہ تجربے نیز حالات مندرجہ سابقا
اس بات کا پتہ دیتے ہین کہ ٹرکی، ایران، افغانستان، مراکش اور دیگر خودمختار
اسلامی ممالک کا طریقہ برتاؤ اصلاحی تحریک کو بالکل تباہ کرکے رہے گا کیونکہ
ان ممالک کے فرمانروا اندیشہ کرتے ہین کہ اگر زمانہ مروجہ کو طریقہ زندگی کا ذرہ
برابر بھی دخل ہوا تو اُنکی مطلق العنانی خودمختاری اور اقتدار کمزور اور
خطرناک ہو جائیگا - یہی وجہ ہے کہ وہ تمام سنجیدہ اور اصولی اصطلاحات کے خلاف
ہین لیکن یہ ناممکنات سے نہین ہے، اگرچہ امید کم ہے، کہ کسی آیندہ زمانہ
مین کوئی مسلمان بادشاہ، شہنشاہ جاپان کی تقلید کرکے معتدل تبدیلیان
رواج دینے پر آمادہ ہو جائے - اور یہ سمجھکر کہ کہیں "ٹلے بر ندش" کی مثل صادق

نہ آجائے اپنے کو آپ رفتار زمانہ کے موافق بنالے لیکن اب بفصلہ ذیل سوالات کئے جاسکتے ہین :-

(۱) کیا کبھی کوئی مشرقی بادشاہ اپنی خوشی سے اپنی خود مختاری او رحقوق کو ترک کرنے پر آمادہ ہوگا؟ کیونکہ یورپ مین بھی اکثر بادشاہون نے پبلک اوپینین "رائے عام" کے دباؤ سے یا واقعات کے زور سے اپنے حقوق صرف بحالت مجبوری ترک کئے ہین -

(۲) کیا اسلامی حکمرانون مین اسقدر قوت اور عقل ورصلاحیت ہے کہ زمانہ جدید کے اصول پر باضابطہ حکومت اور سلطنت کا انتظام کرسکین؟ اب تک جو کوششین ہوئین وہ سوشل خرابیون اور مذہب کی زبردست چٹان سے ٹکرا کر برباد ہوگئین

(۳) کون شخص کہہ سکتا ہے کہ یورپ نئی آبادیان قایم کرنے اور اپنے ممالک کی صنعت وتجارت کے لیے بازار تلاش کرنے اور اپنی زائد آبادی کیلیے رہایش ڈھونڈھنے کے جوش مین خاموشی اور صبر کیساتھ ایسے روشن خیال اسلامی بادشاہ کے پیدا ہونے کا اور مسلمانون کے لیے زرین زمانہ شروع ہونے کا انتظار کریگا کیا یہ امر اغلب نہین ہے کہ یورپ اپنی جبریہ مداخلت سے ایشیائی دنیا کے واقعات کی رفتار کو تیز کردیگا - یورپ سے ایسے صبر اور اعتدال کی امید رکھنا عبث ہے بلکہ حالات موجودہ کے لحاظ سے ناممکنات سے ہے -

چونکہ صورت معاملہ یہ ہے اسلیے اسلامی ممالک کو جو اب تک خود مختار ہین اگرچہ تمدن

ف آخر کار یہ حکومت ۱۹۰۸ء مین قائم ہوئی لیکن اسکے ایک سال بعد ہی سے اقوام یورپ نے جو مداخلت اسلامی ممالک مین کی وہ بتشریح کے محتاج نہین اور امداد دیکر مصر پہ قبضہ کیا - اٹلی نے تمام افریقہ پر قبضہ کیا فرانس اور اسپین نے مراکش آپس مین تقسیم کیا سابقانی ریاستون نے یورپی ٹرکی کو تہ وبالا کیا - جنگ عظیم نے شام اور عراق پہ حکمراں سلطنتون کو مسلط کیا ۱۹۲۳ء مترجم

کے ساتھ اخلاقی اور مادی اتحاد حاصل کرنے کے لیے اپنی پولٹیکل آزادی
اور خود مختاری کو کسی نہ کسی وقت قربان کرنا پڑیگا - اور ایک تمدن
کو دوسرے تمدن اور معاشرت سے تبدیل کرنے کے لیے غیر ممالک کی
حکومت مین لازمی طور سے آنا پڑے گا ؎

یہ فیصلہ نہایت تکلیف دہ ہو کسی قوم کے لیے جو صدیون سے پولٹیکل
آزادی پر نازان رہی ہو اور جسنے تاریخ دنیا مین نہایت اہم حصہ لیا ہو -
یہ تشخیص کرنا کہ اوسکی عافیت اسی مین ہو کہ اپنی قسمت غیر اقوام کے حوالہ کرے
نہایت افسوس ناک امر ہے - لیکن اسکے سوا چارہ نہین ہو، یہ کافی طور پر ثابت
ہو چکا ہو کہ جن ممالک کے مسلمان اپنی پولٹیکل ازادی کھو کر عیسائی سلطنتون
کی رعایا ہو گئے ہین فارغ البالی اور اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہین - دماغی
اور مادی ترقی کرتے ہین اور ظلم اور سختی کے ہاتھون اسقدر تکلیف نہین اٹھاتے
جس قدر کہ اپنے ہم مذہب، بادشاہون کی زیر حکومت برداشت کرتے ہین -
اگرچہ یہ نتیجہ نہایت زبردست دلائل پر مبنی ہے لیکن اگر اسپر بھی بعض
مسلمان جو اقوام غیر کی رعایا ہین اس سے اختلاف کرین تو یہ اُنکی خودستائی
اور غیرت قومی پر محمول کیا جا سکتا ہو جو قابل معافی ہو مگر اختلاف ناواجب
ہو - مغرب کی زبردست قوت سے دشمنی ظاہر کرنے کے لیے جو مسلمان یہ کہتے ہین
کہ باوجود جملہ خرابیون اور برے نتائج کے اونکے ہم قومون کی سلطنت اس
آزادی اور فارغ البالی سے جو اقوام غیر (یورپ) کی زیر نگین حاصل
ہوتی ہے بہتر ہے، وہ اپنا ذاتی خیال ظاہر کرتے ہین نہ کل قوم کا، اس سے محض

اونکے تعصب پر روشنی پڑتی ہی ہمین اُسوقت البتہ تعجب ہوتا ہی جب اس
قسم کے خیالات کا اظہار مسلمانان ہند کی جانب سے ہوتا ہی اور سلطنت برطانیہ
نے جو آزادی مطبع دے رکھی ہی اوسے حکمران قوم کی سلطنت پر اعتراضات
کرنے مین صرف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمانون کی گذشتہ سلطنت، حالانکہ
انتظام اور قانون کا وہان پتہ نہ تھا، یا سلطنت ٹرکی جہان بدنظمی حد سے متجاوز
ہو گئی ہے، - اس امن و انصاف اور روا داری سے بہتر ہے جو ہندوستان
مین انگریزی راج نے عطا کی ہی - سلطنت مغلیہ کی عمدگی اور فوائد کی بکثرت
شہادت تاریخ سے ملتی ہی لیکن جب ہندوستانی اخبارات مثل "مسلم کرانکل"
کے سلطنت روم کی تعریف مین رطب اللسان ہوتے ہین تو ہمین تعجب ہوتا ہی
اگر ان خیالات کے ظاہر کرنے والے مولوی سلطنت ٹرکی مین عمال کی
حیثیت رکھتے ہوتے جنکو مہینون تنخواہ نصیب نہین ہوتی، یا یہ لوگ رعایا
ہوتے جنکے پیچھے شب و روز جاسوس اور پرچہ نویس لگے رہتے ہین
اور جنکو بغیر سرکاری حکام کی اجازت کے نہ کتاب دیکھنے کو ملتی ہی
اور نہ اخبار پڑھنے کو تو ان مولویون کی قومی ہمدردی کا کیا حشر ہوتا

۱؎ بہ حیثیت ایک ایسے ہندوستانی مسلمان ہونے کے جسے تعلیم یافتہ گروہ سے لیکر طبقہ ادنی تک کے
مسلمانون سے میل جول رکھنے اور انکی محسوسات اور ضروریات کو معلوم کرنے اور اونکے
خیالات اور اخبارات و رسائل دیکھنے کا رات دن اتفاق رہتا ہی، ہم کہہ سکتے ہین کہ
یہ خیالات ہرگز مسلمانان ہند کے نہین ہین مسلم کرانیکل کی کسی پرچہ مین کسی نامہ نگار کے
مضمون کی بنا پر ان خیالات کو مسلمانون کی جانب منسوب کرنا صحیح نہین ہی - مترجم

کاش سلطنت برطانیہ کے بدنام کنندگان اون ترکی اخبارون اور رسالون کو دیکھتے جو غیر ممالک مین ترکی کے باہر شائع ہوتے اور جن مین ترکی حکام کی بد نظمی، ظلم و زیادتی، رشوت ستانی کی تصویر نہایت صحت کے ساتھ کھینچی جاتی تہی او سوقت غالباً ثلثہ حین واقعات کو دوسری روشنی مین دیکھ سکتے - ان مین سے بکثرت ایسے ہین جنہون نے اپنی راے کو تبدیل کردیا ہے - اور ایک سے زیادہ سمجھدار مسلمانون نے میری طرح یورپین تمدن کی برتری اور فوائد کو تسلیم کرکے علی الاعلان کہا ہے کہ اسلام کی تمدنی ترقی صرف یورپی قوت اور اثر کی رہنمائی سے ہو سکتی ہے - اس مسئلہ پر ایک سربرآوردہ ہندوستانی مسلمان مجھے حسب ذیل تحریر کرتا ہے :-

"میرا تو یہی یقین ہو کہ انگریز ہندوستان مین اسلام کو فوائد کثیرہ پہونچا سکینگے اور انگریزی آزادانہ طریقہ حکومت کی برکتون سے متمتع ہو کر ہم اس نتیجہ پر پہونچینگے کہ اسلامی بادشاہون کی مطلق العنانی، ترقی اور فلاح کی راہ مین مثل پہاڑ کے حائل ہو" -

اسلامی بادشاہون کی ظالمانہ حکومت کی برائی اس سے بھی زیادہ پرزور الفاظ مین ایک ترک نے اخبار "اجتہاد" مطبوعہ جنیوا (یورپ) کے پرچہ نمبر ۴۴ مین کی ہو - جو یادداشت مسلمانانِ روس نے سلاطین یورپ کی خدمت مین ارسال کی تہی اوسپر بحث کرتے ہوے مضمون نگار حسب ذیل تحریر کرتا ہے :-

اے مسلمانان روس! تم روسی گورنمنٹ کے ظلم کی شکایت کرتے ہو اور سلطان ٹرکی سے پناہ ڈہونڈتے ہو۔ خبردار ایسا نہ کیجو! عبدالحمید خان زار روس سے ظلم اور زیادتی مین کہین بڑھا ہوا ہی۔ ترکون، عربون اور کردون کو جسقدر تکالیف سلطان پہونچاتا ہی، روسی تاتاریون کو ایسے مصائب برداشت کرنا نہین پڑتے تم کہتے ہو کہ زار روس تمھین جبریہ سؤر کا گوشت کھلاتا ہے لیکن عبدالحمید خان اپنی رعایا کو بہوکا مارتا ہی اور وہ فاقہ کشی کی شکار رہتی ہے، روسی یونیورسٹیون (مدارس) مین مسلمان علوم وفنون کی تکمیل کر سکتے ہین برخلاف اسکے اگر ترک تعلیم حاصل کرنا چاہین تو یورپ جانا پڑتا ہی، وہ بہی اُسوقت جبکہ سلطان سے اجازت حاصل ہو جائے۔ تم شکایت کرتے ہو کہ مسلمان سپاہی تمھارے ہی بہائیون سے لڑنے کیلیے بہیجے جاتے ہین۔ کیا سلطان کا عمل اس سے مختلف ہوتا ہی جبکہ مسلمان ترک عربی مسلمانون کو تہ تیغ کرنے کیلئے بھیجے جاتے ہین"۔ غرضکہ اس قسم کے خیالات مین روزبروز اضافہ ہوتا جاتا ہی اور مہذب اور ہمدرد قوم مسلمانونکا پورا یقین ہے کہ اسلامی بادشاہون کی رعایا ہوکر اون کی حالت کبھی نہ سنبھلے گی ۃ

قومی ہمدردی کے جوش اور واقعات کو دانستہ غلط بیان کرنے سے اسلامی ممالک کی موجودہ افسوسناک حالت بدل نہین سکتی۔ موجودہ خرابیون کے انسداد اور مصائب دور کرنے کی تدابیر جسقدر جلد کیجائین اوسیقدر بہتر ہو تاکہ ایشیائی مسلمانون کو سکون حاصل ہو۔ سیح ہو کہ ایشیا کے بودہ پرستون کو بھی اصلاح کی

اسلامی دنیا کو سکون کی ضرورت

ضرورت ہی لیکن اونکی (مثلاً چین کی) حالت کبھی ایسی خراب نہ ہوئی تھی جیسی کہ آج کل مسلمانون کی ہی - اس مصیبت کا سبب کچھ تو یہ ہے کہ تبدیلی مین ہمیشہ مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور کچھ یورپ کی مداخلت ہے، جسکی بابت کہا جاتا ہے کہ خود غرضی اوسکی ہر وقت پیش نظر رہتی ہی - لیکن جب ہم دیکھتے ہین کہ جاپان کو بھی تبدیلی کی مشکلات کا سامنا تھا مگر اوسکی مسلمانون جیسی حالت کبھی نہین ہوئی اور یورپ نے بھی جو مداخلت جاپان مین کی اسکی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ خود غرضی سے مبرا تھی بمسلمانون کے یہ دلائل بیکار نظر آتے ہین - البتہ ایک بات ایسی ہی جس مین یورپی اقوام کو مداخلت کا الزام دیا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ اونھون نے ٹرکی کی عیسائی رعایا کو مسلمانون پر ترجیح دی ہی حالانکہ اپنے ہی حکمرانون کے ہاتھون مسلمانون کو بہ نسبت عیسائیونکے بہت زیادہ تکالیف اوٹھانا پڑتی ہین - عیسائی رعایا کی امداد اور سرپرستی کو یورپی اقوام ہر وقت طیار رہتی ہین مگر غریب مسلمانون کی وکالت کرنے والا اور فریاد کا سننے والا کوئی نہین ہے - اس معاملہ مین یورپ کی پالسی ازمنہ متوسط کے تعصب پر مبنی ہے - ہمین اپنی آنکھین اس حقیقت سے بند نکرنا چاہیے کہ اگر یورپی اقوام کے لیے اہل اسلام کی ترقی کچھ بھی اہمیت رکھتی تو وہ کبھی کے کوئی نہ کوئی راہ زیادہ موثر تلاش کر لیتے - اور مسلمانون کے نوآغاز جوشش ترقی و آزادی کو مدد دیتے اور اسلامی بادشاہون کی خود مختاری کو لگام دیکر مسلمانونکے مستقبل

یورپ کی مداخلت

کو اونکی آزادی قربان کئے بغیر زیادہ روشن بنا سکتے لیکن افسوس! انسانیت کے اصول قومی کشاکش مین بہت کم حصہ رکھتے ہین۔ ہمدردی مکھی کیطرح نکال کر علیحدہ پھینک دیجاتی ہو خصوصاً زمانہ موجودہ مین مادی اغراض کا رتبہ سب سے اول ہو اور روٹی کا مسئلہ انسان دوستی کے نازک خیالات کو پس پشت ڈال دیتا ہے ٭

پس کچھ امید نہین ہو کہ یورپ ذاتی اغراض کے خیالات کو پس پشت ڈالکر ایشیائی مسلمانون کی اصلاح مین کوشش کرے اور اپنی اغراض کو انسانیت کے خیالات کا محکوم بنائے۔ نہایت افسوس کی بات ہو کہ کمی معلومات اور نیز خودستائی کے خمار کی وجہ سے اہل یورپ) ابھی تک یہ تشخیص نہین کر سکتے ہین کہ اہل اسلام کس بیماری مین مبتلا ہین طرفداری کو علیحدہ کرکے دیکھا جائے تو مسلمان یورپ کے فائدہ بخش اثر مین ضد اور تعصب کا اظہار اوس سے بہت کم کرتے ہین جیسا کہ اونکی نسبت خیال کیا جاتا ہے۔ اور مسلمان اصلاح و ترقی کے ایسے مخالف نہین ہین جیسا کہ یورپ مین یقین کیا جاتا ہے، ضد اور بیجا مخالفت اسلامی بادشاہون کا خاصہ ہو نہ کہ رعایا کا، ہندوستان مین مسلمانون نے ہمارے تمدن کے اختیار کرنے مین بہ نسبت ترکون کے زیادہ جوش اور سرعت سے کام لیا ہو۔ یہی حال مصریون کا بھی ہے۔ جب سے انگریزی قبضہ ہوا رعایا مین ترقی اور اصلاح کا جوش پیدا ہو گیا مصری عالم قاسم امین، جسکا ذکر پہلے کیا گیا اپنی کتاب

"حمایت اسلام" میں ایک طویل فہرست اہل مصر کی دیتے ہین جنھون نے بہ حیثیت وکلا، وریاضی دان، طبیب، انجنیر اور مدبر کے امتیاز حاصل کیا ہے الجیریا میں چند ایسے مسلمان ملینگے جنھون نے فرانسیسی سلطنت کے زیر سایہ رہکر مختلف پیشون مین نام پیدا کیا ہے۔ روس مین بہی جہان دماغی ترقی کی ترغیب بہت کم ہوتی ہو ایسے مسلمان گذرے ہین جنھون نے یورپی اصول پر تعلیم پاکر اپنے جدید خیالات کی ما روس مین نہ سہی، مگر ٹرکی مین اشاعت کی ہے۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ بہت سے عثمانی جنھون نے پالیٹکس (سیاست)، علم ادب اور علوم کی دیگر شاخون مین نام پیدا کیا ہو کوہ قاف یا اضلاع وا لگا کے رہنے والے ترکون مین سے تھے۔

مین روسی حکومت کی تعریف کرنا نہین چاہتا، لیکن اس امر کا اقرار کرنا میرا فرض ہے کہ شہنشاہ روس کی سلطنت مین، خصوصاً جنوبی روس کے مسلمان باشندگان نے معتدبہ ترقی کی ہے۔ ایک تاتاری اخبار موسومہ "مبادی تمدن مسلمانان روس" مین دلچسپ حالات اوس ترقی کے شائع ہوئے ہین جو گذشتہ ۲۵ سال مین حاصل ہوئی ہے مضمون نگار تحریر کرتا ہو کہ یہ ترقی بیرونی اثرات سے پیدا نہین ہوئی ہو بلکہ اندرونی کوشش اور جوش کا نتیجہ ہے۔ کچھ دنون پہلے تک تاتاری زبان مین کوئی اچھی کتاب تحریر نہین ہوئی تہی مگر گذشتہ پچیس سال کے عرصہ مین ایک سو سے زیادہ کتابین مختلف مضامین پر تحریر کی گئین ہین ان مین حفظ صحت

فسانہ ناٹک اور شاعری وغیرہ بھی شامل ہو تاتاری لڑکے جو پہلے اپنی عمر
عربی اور دینی کتابون کے مطالعہ مین صرف کرتے تھے اب صرف و نحو کے
مدارس اور یونیورسٹیون مین جاکر تعلیم پاتے اور نہ صرف روسی دارالعلوم
مین بلکہ جرمنی اور فرانس کی یونیورسٹیون مین تعلیم کے لیے جاتے ہین تاتاری
مدارس چھاپے خانے اور تعلیم کے دیگر ذرائع کو بیان کرنے کے بعد مضمون کو
اس طرح ختم کیا گیا ہی "عورتون مین بھی جو عموماً مردون سے پیچھے رہتی ہین
ترقی کے آثار پائے جاتے ہین، اس بیان کی تائید مین مثالین پیش کرنے
کے بجاے مین صرف اسپر اکتفا کرونگا کہ ایک ننھا سا پھول جسکا نام
آق شیشک ہی سرما کے اختتام پر برف کے نیچے پیدا ہوتا ہے تم جانتے ہو
کہ جب یہ کم مایہ پھول اپنا سر اوٹھاتا ہی تو یہ ظاہر نہین کرتا کہ موسم گرما واقعی
آگیا ہے بلکہ یہ گرمی کا پیش خیمہ اور علامت ہے، یہی مثال ہمارے
موجودہ تمدن پر صادق آتی ہی۔ ۲۵ برس پہلے ہم مین صرف ایک
خاتون یعنی زوجہ حسن بیگ تھی جسنے اپنی خوبی تحریر کیوجہ سے امتیاز
حاصل کیا تھا اب بیس سے زائد ایسی بیگمات ہین جنکو مثال کے
طور پر پیش کیا جا سکتا ہی۔ دنیا امید پر قایم ہے پس کیا وجہ ہے کہ
ہم تاتاری مایوس ہون" +

یہ توضیح اسلیے کی گئی کہ ہمارے بیے مسلمانون کی تمدنی قابلیت کی موت
کا فتوی دینا ابھی کسیطرح درست نہین ہی۔ اور شائد حامیان اسلام کا بیان
زیادہ غلط ہی کہ وقت ملے اور استقلال کا م کرنے سے بہت کچھ ہوسکتا ہی جو سرت

نا ممکن نظر آتا ہی لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہین ، یورپ خاموش بیٹھکر نتائج کا انتظار نہ کریگا۔ یورپ کی قومی ، اقتصادی اور سیاسی ضروریات نیز وقت اسکا مقتضی ہی کہ اہل یورپ اپنی کوششون مین سرگرم رہین - اس جد وجہد مین جو زیادتیان اُن ممالک مین سرزد ہوتی ہین جو یورپ کی طرح متمدن اور مہذب نہین ہین اُنکو قانون قدرت کا اٹل نتیجہ سمجھنا چاہیئے ! یہ سچ ہی کہ یہ رائے اصول انسانیت اور عدل و انصاف کے خلاف ہی۔ لیکن جسطرح اور معاملات مین ہوتا ہی اسیطرح یہان بھی خلافت الاولی کا مسلہ صادق آتا ہی۔ ہم انتظار کر سکتے ہین لیکن نہ ہم انتظار کرینگے اور نہ ایسا کرنے کی جرأت رکھتے ہین ، پولیٹکل واقعات نہایت سرعت کے ساتھ کسی اہم حادثہ کی جانب رہنمائی کر رہے ہین ، افق پر ابھی کافی روشنی موجود ہی جسکی مدد سے ہم آنیوالے حادثات کا خاکہ دور سے دیکھتے ہین اور اندازہ کر سکتے ہین کہ آیندہ زمانہ مین صورت معاملات کیا ہوگی -

اسلام کی بدقسمتی سے ٹرکی نے جسپر یورپ کے عیسائیون کے متواتر اور نہایت سخت حملے ہوتے رہے گذشتہ صدی مین اُس جد وجہد اور سرگرمی کا اظہار نکیا جسپر اسلام کی

یعنی دنیا مین اُسکو

لہ بقا اور فوقیت حاصل ہوگی جو سب سے زیادہ اپنے آپکو کشاکش حیات مین جسمانی و دماغی ہر لحاظ سے دوسرون سے بہتر ثابت کرے۔ مولانا حالی اس قانون قدرت کو سادہ لفظون مین یون بیان کرتے ہین ؎

گھڑیال اور مگرمچھ ہین اُنکو نگلے جاتے | دریا مین مچھلیان جو کمزور و ناتوان ہین

ےلہ جس اہم حادثہ کی جانب پروفیسر وامبری نے ۱۹۰۶ء مین اشارہ کیا تھا گذشتہ دس سال کے اندر اسلامی ممالک مین اُسکا ظہور ہوا اور آج تمام اسلامی دنیا انتشار اور پریشانی مین مبتلا ہی - مترجم ۱۹۲۲ء

کو ناز تھا۔ گذشتہ زمانہ مین جبکہ علم اسلام دور و دراز سرزمین مین یا عیسائیون
کے ممالک مین فتوحات کے لیے جاتے تھے تو چونکہ ترک خصوصیت کے ساتھ جنگجو
قوم ہین یہ اشغال انکے حسب حال تھی۔ لیکن جب کسی نئی سلطنت کی بنیاد
ڈالی جاتی اور انتظام ملک درپیش ہوتا تو ہمیشہ اونکی بدانتظامی ظاہر ہونے
لگتی تھی، اپنی حیات کے صرف ابتدائی زمانہ مین البتہ سلطنت عثمانیہ
نے منتشر اور مختلف اقوام سلطنت کو ایک متحد قوم بنانے کی ضرورت
پر خیال کیا تھا۔ بعدہٗ فتوحات کا نشہ چڑھا، ترک اس ضرورت کو
بھول گئے۔ دولت و ثروت مین جسقدر ترقی ہوتی گئی ٹرکی سوسائٹی
کے نامور خاندان قوت اور سرگرمی کھوتے گئے، گویا انکو یہ خیال تھا کہ
اونکی فتحیابی کی ابتدا کبھی ختم نہ ہوگی۔ ابتدا مین مفتوحہ اقوام تلوار
کے زور سے ترکی حکومت مین شامل ہوگئیں لیکن وہ ترکون مین مدغم نہ ہوسکین
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجاے اسکے کہ تمام مفتوحہ اقوام ایک رشتہ قومی اور
مذہبی مین منسلک ہو کر یورپ کے عیسائی ممالک کے حملون کا زیادہ
عمدگی سے مقابلہ کرتین ترکی رعایا کی بوقلمونی اور اندرونی اختلافات
نے زوال کی رفتار کو نہایت تیز کردیا جس قدر یورپ کا اقتدار اور
اثر ترقی کرتا گیا اور اسے ٹرکی پر فوقیت حاصل ہوئی، ٹرکی کے
اندرونی اجزا پریشان ہوتے گئے۔ اور اندرونی مخاصمت کے خطرات کو زیادہ
بڑھادیا۔ زوال کا آغاز یورپین ٹرکی سے ہوا ایکے بعد دیگرے صوبجات اسکے
قبضہ سے نکلتے گئے، ملکی محافظت بیکار ثابت ہوتی گئی اور اسکی حالت اسوجہ سے

اونکا زوال و تنزل

انحطاط کے اسباب

اور بھی خوفناک ہوئی کہ ٹرکی فوج جو ایشیا کو جنگ کے ممالک سے بھرتی کیجاتی تھی دن بدن قومی ذرایع کو کمزور کرتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف یورپ کے ممالک ٹرکی کے ہاتھ سے نکل گئے۔ بلکہ ایشیا مین بھی اسکی قوت کمزور اور خستہ حال ہوگئی۔

سلطان ٹرکی کو صلاح دی گئی ہو کہ وہ اپنے یورپی مقبوضات کو غیر ضروری بوجھ سمجھکر چھوڑ دین اور اناطولیہ مین اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کرین لیکن اس قسم کی دست برداری سے نہ صرف ٹرکی کے اقتدار کو خسارہ پہونچیگا۔ بلکہ اسلام کی سخت توہین متصور ہے کیونکہ قرآن پاک مین قسطنطنیہ مسلمانون کے لیے دین کا عطیہ قرار دیا گیا ہو۔ اور ہلال ایا صوفیہ کے گنبد سے نہ اتریگا جب تک کہ زبردستی سے نہ اکھاڑ پھینکا جائے۔

اس سوال کا جواب کہ آیا ٹرکی کسی وقت اپنی گذشتہ سلطنت کے منتشر اجزا مجتمع کرکے ایشیائے کوچک مین زمانہ حال کے موافق جدید حکومت کی بنیاد ڈال سکے گی، بلاکسی شرط کے اثبات مین دینا مشکل ہو۔ جبتک موجودہ خودمختارانہ اور شخصی سلطنت کا اصول قایم ہے اسوقت تک ایشیا کے ملبہ سے یورپی طریقہ پر حکومت کی عمارت بنانا ممکن نہین اور ترکون کی موجودہ نسل کے ادراک مین جوش آزادی کی ترقی اس سرعت کے ساتھ ہو رہی ہے کہ وہ خودمختاری اور مطلق العنانی کو زیادہ عرصہ تک قایم نہ رکھینگے۔ لیکن اس مین شبہ کرنے کیلیے وجوہات ہین کہ ٹرکی مین زمانہ حال کے مطابق سیاسی اور رواداری کی اصول پر

متمدن حکومت قائم ہوسکے گی، کیونکہ اس سے اسلامی سوسائٹی کی تبدیلی اور نیز چند غیر ترک اقوام کا ترکون کے زیر حکومت ہونا لازم آتا ہی۔ فی الحال ایسی حالت کا قیاس کرنا مشکل ہی۔ سب سے اول عربون، کردون اور ترکون مین کسی قسم کی رقابت باقی نہ رہے۔ حالانکہ ایشیا مین یورپی خیالات کو جسقدر ترقی ہوتی جائیگی قومیت اور علیحدگی کا خیال اونمین بڑھتا جائیگا فرض کیا جائے کہ یہ سب کچھ ممکن ہی لیکن یہ کس طرح ہوسکتا ہی کہ یورپی اقوام جو مالک کی حیات ہی مین اوسکی بیش قیمت میراث پر حریصانہ نظر ڈال رہی ہین ہاتھ باندھے علیحدہ کھڑی تماشا دیکھتی رہین، ٹرکی عین موت کے وقت یکایک[1] چونک اوٹھے اور انکو غنیمت سے محروم کردے جسپر وہ عرصہ سے تاک لگائے بیٹھے ہین۔

پس چند حالات پر نظر کرکے یہ مشکل ہی کہ سلطنت عثمانیہ کی مستقبل کی تصویر کم تر تاریک روشن رنگ مین کھینچی جائے سیاسی، قومی، مذہبی تمدنی ملی رکاوٹین ہر چہار طرف پائی جاتی ہین جنکے دفعیہ سے اصلاح کا کام سرگرمی اور قوت کے ساتھ جاری نہین رہ سکتا، استدلال اور تصور کی باگین خواہ کتنی ہی ڈھیلی کیجا ئین مگر ان مشکلات کی بھول بھلیون سے نکلنا دشوار نظر آتا ہی۔

یہ سوالات کہ سلطنت ٹرکی کا آیندہ پایہ تخت بروسا مین ہوگا یا دمشق مین یا بغداد مین؟ خلافت آل عثمان کے قبضہ مین رہے گی یا غیر عربی کی وارثون مین منتقل ہوجائیگی اور موجودہ خاندان عثمان تخت پر زیادہ عرصہ تک متمکن رہ سکیگا یا نہین!

[1] جنگ عظیم کے بعد یورپی قومون نے ٹرکی کے حصے بخرے کرلیے مگر چیدہ وطن پرست ترکون نے مصطفیٰ کمال پاشا کی سرگردگی مین اپنی قومی تباہی کو مکمل نہ ہونے دیا اور اتنا بڑا وطن پرستی کی وہ مثال ظاہر کی جسکی نظیر [illegible] ترکی سے ہرگز امید تھی ۱۹۲۲ مترجم

اس قسم کے ہین جنھین موجودہ مشکلات کے مقابلہ مین سوالات غیر متعلقہ سمجھنا چاہئیے۔ اور ہم اس یقینی اور لازمی امر کو کسیطرح پوشیدہ نہین رکھ سکتے کہ اُس حالت مین بھی جبکہ ترک یورپ کو خالی کر دین ۱؎ مسئلہ مشرق کا بھوت مغرب (یورپ) کے پولٹیکل اُفق پر ناچتا رہے گا۔ ٹرکی کے متعصب دشمن ناحق یہ صدا بلند کرتے ہین "کہ ایشیا واپس جاؤ"، اور ناحق "بوریا بدھنا سمیٹنے" کی پالسی پیش کیجاتی ہے کیونکہ مغربی اقوام کی رقابت سر زمین ایشیا پر بھی اُسی زور کے ساتھ جاری رہیگی اور واقعات کی قدرتی رفتار ترقی مین وہان بھی اسیطرح رخنہ انداز رہیگی جیساکہ یورپ مین چارسو برس سے پائی جاتی ہے۔

جب مین یہ تسلیم کرتا ہون کہ ترکون کے ایشیائی حکومت کا مستقبل ٹرکی کے نہین بلکہ یورپ کے ہاتھ مین ہے تو کسی غول بیابانی کا تعاقب نہین کرتا ہون کیونکہ اگر ہم چاہتے ہین کہ ترکون کو ترقی کی راہ مین مشکلات پر غالب آنے اور

۱؎ مسٹر گلیڈ اسٹون سابق وزیر انگلستان ترکون کے قبضہ یورپ کا بڑا مخالف تھا گلیڈ اسٹون اپنی قابلیت علمی اور سحر بیانی کیوجہ سے انگلستان مین بڑا اثر رکھتا تھا اُسنے اپنی ایک اسپیچ مین "بیگ اینڈ بیگیج" نکلی نکلا غل مچایا تھا تمام یورپ مین یہ فقرہ مشہور ہوگیا اور آجتک متعصبین اس سے کام لیتے ہین گلیڈ اسٹون کی پالیسی سے ترکون اور انگریزون کی قدیمی دوستی کو بڑا صدمہ پہونچا۔ اسکی وجہ سے انگریزی تجارت کی سلطنت ٹرکی مین کساد بازاری ہوگئی۔ شکر ہے کہ اب نیک ترکس کی کوشش سے گذشتہ دوستی پھر مستحکم کی جا رہی ہے۔ مترجم

۲؎ جنگ عظیم کے بعد اگرچہ ترکون کے پاس سوائے قسطنطنیہ کے یورپ مین کوئی ملک باقی نہ رہا مگر ایشیا کے مقبوضات کی تقسیم پر اہل یورپ تلے ہوئے ہین۔ پروفیسر وامبری کا یہ خیال بالکل صحیح ثابت ہوا۔ مترجم ۱۹۲۲ء

پولٹیکل قوت کو واپس حاصل کرنے مین مدد دین تو سب سے اول یورپی اقوام کو اپنی رقابت ترک کرنا چاہیئے جو ترکون کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے ورنہ نا اتفاقی اور لڑائی، حسد اور رشک اقوام یورپ سے کبھی نہ جائیگا۔ زمانہ موجودہ مین جو حقارت انگیز اظہار ارض اناطولیہ پر ہو رہا ہے اہل یورپ اور نیز ترکون دونون کیلیے نقصان رسان ہوگا۔ ایشیا مین ترقی کی راہ مین جسقدر رخنہ اندازی کیجائیگی اقوام یورپ کی آپس کے تعلقات زیادہ نازک ہوتے جائینگے۔ دیر یا جلد ایشیا، خصوصاً ایشیائے کوچک مین یورپ کی رقابت بند ہونا چاہیئے۔ موجودہ پولٹیکل حالت جس سے مستقبل قریب کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے، نیز رعایا ترکی کی بوقلمونی کو دیکھکر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اقوام صرف ترکون ہی کی زیر حکومت قابو مین رکھی جا سکتی ہین اور آیندہ ترقی کی راہ مین قدم رکھ سکتی ہین۔ ترکی قوم کو برتری کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ بہ نسبت دیگر اسلامی رعایا کے ترک تعداد مین زیادہ ہین اور صدیون سے رہنمائی اور سرغنائی کرتے رہے ہین منجملہ مسلمانان ایشیائے کوچک کے ترکون نے تمدن یورپ کے اکتساب مین سب سے زیادہ ترقی کی ہے اور اسلیے اصلاح کی راہ مین سب سے بہتر رہنما وہی ہو سکتے ہین لیکن یہ اسیوقت ہو سکتا ہے جب تمام یورپ ایکطرف ہو کر ملک تمام یورپ کی قومون کا ترکی کی تستی مین متفق ہو کر کوشش کرنا ایسا ہے جیسا کسی بھیڑیون کے غول سے بچون کی پرورش کی امید کرنا۔ انگلستان کے تعلقات ترکی کے ساتھ کمزور ہو جانے پر جرمنی نے قسطنطنیہ مین اپنا اقتدار اور اثر جمایا۔ خود شہنشاہ جرمنی قسطنطنیہ تشریف لیگئے اور امداد کے وعدے وعید ہوئے لیکن افسوس اس دوستانہ اتحاد سے سلطنت جرمنی کا فائدہ مقصود تھا نہ ترکی کا نفع۔ ایشیائے کوچک مین جا بجا جرمنی کارخانون، ریلون اور کانون کے اجارے حاصل کر لیے۔ اور ہزارہا جرمنی بسایا آباد ہو گئی۔ نوجوان ترکون نے سلطنت کا تھا مین

یا کوئی یورپی سلطنت تنہا اُس حصہ کو اخلاقی امداد دے جسے وہ سب سے زیادہ مہذب اور قومی ہمدرد خیال کریں اور جسکی نسبت یقین ہو کہ اسمین قدیم طریقہ سلطنت کے ٹوٹنے کے بعد نظم و نسق قایم کرنے اور آزادی و ترقی پھیلانے کی پوری قابلیت اور صلاحیت اور قوت پائی جاتی ہے - اس وقت صرف ترکی ہوسائٹی کے سرگروہ ترقی و اصلاح کے جوش مین سرشار ہو کر آگے قدم بڑھا رہے ہین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴) پیچھے ترکون نے مخصوص سابق دوستی کو خیرباد کہا - اور اپنے قدیم دوست انگلستان سے از سر نو اتحاد قایم کیا - اسوقت انگلستان ترکی کی مدد ہر طرح کر رہا ہے سچ تو یہ ہے کہ انگلستان کی اخلاقی امداد شامل حال نہ ہوتی تو نوجوان ترکون کو انقلاب ترکی سے فایدہ اوٹھانا اور پارلیمنٹ قایم کرنا سخت دشوار تھا - وہ مشکل سے سنبھلنے پائے تھے کہ آسٹریا نے جو جرمنی کا قدیمی دوست ہے اہل جرمنی کی جنگی امداد کے بھروسہ پر بسنیا اور ہرزی گوینیا پر قبضہ کا اعلان کر دیا - اسیطرح دوسری اقوام نے ترکون کی نوزائیدہ قوت کو کچلنا چاہا مگر انگلستان جیسے زبردست ہمدرد کو اونکے ساتھ دیکھکر جنگ کی نوبت نہین پہونچی - بحری قوت کی اصلاح کے لیے ایک امیر البحر انگلستان نے ترکی کو مستعار دیا ہے اور سر جیفیلیڈ فلپ الیٹ گورنر مشرقی بنگال و آسام ترکی مین انتظامات ملکی درست کرنے گئے ہین سر فلر کی ہمدردی کا حال مسلمانان ہند کو معلوم ہے - اسمین بھی شک نہین کہ انگلستان کی یہ دوستی محض ترکون کی خاطر نہین ہے بلکہ اوسکا بھی بڑا فایدہ مقصود ہے - جرمن قوم اسوقت انگلستان کی سب سے بڑی حریف ہے اور شب و روز اس فکر مین ہے کہ انگلستان کی تجارت اور بحری اور بری قوت کو شکست دیدے - ملکی میدان مین رقابت کی وجہ سے جو نقصان تجارت انگلستان کو پہونچا اوسکا حوالہ دیا جا چکا ہے جرمنی انگلستان کی برابر بحری قوت بھی حاصل کرلے مین کوشش کر رہی ہے اور جیسا کہ مسٹر ایک انگریز عالم دوست نے جو صوبجات متحدہ مین سشن جج مین تحریر کیا ہے جرمنی سلطنت ترکی کے زوال کے بعد اپنی سلطنت قایم کرنیکی فکر مین ہے - خیال کرو کہ اگر ہالینڈ سے بغداد تک جرمنی سلطنت پھیل جائے تو دنیا کی کون قوم اوسکا مقابلہ کر سکتی ہے - مترجم

لیکن جسقدر زمانہ گذرتا جائیگا اونکی تعداد مین اضافہ ہو گا، اور منتشر چنگاریان کسیوقت مین ایسی شعلہ فشان ہونگی کہ انکی روشنی سے ترقی و تجدید کا میدان بقعۂ نور بن جائیگا۔

مین تکرار کے ساتھ کہتا ہون کہ مغربی دنیاے اسلام مین صرف ترک ہی سرغنای کی صلاحیت رکھتے ہین۔ اہل عرب اپنی دماغی قابلیت کی برتری پر ناز کیا کرین، لیکن بہ حیثیت مدبر، حکمران اور سپاہی کے ترکون کو ہمیشہ عربون پر فوقیت رہی ہے۔ خلافت کے زمانہ مین ترکی غلام صدیون تک اسلام کی قوت کو سنبھالے رہے، اور خاندان بنی امیہ کے سلطان کے پاس ترک سپاہی ہوتے تو جزیرہ نمائی ابیرین سے ایسی آسانی سے مسلمانون کا اخراج نہ ہو جاتا۔ ہلاکو خان کی ماتحتی مین کفار ترک سپاہیون نے خلافت کو تخت بغداد سے اُٹھا دیا، مغلونکی ابتداے جنگون مین مغل سپاہی بہت کم تھے دراصل ترک جو اُس وقت تک مسلمان ہی نہین ہوئے تھے مغلون کی قوت کا باعث تھے۔ صرف یہی نہین کہ شام مین ترک سلطنت عثمانیہ کے آغاز سے عربون کی قسمت اپنے ہاتھ مین لیے ہوئے ہین بلکہ مصر مین بھی اول مملوک جو ترک تھے اور پھر محمد علی نے کہ وہ بھی ترک تھا، قدیم عربی عنصر کو دوبارہ زندہ کیا اور موجودہ مصر کی بنیاد ڈالی۔

ایران کا مستقبل

ایران کا مستقبل ایشیائی ترکی سے بھی زیادہ مایوس کرنیوالا نظر آتا ہے۔ باوجود اسکے کہ ایران مردم خیز سرزمین ہے، اوسکی پولیٹکل حالت اسقدر نازک ہو گئی کہ خرابیون کا رفع کرنا اُسکیلئے ممکن نظر آتا ہے جبکہ ملک براہ راست کسی یورپی گورنمنٹ

کے ماتحت ہو جائے۔ قاچاریہ خاندان اور موجودہ طرز حکومت کے قائم رکھنے سے سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ شاہانِ ایران کے موجودہ ترکمان خاندان نے باضابطہ نظم و نسق جاری کرنے کی ذرہ برابر بھی کبھی کوشش نہین کی ہے۔ یورپ کی سرگرم اور بے غرضانہ اصلاحات کے لیے کبھی دروازہ نہیں کھولا ہے۔ ابتک جو کچھ ایران نے کیا ہے وہ محض یورپ کو دھوکا دینے کیلئے کیا ہے۔ گورنمنٹ ایران کی جانب سے کبھی کوئی کوشش اصلاح کی راہ مین سرگرمی کے ساتھ نہین ہوئی ہے حکام اپنے ہی ہم قومون سے دشمنی رکھتے ہین۔ اور ملک کی آئندہ بہبودی پر کبھی بھولکر بھی نظر نہین کرتے۔ انکا صرف ایک مقصد ہے۔ جس طرح اور جسقدر ہو سکے روپیہ سمیٹا جائے اور کسی صورت مین بھی ظلم و تشدد کی باگ ہاتھ سے نہ چھوڑی جائے۔ ایران کی آج وہی حالت ہے جو خاندان صفویہ کے زمانہ مین تھی جبکہ حکومت اور تاج و تخت افشاری ترکمان سردار نادرشاہ اور کریم خان زند ایرانی کے ہاتھ مین چلا گیا تھا۔ مگر اب کوئی خود مختار ترکمان سردار باقی نہین رہا ہے۔ زند خاندان مین بھی جسکی جنوبی ایران مین بڑی عزت کیجاتی ہے کوئی شخص ایسا باقی نہین ہے جسے تاج و تخت کا دعویٰ ہو۔ اور اگر

ا؎ اگلے وقتون مین جب کوئی حکومت متزلزل ہوتی تھی تو نووارد اور جوشیلے ترکمان قبضہ کرکے قوتِ اسلام کو قائم رکھتے تھے لیکن جب سے روس نے ایشیا مین پیر پھیلایا ہے ترکون اور مغلون کی آزادی اور مختاری بند ہوگئی۔ اور اب وہ افلاس اور ذلت کے غار مین پڑے ہوئے سر تک اوٹھانے کی جرأت نہین کرسکتے۔ مترجم۔

کوئی موجود بھی ہوتا تو دو زبردست عیسائی عویداروں کے مقابلہ مین جو میدان مین موجود ہین اُس غریب کی کیا پیش چلتی - اسوقت ایران کی قسمت انگلستان اور روس کے ہاتھ مین ہے یہ امر کہ یہ دو حریف مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آپس مین لڑینگے یا نہین اہل ایران کے لیے کچھ اہمیت نہین رکھتا - اونکی قسمت مین یہی لکھا ہے کہ انکا ملک ان دو سلطنتون مین باہم جسطرح وہ اپنے لیے مفید سمجھین تقسیم ہو جائے - اسوقت خواہ اخلاقاً یا تجارتی اغراض کے لحاظ سے ملک کوئی حصہ ملک انگلستان مین یا روس کے دایرۂ اقتدار مین دیدیا جائے بہرحال شہنشاہان ایران کی پولٹیکل خود مختاری کا خاتمہ لازمی ہے : اگرچہ دو سو برس پہلے اونکی حکومت شمالی قاف سے کوہ سلیمان تک اور ہندوکش سے دریائے دجلہ پھیلی ہوئی تھی - شاہ عباس ثانی کے بعد سے ایران کے تمام بادشاہ نااہل اور رموز سیاست سے نابلد گذرے ہین اور اس سے بھی زیادہ شیعہ اور سنیونکی دشمنی اور کینہ نے سلطنت کے زوال کی رفتار کو تیز تر رکھا ہے گذشتہ جنگون مین جب کبھی سُنی مذہب ترکونکو عیسائیون کے ہاتھ شکست ہوتی تو شیعون کے یہان عید منائی جاتی - اسیطرح جب روسیون نے اون کے ہم مذہب ایرانیون کے صوبجات یکے بعد دیگرے غصب کرنا شروع کیے اور عہدنامہ انگلستان اور ترکمان چائی کی رو سے ایران خستہ حال ہو گیا تو باب عالی گورنمنٹ ترکی) نہ صرف لاپروائی سے بلکہ رقیبانہ خوشنودی کیساتھ تماشا دیکھتی رہی[1]:

[1] شکر ہے کہ زمانہ کی ٹھوکرون نے اسلامی ممالک کو بیدار کیا ہے اور اب یہ ترک اور ایرانی اور افغانی آپس مین اتحاد و مودت کو عیسائیت کے سیل عظیم کا مقابلہ کرنے کو ضروری سمجھنے لگے ہین - کاش یہ بیداری پہلے ظہور پذیر ہوئی ہوتی - مترجم ۱۹۲۲ء

ٹرکی و ایران کا اتحاد

حال مین ایران و ٹرکی کے درمیان دوستانہ تعلقات اور متفقہ اسلامی اغراض کی پالیسی قایم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ شاہ مظفرالدین کا سلطان عبدالحمید خان کی ملاقات کو جانا آپسمین اتحاد مستحکم کرنے کی غرض سے تھا۔ لیکن افسوس کہ یہ خیال دیر مین آیا اور محنت بالکل رائیگان گئی۔ کیونکہ ذاتی غرور اور مذہبی تعصب اور نفرت سد راہ ہوئے۔ ان دو اسلامی سلطنتون کے ہاتھ سے صلیب کی فتحمندی مین اگرچہ دیر ہوتی لیکن اوسکا روکنا ممکن نتھا +

افغانستان

اِس خیال سے کہ اون تمام اسلامی ممالک پر جو پولیٹکل حیثیت سے ابھی تک خودمختار ہین، ہماری تنقید کی تکمیل ہوجائے ہم افغانستان کی نسبت بھی چند الفاظ کہنا چاہتے ہین۔ ابھی حال کی بات ہے کہ انگریزی جھنڈے کے سایہ مین یورپی اصلاحات اس ملک مین داخل ہوئی ہین۔ جسوقت افغان قدیم ایشیائی زندگی اپنے پہاڑون مین بسر کر رہے تھے تو روسی عقاب (جھنڈہ) اپنے بازو وسط ایشیا کی تین اسلامی ریاستون پر پھیلا چکا تھا۔ اور ہندوستان سو برس سے انگریزی قبضہ کی بدولت اصلاحات جدید کی برکتون سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔

عبدالرحمن خان کی اصلاحات

امیر عبدالرحمن مشہور امیر دوست محمد کے پوتے نے انتظام ملک کے سنبھالنے مین کوشش کی اور کامیاب ہوا۔ اوسنے روسیون سے سبق سیکھا۔ اور چونکہ اپنے ہمراہ روسی مطلق العنانی افغانستان مین لایا اسلیے اوسکو فولادی بازو نے ملک مین ایسا انتظام قایم کیا جو پہاڑون مین رہنے والی اور غارت پسند پشتو قوم کو کبھی نصیب نہین ہوا تھا۔ اپنے اصلاحی پروگرام مین اوسنے ملک کی محافظت کو بھی خاص طور پر شامل کیا۔ اوسنے ایک زبردست اور باضابطہ فوج جبری کی

میگزین اور اسلحہ سازی کے کارخانے قایم کئے اور اپنے ملک مین صنعت اور حرفت کو
ایک حد تک ترقی دی تاکہ جنگی تیاری مین امداد ملے۔ تمدن اور تہذیب کی اصلاح اور
اہل ملک کی دماغی اور ذہنی ترقی کا خیال اسکو کبھی نہ آیا۔ اور اسکی محنت سے صرف ایک
نتیجہ حاصل ہوا۔ وہ یہ کہ اب ہم وحشی جنگجو افغانون کو باضابطہ قواعد دان اور باتربیت
فوج کی حالت مین دیکھتے ہین۔ باقی حالات بدستور ہین۔ بیٹے نے بھی باپ کی تقلید
کی۔ موجودہ امیر حبیب اللہ خان کی صرف یہی کوشش ہے کہ فوج کو اُس زبردست
کشمکش کیلیے تیار کیا جائے جو کسی نہ کسی دن منجملہ دو بڑے وسیون کے ایک کے ساتھ ہونا
ضروری ہے۔ بہا یہ امر کہ اونکو جنوب مین انگریزون سے لڑنا پڑیگا یا شمال مین روسیون
سے چندان قابل لحاظ نہین ہے۔ جنگ ہر صورت مین لازمی ہے۔ اور یہ بھی یقینی ہے
کہ اہل افغانستان جلد یا دیر کسی نہ کسی زبردست دشمن کے ماتحت ہو کر رہینگے۔ اور
پولیٹکل آزادی اور خودمختاری کو ہاتھ سے کھو بیٹھینگے۔ پس افغانستان کی قسمت
مین بھی وہی بدا ہے جو مشرق کے دیگر اسلامی خودمختار سلطنتون کو پیش آیا یا آئیگا
اور اگر افریقہ مین جہان اشاعت اسلام کو بڑی ترقی ہے کوئی جدید اسلامی سلطنت
قایم نہ ہوئی۔ لیکن ایسی سلطنت کا قیام یورپی عیسائیون کی زبردست اثر کے
مقابلہ مین مشکل ہی تو اسلام کی پولیٹکل آزادی تباہ و برباد ہو کر رہے گی!!!

ل امیر عبدالرحمن خان کے پوتے امان اللہ خان نے ۱۹۱۹ء تخت پر بیٹھتے ہی انگریزون سے جنگ کی لیکن جلد صلح کر لی اور اب تمام توجہ ملک مین علوم اور فنون پھیلانے مین مبذول کر رہے ہین۔ صدہا افغانی لڑکے اکتساب علوم کیلیے یورپ اور جاپان بھجوائے گئے ہین اور یورپ کے ممالک مین سے تجارتی معاہدے کئے جا رہے ہین۔ امان اللہ خان کی جدوجہد شاہ جاپان کی ابتدائی کوششونکو یاد دلاتی ہے جنکی بدولت آج جاپان دنیا کی قومون مین شمار ہوتا ہے۔ کیا افغانستان کیلیے بھی "ہر کسے از غیب برون آید و کاری بکند" کی مثال امان اللہ خان کی ذات مین نہین ہے۔ مترجم ۱۹۲۲ء

باب ہشتم

ہلال اور صلیب

کیا مسلمان یہودیوں کی طرح بے خانماں ہو جائینگے؟

اس رائے کو سرعت کے ساتھ استحکام کا درجہ حاصل ہوتا جاتا ہو کہ موجودہ اسلامی خود مختار سلطنتونکی سیاسی آزادی کا خاتمہ جلد ہوجائیگا۔ ایسی حالت مین ان سوالات کی تکرار محل تعجب نہین کہ اہل اسلام کا مستقبل کیا ہوگا؟ کیا اونکی پولیٹکل آزادی عیسائی اور بودہ مذہب کے سیلاب کے مقابلہ مین، جو انہین چارون طرف سے دبا رہا ہو، ہمیشہ کے لئے زائل ہوجائیگی؟ کیا مسلمان مثل یہودیون کے بے خانمان ہو جائینگے، اور ذلت و خواری کے ساتھ غیر قومون کی ماتحتی مین پڑے مارے پھرینگے؟ یا برخلاف اسکے پھر کوئی وقت ایسا آئیگا کہ اصلاحات جدید کی بدولت ایک نئی سوسائٹی پیدا ہوجائیگی جو اپنی اعلی دماغی قابلیت اور مغرب سے دائمی ربط وضبط کی وجہ سے اپنی کھوئی ہوئی آزادی واپس لے سکیگی؟ پہلے سوال کی نسبت مسلمانان اسپین اور سسلی کے عربون کی بربادی کی مثالین مایوسی بخش جواب دیتی ہین! لیکن اسکے ساتھ ہمین یاد رکھنا چاہئے کہ موخر الذکر مسلمان فاتحین کی تعداد بہ نسبت باشندگان ملک کے بہت قلیل تھی۔ اسلیے وہ بعد مین عیسائی طاقتونکے ہاتھون بآسانی مغلوب ہوگئے۔ جنوبی روس مین بھی

اسلامی اثر اسیطرح نیامیٹ ہوا۔ روسی فتحمندیوں کا شمال سے جنوب کیجانب
بڑھنا تھا کہ ترکی اور اگریں آوارہ گرد جو کسی ایک جگہ مقیم نہیں رہتے بتدریج
پسپا ہوتے گئے اور اسلام چونکہ ان قرنوں میں ابھی تک جز متفیدا نہیں پکڑ سکا
تھا، صلیبی مذہب اور اثر قبول کرنے پر مجبور ہوگیا لیکن شہروں میں اور نو آبادیوں
میں جہان مسلمانوں کا اثر جز غالب تھا مثلاً قازان، استراخان، اوفا اور
صوبہ والگا کے مختلف مقامات میں اسلام باوجود ہر قسم کی تکالیف و مظالم برداشت
کرنیکے ابھی تک قائم ہے حالانکہ روس نے اسکے تباہ کرنے کی کوئی کوشش اوٹھا
نہیں رکھی۔ کریمیا اور مشرقی پانٹس کے اضلاع کیحالت اس کے خلاف
ہے۔ باوجودیکہ مسلمان تعداد میں بہت زیادہ تھے لیکن ترکی سلطنت
اور مذہبی اثر کے قرب کی وجہ سے اسلامی آبادی اس درجہ کم ہو گئی ہے
کہ قدیم باشندے نوعے تقریباً معدوم ہوگئے ہیں۔ انیسوین صدی کے
وسط میں بھی مسلمان فرقوں مثل سرکیشی سٹیمشتری۔ انجاسی اور
لازی وغیرہ کی تعداد موجودہ شمار سے بچ گئی تھی۔ اور کریمیا کی آبادی
بوجہ اس کے کہ مسلمان اپنی خوشی سے ترکی میں ہجرت کر رہے ہیں نہایت
کم ہو گئی ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ باوجودیکہ مسلمانوں کی تعداد
کریمیا میں کم ہے لیکن اون میں مغربی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون
کے اکتساب کا جوش اور ولولہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے
یہ امر مشتبہ ہے کہ مصلحوں کا یہ چھوٹا سا گروہ اہل روس کی زیادتی
کے مقابلہ میں کبتک قایم رہ سکیگا کیونکہ ترکی کی جانب مہاجرین

کا تانا بندھا ہوا ہو۔ اور حال مین مہاجرین کی تعداد مین غیر معمولی ترقی ہوئی ہے +

یورپی ترکی کے مسلمان

یورپی ترکی مین بھی حال مین یہی کیفیت واقع ہوئی ہے۔ گذشتہ جنگ روس و روم کے بعد سے دس لاکھ سے زائد مسلمان باسینا سرویا اور بلگیریا سے ہجرت کر کے ترکی مین آباد ہو گئے ہین[1]۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ جن ممالک مین مسلمان پہلے فاتح اور مالک تھے اب وہان وہ اپنے آپ کو عام رعایا کے مساوی دیکھنا برداشت نہین کر سکتے۔ خصوصاً جبکہ جدید عیسائی حکمران اونکے ساتھ مہربانی اور رواداری کا برتاو نہین کرتے۔ مسلمان ہند یا الجیریا ہجرت کا کبھی خیال ہی نہ کرینگے اور نہ روسی ترکستان کے مسلمان، کیونکہ باوجود اپنی سختی کے روسی حکومت پھر بھی خیوا اور بخارا کے امیرون کی سلطنت سے کہین بہتر ہے۔

ایشیا مین مسلمانون کی تعداد مین کمی کا خطرہ

اس حالت کو دیکھکر کہ ہلال اب یورپ مین اپنے آپکو نہین سنبھال سکتا

[1] مین اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۸۳ء مین اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ بحث کر چکا ہون اوسوقت سے مسلمان مہاجرین کی تعداد مین اور بھی اضافہ ہو گیا ہو۔ قدیم اور حال کی آبادی کا فرق حسب ذیل ہو:-

	قدیم	حال
باسینا اور ہرزی گا ئنا	۷ لاکھ	۵۴۸-۶۳۳
بلگیریا	۱۸ لاکھ	۵،۳۰،۱۷۵
سرویا	دس ہزار	۲۸۴۹

ترکی قبضہ کے زمانہ کے اعداد تخمینی ہین، لیکن اسمین کچھ شک نہین کہ یورپی ترکی سے مسلمان مہاجرین کی تعداد مین غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔

یا یہہ کہ صلیب کی ماتحتی مین رہنا نہین چاہتا ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایشیا
مین جسے مذہب کا گہوارہ اور پایہ تخت سمجھنا چاہئیے یہ تحریک کیا صورت
اختیار کریگی کیونکہ مشرق مین اقوام مغربی کا اقتدار اور اثر روز افزون
ترقی کر رہا ہے۔ کیا ہم عنقریب وہ وقت دیکھنے والے ہین جبکہ یورپ اور
ایشیا کے مذہبی اور قومی تعلقات مین انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا؟
ہمین اس مسئلہ کے متعلق دہوکا نہ کھانا چاہیے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ ایشیا مین
ہر کام کی رفتار نہایت سست ہوتی ہے۔ اور جس عنصر سے یورپ
کام لینا چاہتا ہے، یعنی مذہب عیسوی، وہ ابھی اسقدر طاقتور نہین ہے
کہ درخت اسلام کو جسکا ریشہ ایشیا کی زمین مین تہ تک پہونچ گیا ہے، اوکھیڑ پھینکنا
تو درکنار اوسے جنبش بھی دے سکے۔ پیغمبر عرب کے پیرو باوجودیکہ اونھون نے
اپنے مفتوحہ ممالک مین سے بہت سے مقامات کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن
اپنے مذہب کو انھون نے کبھی ترک نہین کیا اور نہ وہ کبھی
ایسے ممالک مین ترک کرینگے جہان وہ اپنے ہم مذہبون کے پہلو بہ پہلو رہتے ہین،
جہان تاریخی یادگارین عمارتون اور شہرون کی صورت مین ہمیشہ گذشتہ عظمت
وشان کی یاد اونکے دل مین تازہ کرتی ہون، اور جنھین دیکھکر مسلمانون
کے دلون مین سرگرمی کے ساتھ دوسرے اثرات کا مقابلہ کرنے کا جوش
پیدا ہوتا ہو۔ اسلامی دنیا کے سرحدی ممالک کی نسبت جو کچھ ہمنے بیان
کیا اوسکا اطلاق وسطی ممالک اور مذہب کے قدیم پایہ تخت پر نہین ہو سکتا
لیکن یہ قرین قیاس نہین ہے کہ تمدن یورپ یہان کچھ گہرا اثر کر سکیگا۔ اگر ہم سرحدی

حالک کا غور کے ساتھ مطالعہ کرین تو واضح ہوگا کہ وہان تمثیلاً ایشیا کوچک مین،
اسلام کو آرمینیا یا یونان اور روس یا جرمنی سے کسی قسم کا نقصان نہین پہونچ سکتا ہے
اہل آرمینیا کا دل اُسوقت تک ٹھنڈا نہین ہوسکتا جبتک وہ یورپ کی مدد
سے اپنے سابق حکمرانون (یعنی مسلمانون) کو بالکل تباہ و برباد نہ کردین لیکن ہمین
یہ توقع نہین ہے کہ یورپ ایسی ناواجب اور ظالمانہ کام مین جو تمدن یورپ کے
منتضا دہے مدد دیگا اور نہ اہل یونان ہی ترکون کی تباہی مین کامیاب
ہوسکتے ہین یہ صحیح ہے کہ بے شمار یونانی اپنے جزیرون سے ترک وطن کرکر اناطولیہ
مین آباد ہورہے ہین۔ لیکن یونانی بلحاظ تعداد، ہمت و جرات اور
مذہبی جوش کے مسلمانون سے جنکی تعداد مین بوجہ ہجرت کے روز بروز
بیشی ہوتی جاتی ہے بہت کم ہین روس اور جرمنی کے لیے اناطولیہ مین کامیابی
حاصل کرنیکا موقع اس سے بھی کم ہے روس نے اسلام کو تباہ کرنے کا
بیڑہ اوٹھایا ہے لیکن کوہ قاف مین جہان سو برس سے روس کا قبضہ ہے
اسلام کی قدیم حالت قایم رہی ہے اور اس مثال سے روسی تجاویز
کا مایوسی بخش جواب ملتا ہے۔ جرمنی کی موجودہ مداخلت کی بنا پر مستقبل
کے متعلق کوئی رائے قایم کرنا خطرہ سے خالی نہ ہوگا۔ ابھی تک جرمنی کے ارادے
تجارتی اغراض پر مبنی رہے ہین۔ اور بہت عرصہ تک یہی حالت رہے گی۔
اسلام کو کمزور کرکے جرمنی اقتدار کے مضبوط کرنے کا خیال اہل جرمنی کے
دماغ مین کبھی نہ سمائیگا۔ یہ خیال نہ صرف حماقت آمیز ہے بلکہ بے سود
بھی ہے کیونکہ کسی غیر قوم کے مذہبی محسوسات کے ساتھ دخل اندازی کرنے کا

اہل آرمینیا اناطولیہ مین

جرمنی کے ارادے

ہمیشہ یہ نتیجہ ہوتا ہی کہ وہ بیرونی تمدن پھیلانے والونکو دشمن جانی سمجھنے لگتی ہے - علاوہ برین کسی قسم کی مذہبی مداخلت ممکن نہین ہے جبتک اناطولیہ پر جرمنی کا پورا[1] قبضہ نہ ہو جاے؛

جو کچھ ہمنے اناطولیہ کی نسبت تحریر کیا ہی اوسکا اطلاق شام بلکہ عرب پر بھی ہوتا ہی - یہ بیان کرنا مشکل ہی کہ فرانسیسی اور انگریز ان ملکون مین اپنے اقتدار اور اثر کو کہانتک بڑھائینگے - لیکن اسقدر وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہی کہ ہر دو قوتون مین سے مذہبی اغراض ایک کے بھی پیش نظر نہین ہین - اگر یہ بھی مان لیا جاے کہ وہ عیسائیون کو ہر قسم کی امداد دینگے اور اونکے پشت پناہ بنینگے لیکن دیدہ و دانستہ یہ گمان دین محمدی کو نقصان پہونچانے کا اونھین خیال نہین ہو سکتا کیونکہ ایسی کارروائی سے مسلمان برانگیختہ ہو کر فوراً بدلا لینے کے لیے کھڑے ہو جائینگے -

قصہ مختصر یہ ہے کہ موجودہ ممالک عثمانیہ مین اسلام کو کسی قسم کا خطرہ نہین ہے اور نہ ایران مین اسلام کا مستقبل خطرے مین ہے - کیونکہ وہان شیعہ آبادی کا بڑا جتھا ہے اور منجملہ ۹۵ لاکھ مردم شماری کے صرف ساٹھ ہزار عیسائی آباد ہین دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل تشیع جو غلطی سے یورپ مین اسلامی پروٹسٹنٹ خیال کیے جاتے ہین سخت تعصب کی وجہ سے ممتاز ہین - جبکہ زار روس کے مسلمان رعایا سے کوہ قاف مین عیسائیت نے کوئی ترقی نہین کی ہی تو کسطرح

[1] جنگ عظیم مین جرمنی شکست کیوجہ سے اس مداخلت کا اندیشہ باقی نہین رہا - مترجم ۱۹۲۲ء

امید ہو سکتی ہی کہ یورپ کو ایران مین عیسائیت پھیلانے مین کامیابی ہوسکیگی چاہیے ایران ، روس اور انگلستان مین تقسیم ہی کیون نہ ہو جائے ۔ مسلمانان وسط ایشیا کی نسبت ہم پہلے کہہ چکے ہین کہ روسی پادریون کو اسرط تاجیک اور آسبرگ اقوام کے ایمان بگاڑنے مین کریمیا اور اضلاع والگا کے تاتاریون سے بھی زیادہ دقت پیش آئیگی ۔ اہل کریمیا اپنے مذہب کی خاطر ہجرت کرکے ترکی ممالک مین آبسے لیکن وسط ایشیا کے مسلمانون کو اسکی بہی ضرورت نہین ہی ۔ روسی عیسائیون کی نوآبادی سے کوہقاف کے مسلمانون کو کچھ نقصان نہین پہونچ سکتا ۔

افغانستان میں اس حالت کی اہمیت مین اور بھی اضافہ ہوا ہے کیونکہ امیر عبدالرحمن اور اسکے جانشین حبیب اللہ خان نے ہر موقع پر پولیٹکل زندگی کی مذہبی سمت کو زیادہ مقبول بنایا ہے اور مذہب کی تقویت پر بہت زور دیا ہی ۔ سابق امیر کو سلطنت کے بنانے اور اوسکے انتظام درست کرنے مین بیشمار دقتون کا سامنا تھا ۔ لیکن باوجود اسکے مسلمانون کی مذہبی تعلیم کے لیے اوسنے نصاب بھی تجویز کیا ۔ اس سے یہ بھی مطلب تھا کہ راسخ الاعتقاد مسلمانون کی نظر مین اوسکی کم وقعتی نہو کیونکہ اوس نے اپنے ملک مین " حقیر " اور " ذلیل " عیسائیون کی بہت سی بیکار باتون کو رائج کیا تھا ۔

سوال یہ ہی کہ افغانستان[1] آزادی کبتک قایم رکھ سکیگا اور منجملہ دو یورپی رقیبون (روس و انگلستان) کے فتح کسے نصیب ہوگی ؟ اسلام کی آیندہ پولٹکل صورت خواہ کچھ ہو لیکن ان قدامت پسند اور متعصب پہاڑیونکے مذہب کو کچھ

[1] مسٹر ہملٹن کی یہ رائے ہی کہ اگر آیندہ (۲۰) سال کے عرصہ مین یورپنے افغانستان کو متمدن نہ بنایا اور اپنے اثر مین

نقصان نہین پہونچ سکتا، اونکو روحانی امداد ایک طرف وسط ایشیا سے
اور دوسری جانب ہندوستان سے حاصل ہو اور دونون اطراف مین
مذہبی جوش افغانیون کیلئے ہمت بڑہانے والا ہے -

ہندوستان[۱] مین تمدنی ترقی کا ذکر کرتے وقت ہمنے اسلام کی مضبوط
حالت کیجانب اشارہ کیا تھا کہ انگریزون کی آنکھون کے سامنے بھی مذہب اسلام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ نہ رنگ لیا تو ایشیا مین یورپی اقتدار کو عموماً اور ہندوستان مین انگریزی اثر کو خصوصاً سخت
خطرہ کا اندیشہ ہو لیکن ہمین اس رائے کی چندان پروانہ کرنا چاہیے - افغانستان مین علوم و فنون کی اشاعت سرعت
کے ساتھ ہو رہی ہو اور اہل افغانستان کے تعلقات سلطنت برطانیہ کے ساتھ روز بروز زیادہ دوستانہ ہوتے
جاتے ہین (دیکھو "لے اسٹاف افسر اسکریپ بک" مرتبہ سر این ہملٹن صفحہ ۶) مترجم

[۱] وامبری نے اپنی کتاب کے حصہ دوم مین ہندو مذہب اور اسلام دونون پر مفصل بحث کرکے اونکی آئندہ حالت
کا خاکہ کھینچا ہی - ہندوستانی مسلمان خود اس سے واقف ہین - پروفیسر وامبری کے خیالات کا لب لباب یہ ہو
کہ سید احمد خان علیہ الرحمۃ کے خیالات کو روز بروز ہندوستان مین ترقی ہو رہی ہو اور اسلیے اونکا مستقبل
مایوسی بخش نہین ہو - کاش مسلمان ان سب حالات پر غور کرکے علیگڈہ کالج کی جانب زیادہ سرگرمی اور
جوش کے ساتھ توجہ کرین اور اوسے یونیورسٹی کے درجہ تک پہونچا دین - ہندوستان مین مسلمانون کی حیات اور
ممات علیگڈہ کالج اور علیگڈہی خیالات کی ترقی پر منحصر ہو بلکہ بقول ہز ہائنس آغا خان اسلام کی آزادی اور تجدید
کا صرف یہی ذریعہ ہو کہ علیگڈہ کالج کو یونیورسٹی بنایا جائے - اور یہ کچھ مشکل نہین اگر مسلمان اپنے فضول
مصارف کا عشر عشیر بھی قوم کے لیے وقف کرین - مترجم

یہ نوٹ سنہ [illegible]ء مین لکھا گیا تھا - اسکے بعد مسلمانون نے بڑے ایثار سے کام لیکر تیس لاکھ روپیہ جمع کیا لیکن اپنے
خیال کے موافق شرائط نہ ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی کا قیام ملتوی رہا - جنگ عظیم نے حالت بدل دی اور

سرگرمی اور استقلال کے ساتھ ترقی کر رہا ہے پس ہندوستان مین اسلام کے مستقبل پر زیادہ بیان کرنا طوالت سے خالی نہ ہوگا - آپس کے مذہبی تعلقات کو آگے چلکر پھر بیان کیا جائیگا لیکن یہان صرف اس قدر کہنا ہے کہ ہندوستان مین باوجودیکہ عیسائی حکمران ہین اور اہل ہنود آبادی کے لحاظ سے بہت زیادہ ہین ۔ اسلام ردی حالت مین نہین ہے - برخلاف اسکے اسلام کا مستقبل روشن نظر آتا ہے چین مین اسوقت پیغمبر عربی کی تعلیم کو بیرونی مداخلت سے کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا اور نہ تعداد مین کمی ہوتی نظر آتی ہے - شہنشاہ چین کی چالیس کروڑ رعایا کے درمیان دو کروڑ مسلمان عجیب وغریب مرتبہ رکھتے ہین یہ ہوئی ہوئی (اہل چین مسلمانون کو اس لقب سے پکارتے ہین) دیگر ممالک کے ہم مذہب مسلمانون سے بلحاظ تمول بہتر حالت مین ہین - جنگی مذہب کے پیرو ہونے کی وجہ سے اونمین سپاہیانہ جوش وخروش ہمیشہ ممتاز رہا ہے اور اسیوجہ سے اونکو سلطنت مین اعلے درجہ کا فوجی امتیاز حاصل ہے - فی زمانا چینی مسلمان سپاہیون کا ہمین زیادہ تجربہ ہوا ہے - چونکہ مغرب کے عیسائی آئے دن بودہ ممالک پر حملہ آور ہوتے ہین اسلئے اونھین اپنے مغربی بھائیون کی جانی دشمن یعنی عیسائی دنیا سے بدلہ لینے کا خوب موقع ملتا ہے جہانتک میرا تجربہ ہے چینی مسلمان اپنے قوی اور سرگرم مغربی دشمن (روس) سے زیادہ ترسان رہتے ہین بہ نسبت چینی بودھون کے جو مذہبی معاملات مین

بقیہ صفحہ ۱۶۸ خلافت کے متعلق جو ناراضی مسلمانان ہند کو گورنمنٹ سے پیدا ہوئی اس نے انکی توجہ یونیورسٹی کی بجائے سیاست کیطرف منتقل کر دی ۱۹۲۰ء کے اختتام پر یونیورسٹی کا آغاز ہوا

روادار ہونے کی وجہ سے خطرناک نہین ہین۔
چینی ترکستان کے باشندے میرے اکثر ہم سفر رہے ہین۔ اونکا بیان ہے
کہ سلطنت چین مین بہ نسبت روسی ممالک کے مسلمانون کو بہت کم شکایت
کا موقع ہے صرف ایک خرابی ضرور ہے، وہ یہ کہ اونھین بوجہ رواج ملک
بعد و خان یعنی شہنشاہ کی شبیہہ کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ ونگان اور
چینی مسلمانون سے بھی یہی سنا۔ یہ لوگ بودہ مذہب حکمرانون کی اسقدر
خلاف نہین ہین جس قدر کہ ایران اور ٹرکی کی عیسائی
رعایا اپنے مسلمان حکمرانون کی ہے۔ اس سے ایک حد تک یہ بھی ظاہر
ہوتا ہے کہ ہوئی ہوئی (مسلمان) چین مین خاصہ اثر رکھتے ہین لیکن یہ امر
مشتبہ ہے کہ وہ یورپی اور چینی معاشرت مین ثالث کا کام دینگے جیساکہ
پروفیسر مارٹن ہارٹ مین نے اپنے دلچسپ رسالہ موسومہ "چین و اسلام"
مین ثابت کیا ہے کیونکہ مغربی اور جنوبی چین کے مسلمانون پر مغربی
تمدن کا اثر بہت کم پڑا ہے۔ وہ ابھی تک تعصب کی زنجیر مین گرفتار ہین،
اور اس لیئے ثالثی کے مرتبہ کے لیے وہ ایسے ہی نا قابل ہین جیسے کہ بخارا
کے مسلمان۔ جب ہم شمالی اور شمال مغربی چین مین عنقریب آنیوالی
پولیٹیکل تبدیلیون کا خیال کرتے ہین تو ان حصص مین اسلام
کا پولیٹیکل مستقبل چندان روشن نظر نہین آتا کیونکہ روس نے
تمام سرحد پر خوفناک اقتدار اور مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ اور مشرقی
ترکستان جہان اسلامی جزو غالب ہے عنقریب روس کی قبضہ مین آنیوالا ہے۔

روس میں مسلمانوں کو حریت کامل نہیں ہو سکتی

میں سمجھتا ہوں کہ ان اوراق میں ہم نے کافی طور پر ثابت کر دیا ہو کہ روس
کے زیر سایہ رہکر اسلام کو حریت کامل کبھی حاصل نہیں ہو سکتی اور آخر میں
ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ چین میں جاپان کی روز افزون ترقی کے
ساتھ ساتھ اسلام کا رہا سہا اثر بھی بتدریج کم ہوتا جائیگا۔ یہ ظاہر کرنے کے بعد
کہ ایشیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بقاے اسلام کسی خاص
خطرہ میں نہیں ہے اور یہ کہ اسلام کی پولیٹکل قوت کے زوال کو اُس کی
روحانی سرگرمی کی تباہی کا پیش خیمہ نہ سمجھنا چاہیئے، اون سوالات کا
جواب دینا مناسب ہوگا جو اس باب کے آغاز میں قایم کئے گئے تھے۔ میں نے
کہا کہ کیا مسلمان مثل یہودیوں کے بے خانمان ہو کر غیر اقوام کی ماتحتی میں
ذلت و خواری کے ساتھ زندگی کے دن پورے کرینگے۔ سب سے اول
مسلمانان رُوس کی حالت نے یہودیوں سے مقابلہ کرنے کا خیال
پیدا کیا کیونکہ سب جانتے ہیں کہ سلطنت روس میں پیروان محمدؐ
نہایت حقیر درجہ رکھتے ہیں، گاڑی ہانکنے والے، خدمتگار، خوانچہ
فروش وغیرہ سب اسی قوم کے لوگ ہیں۔ اور ہر جگہ وہ محنت، اعتدال
دیانتداری، اور بردباری کے لیے مشہور ہیں۔ اور جبتک فرائض
مذہبی کی تعمیل میں رکاوٹ نہ ہو وہ اپنی پولیٹکل آزادی واپس
لینے کا کبھی خیال بھی نہیں کرتے۔ قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم
خم کرنا اُن تمام مسلمانوں کا شیوہ ہے جو رُوس کے زیر نگین رہتے
ہیں۔ اِس کلیہ سے کوہ قاف کے وحشی اور جنگجو لزغین جو حد درجہ کے آزادی

لیسغد مین اور ترکمان اور کرغیز بھی مستثنی نہین ہین ۔ ان فرقون مین سے
کسی نے کبھی باضابطہ بغاوت کے ذریعہ سے روسیون کے پنجے سے آزاد
ہونے کی کوشش نہین کی ۔ وہ خاموشی کے ساتھ قسمت کے لکھے پر
راضی ہو جاتے ہین اور قضا و قدر کے احکام پر قانع رہتے ہین ۔ ایسے
ممالک مین البتہ جہان مسلمان دوسرے مذہب والون کے ساتھ
ملے جلے رہتے ہین مثلاً جاوا یا ہندوستان ہین، اجنبیون کی اطاعت سر
سرتابی کی کوشش کی گئی ہو لیکن کبھی کامیابی نہین ہوئی کیونکہ
دول مغرب سے مقابلہ کرنا ان لوگون کے لیے محض بیکار اور بیسود
بات ہو ۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائی حکمرانون کی مسلسل
سختی نے آزادی اور خودمختاری کے خیالات کو زائل کر دیا ہو اور
جہان کہین سختی ضرورت سے زیادہ نہین ہو آزادانہ اصول سلطنت
نے آزادی خیالات کا دروازہ کھولدیا ہے مثلاً ہندوستان، مصر
اور الجیریا مین اور اکی تبدیلی آہستگی کے ساتھ اس درجہ پائی جاتی
ہے جس کی کبھی امید نتھی، اور دماغی ترقی کی نئی دنیا اس شان
کے ساتھ ترقی کر رہی ہے کہ شکست بیت المقدس کے بعد
ایسی ترقی آل اسرائیل کی تاریخ مین کہین نہین پائی جاتی ؎
اولاً یہودی بوجہ قلت تعداد اپنے دشمنون کا مقابلہ کرنے کی
طاقت نہ رکھتے تھے اور اسلئے اپنی پولیٹکل قوت کا پھر حاصل کرنا اونکے
لیے محال تھا یہ مثال مسلمانون پر صادق نہین آتی (کیونکہ اونکی تعداد بشمار

ثانیاً اہل اسلام اپنے سپاہیانہ جوش کی وجہ سے ہمیشہ سے ممتاز ہین اور یہ بات کسی دوسرے قدیم مذہب کے ماننے والون مین نہین پائی جاتی۔ اگرچہ لفظ اسلام کے معنی "خدا کی مرضی پر شاکر رہنا" ہین لیکن قرآنمجید مین یہ بھی مذکور ہے "کہ جو لوگ خدا کی راہ مین شہید ہون اونکے لیے بڑا انعام ہے" اس آیت نے لڑائی کو خدا کی خوشنودی کا باعث قرار دیا ہے۔ تقوی اور شجاعت ایسی نیکیان ہین جو ایک دوسرے کو مکمل کرتی ہین، یا یہ کہیے کہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتی ہین اسلیے مسلمان اُسوقت تک تمام کفار کے ساتھ مخاصمانہ برتاو رکھینگے جب تک کہ وہ آخرکار غیر اقوام کے ماتحتی سے سبکدوش نہ ہون، یہ بات بنی اسرائیل کے نہ کبھی وہم و گمان مین تھی اور نہ اب ہے کیونکہ اونکے اتحاد کی موجودہ تحریک[1] کا یہ منشا ہے

[1] روشن خیال یہودی قومی اتحاد اور زندگی کی ضرورت کو محسوس کرتے ہین کچھ عرصہ سے یورپ مین ایک انجمن قایم ہوئی ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ یہودی نو آبادیون کے لیے اراضی خریدی جاے۔ دولت کے لحاظ سے یہودی آج بھی دنیا بھر مین ممتاز ہین، یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے کروڑپتی یہودی ہین، اول اونکی تجویز بیت المقدس اور اسکے ملحقہ اضلاع کے خریدنے کی تھی لیکن ترکون نے صاف انکار کردیا کیونکہ بیت المقدس وہ مکان ہے جسے مسلمانون نے سو برس کی متواتر لڑائیون کے بعد یورپ کے عیسائیون سے فتح کیا اور لاکھون مسلمان اس شہر مقدس کی خاطر شہید ہوئے۔ تمام یورپ نے متحد ہوکر بیت المقدس کے واپس لینے کی کوشش کی لیکن شیر خدا سلطان صلاح الدین نے اوسے چھین لیا اور آج تک بیت المقدس مسلمانون کے قبضہ مین ہے پس دنیا کی کوئی دولت اوس خون کا معاوضہ نہین کرسکتی جو مسلمانون نے اسکی فتح مین پانی کی طرح بہایا ہے اور کوئی اسلامی گورنمنٹ بیت المقدس کو نادار یہودیون کے ہاتھ کسی قیمت پر فروخت نکریگی اب یہودی امریکہ مین نو آبادی قایم کرنا چاہتے ہین مترجم

نوٹ۔ جنگ عظیم مین بیت المقدس انگریزی، مصری اور ہندوستانی سپاہیون نے فتح کیا اور انگلستان کے زیر سیاست یہودیون کا مسکن قرار دیا گیا ہے مترجم سنہ ۱۹۲۲ع

کہ مما لک دنیا مین نو آبادیان قایم کیجائین جہان مصیبت زدہ یہودی جو منتشر پڑے پھرتے ہین امن حاصل کرین

اب یہ دیکھنا ہو کہ اسلام کیجانب ایسی تبدیلی اور ترقی تمدن یورپ کے اختیار کرنے سے حاصل ہو سکتی ہو یا نہین اور اگر ہو سکتی ہو تو کب اور کس صورت مین، پچھلے اوراق مین ایک حدتک اِن سوالات کا جواب دیا جاچکا ہے، یعنی اسلامی دنیا کے بعض حصے نمایان طور پر مغرب کے قریب کھنچتے چلے ارہے ہین۔ دوم یہ کہ تحریک اسیوقت سرعت کے ساتھ کامیابی حاصل کر سکتی ہے جب آزادانہ طریقہ حکومت اور تعلیم کے بہتر ذرائع مہیا کیے جائین۔ سوم یہ کہ تمام اسلامی دنیا مین صرف سلطنت عثمانیہ ہی ایسی جگہ ہے جہان پولیٹکل زندگی از سر نو پیدا ہونے کی امید کیجا سکتی ہے بشرطیکہ ترکی گورنمنٹ اور ترکی سوسائٹی اپنی ہمتون کو بلند رکھے اور یورپ اونکو کافی وقت اور موقع دے۔ حالات موجودہ پر نظر کرنے سے معلوم

لہ دامبری کا یہ خیال بالکل صحیح نکلا اسلیے اول تجدید کی صورت ترکی مین نظر آئی اور ترکی سوسائٹی نے اپنی ہمت کے جوہر ۱۹۰۹ء مین دکھلائے لیکن یہ امر مشتبہ ہو کہ یورپ جسکی حریص آنکھون مین نوزائیدہ ترکی کانٹے کیطرح کھٹکتی ہو۔ ترکون کو ترقی کرنیکے لیے کافی وقت اور موقع دیگا یا نہین ہم دیکھتے ہین کہ بلگیریا اور یونان یورپ کے اشارے سے آئے دن دشمنی کا اظہار کرتے رہتے ہین اور کچھ نہین معلوم کہ کسوقت جنگ چھڑ جائے آجکل کی جنگون مین دولت کی جو بربادی ہوتی ہو وہ محتاج بیان نہین کاش یہ دولت جو سامان جنگ درست کرنے مین ترکونکو مجبوراً صرف کرنا پڑتی ہے، اشاعت تعلیم و تجارت مین صرف کیجاتی۔ ہمین امید رکھنا چاہیے کہ انگریزون اور ترکون کی دوستی ترکی کو قبل از وقت کسی تباہ کن جنگ مین پڑنے نہ دیگی
مترجم

ہوتا ہی کہ اسلامی خودمختار ممالک مین نیز اون ملکون مین جہان مسلمان
اقوام یورپی سلطنتون کے سایہ عاطفت مین رہتی ہین تجدید اور ترقی کی تحریک
استقلال کے ساتھ جاری ہو۔ ٹرکی مین جہان بدنظمی خودمختاری اور آئے دن
بیرونی مخاصمت رفتار ترقی مین سدراہ ہین، اس تحریک کا آخری نتیجہ مشتبہ
حالت مین ضرور ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ وہان ترقی اوس حالت
مین ضرور ہو سکتی ہی جب کوئی روشن خیال اور عقلمند بادشاہ خود اس
تحریک کا سرگروہ بنے اور اپنی پوری قوت اور سرگرمی سے کام لے
اور اپنے فولادی ارادے کی مدد سے اصلاحی تحریک کو آگے
بڑہائے۔ یہ کام کسی ہمدرد قوم ترکی بادشاہ کے لیے چندان دشوار نہین
ہی کیونکہ ترکی قوم کی وفاداری اور اطاعت شعاری کی کوئی انتہا نہین ہی۔

ترکی کی ضرورت

ہندوستان، مصر اور الجیریا مین بھی آنے والی ترقی کے آثار ابھی سے
بین طور پر نظر آرہے ہین، ہندوستان اور مصر مین اسلامی سوسائٹی
بیداری کا صاف اظہار کر رہی ہی اور ضروریات زمانہ کو صحیح طور پر
سمجھتی ہے۔ اس وقت اونکی کوشش یہ ہے کہ جدید علوم وفنون اور
آزادانہ تحقیقات کو اصول اسلام سے مطابقت دیکر قومی زندگی کا
احساس مسلمانون مین پیدا کیا جائے، اور یہ کچھ دشوار نہین ہی کیونکہ
اسلام مین بہ نسبت عیسائیت کے اس تحریک کو زیادہ آسانی کے ساتھ
ترقی ہو سکتی ہے، علیگڈہ اور دوسرے مقامات مین ایسے مدارس قائم کئے گئے
ہین جہان یورپی اور اسلامی علوم و فنون کے مختلف شعبے پہلو بہ پہلو پڑہائے

ہندوستان و مصر کی ترقی

جاتے ہین۔ کوشش یہ ہے کہ قرآن مجید کے پاک اصول کا ٹیکا لگا کر جملہ خرابیون
کو جو مسلمانون مین افراط تفریط پیدا کر رہی ہین دور کیا جائے اور برطانیہ
عظمیٰ کی آزادانہ سلطنت کے سایہ عاطفت مین مسلمانون کا ایک گروہ
پیدا ہو گیا ہے جو احکام قرآن مجید پر مضبوطی اور پختگی سے قایم رہنے کے
ساتھ تجدید اور بعض اصولون کی اصلاح کو ضروری سمجھتا ہے اور اسطرح
یہ گروہ مشرق اور مغرب مین بطور ثالث[۱] کے کام کرتا ہے یہ گروہ جسکے
مقاصد اور اصول کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہین روز بروز زور پکڑتا جاتا ہے۔
اور چونکہ محکمہ تعلیمات پر ہندوستان مین انگریزونکی خاص توجہ ہے
اس لیے اسکو اور بھی ترقی اور سرسبزی حاصل ہو گی۔ مین اس
بات کے امکان سے انکار نہین کرتا کہ ہندوستان کے مختلف کالجون
اور یونیورسٹیون سے مسلمان طلبہ کی تعداد مین ہرسال اضافہ اور
اونمین خودشناسی کا احساس ہونے کی وجہ سے آخرکار اونکو قدیم مسئلہ
تقلید کو خیرباد کہنا پڑے گا اور وہ بیرونی دنیا سے سختی کے ساتھ
علٰحدگی کو روا نہ رکھینگے۔ نوجوان ہندوستانی مسلمان جو سرگرمی
اور تحصیل علم کی خواہش سے بھرے ہوئے ہین اور یورپی قدیم اور جدید علم

[۱] اہل یورپ کا خیال ہے کہ مشرق و مغرب کبھی ایک رشتۂ تمدن مین منسلک نہین ہو سکتے لیکن علیگڈھ کی تعلیم نے ان خیالات کو متزلزل کر دیا ہے مسٹر سڈنی لو جنے ہندوستان کی سیاحت کے بعد اپنی مشہور کتاب ویژن آف انڈیا لکھی ہے کہتے ہین کہ جو لوگ یورپ کے متذکرہ بالا خیال کی غلطی معلوم کرنا چاہتے ہین اونہین علیگڈھ جا کر مشرق و مغرب کے توافق کی زندہ مثال دیکھنا چاہیے۔ مترجم

علم ادب، فلسفہ، تاریخ اور علوم جدیدہ کے خوان کرم سے سیرہو رہے ہین
ہرگز آسانی کے ساتھ اسلامی علوم کے روکھے سوکھے ٹکڑون پر قناعت
نہ کرینگے ایک نئی سوشل قوت، نیا طرز زندگی اور خیالات کی نئی دنیا
رفتہ رفتہ پیدا ہو جائیگی بلکہ سچ تو یہ ہی کہ پیدا ہو چلی ہے اور چونکہ تمام مذاہب
لچکدار ہوتے ہین اسلام بھی نیا قالب اختیار کریگا یا یہ کہنا چاہیئے کہ پھر
اپنی ..... اصلی پاکیزگی حاصل کریگا اور اس لیئے تمدن جدیدہ کی تعلیم اور
اثر کو زیادہ آسانی کے ساتھ قبول کرسکیگا۔

ہم جو کچھ ہندوستان مین دیکھتے ہین اوسکا خاکہ مصر مین اور بھی بین تر
نظر آتا ہی۔ اصلاح کا آغاز محمد علی کے وقت سے ہوا اور انگریزی قبضہ کے
زمانہ مین اوسے سرعت کے ساتھ ترقی ہوئی کیونکہ جن امور کو خدیو ان
مصر نے تن تنہا ڈرتے ڈرتے اختیار کیا اوسے انگریزون کے حوصلے اور انکے
بے اندازہ ذرائع اور سرگرمی نے خوب تقویت بخشی۔ انگلستان کی زبردست
مگر عادلانہ گورنمنٹ کی وجہ سے معاشری اور دماغی حالت مین جو ترقی ہوئی
ہے وہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ بکثرت مصری نوجوان، بالکل یورپی
طریقہ پر تعلیم پاکر، اپنے ملک کی آیندہ سیاسی، تمدنی، اور معاشری،
حالت کو بخوبی محسوس کرتے ہین۔ اور شاید کسیقدر قبل از وقت
آگے قدم بڑھاکر "مصر مصریون کے لیے ہے" کا نعرہ بلند کرتے ہین اور
ابھی سے افریقہ مین آنے والی عظیم الشان اسلامی سلطنت کا خواب
پریشان دیکھتے ہین۔ اسمین کچھ شک نہین ہی کہ حریت انسان کو اسیطرح

۵ غلط ہے۔

اوج رفعت پر پہونچاتی ہے جطرح غلامی قعر مذلت مین گراتی ہو ہندوستان مین یورپی وضع کے مولوی اور مصر کے روشن خیال عرب، اس بات کی دلیل ہین کہ خوش انتظامی اور آزادانہ طریقہ گورنمنٹ سے کیسے عمدہ نتائج حاصل ہوتے ہین اور ہندوستان و مصر مین جو کچھ نتیجہ اس قلیل عرصہ مین پیدا ہوا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسلامی ممالک مین اسیوقت ترقی اور اصلاح ہوسکتی ہے جبکہ وہ براہ راست اہل یورپ کے زیر نگین ہو جائین اگر اپنی حالت پر چھوڑ دی جائین تو اسلامی اقوام اپنی موجودہ کاہلی اور دون ہمتی کے غار ہی مین پڑی رہین گی۔ کسی نئی بنیاد پر اپنی سوشل زندگی کی عمارت قایم کرنے کی سکت اونمین باقی نہین رہی ہے جبتک دُنیوی قوت اور سلطنت کی باگ ایک شخص واحد کے ہاتھ مین رہے گی اور یہ بادشاہ "خلیفۃ اللہ فے الارض" اصلاحات کی ضرورت کو دل سے نہ مان لے اور یہ سمجھا کہ اُسکی مطلق العنانی اور خود مختاری رفتار زمانہ کے سراسر خلاف ہے بہ طیب خاطر اوس سے دست بردار نہ ہو جائے، آزادانہ اصول کی حکومت کا رواج اسلامی دنیا مین نہین ہو سکتا۔

مغرب کے عیسائی بادشاہ بھی ان باتون سے بہ طیب خاطر دست بردار نہین ہوئے۔ اور اب بھی بعض توصیفی جملے جنسے بادشاہون کی خدائی اوصاف ظاہر ہوتے ہین، گذشتہ عظمت کی نشانی کے طور پر قایم رکھے گئے ہین۔ لیکن یورپ کے بادشاہون کا خطاب بائی دی گریس آف گاڈ خلیفۃ اللہ فی الارض

کا مرادف نہین ہی - اور نہ ایسی معصومیت مراد ہو جسکا مسلمان بادشاہ
یا پاپاے روما دعوی کرتے ہین - ہم مغربیون مین روشن خیالی اور
آزادی نے بادشاہون کے ان خدائی حقوق کو گھٹاتے گھٹاتے اونکے
جائز درجہ پر پہونچا دیا ہے لیکن مشرق کے مسلمان ابھی تک سیف ریسپکٹ
(خود داری) کے اس رتبہ پر نہین پہونچے ہین - اور چونکہ اُنکے پاس خودداری
حاصل کرنے کے ذرائع ابھی تک موجود نہین ہین - وہ اہل یورپ کی امداد اور سہارے
کے محتاج ہین جسطرح ہم زمانہ گذشتہ مین دماغی تحریک کے لیے قدما کے سرمایہ تحقیق
و تدقیق کے دست نگر تھے اور یہ مثال اُس ناقابل استرداد واقعہ کا نہایت
زبردست ثبوت ہے کہ صرف یورپ کی بلاواسطہ اثر یعنی یورپی سلطنتون
کی ماتحتی اور براہ راست حکومت مین رہکر اسلامی مشرق
کی تجدید اور اصلاح ممکن ہی - صرف اسی حالت مین مسلمانونکو
روشن مستقبل کی امید ہو سکتی ہی -

یہ امر کہ اسلامی ایشیا کو غیر سلطنتون کی اتالیقی مین کبتک رہنا
پڑے گا اور سب سے اول اسلامی دنیا کا کونسا حصہ اصلاح کا
کا جامہ پہن کر اسقدر طاقتور ہو جائیگا کہ دنیا کے اسٹیج پر اپنے پیرون
کے بل کھڑا ہو سکے، در اصل مسلمان لیڈرون (رہنماؤن) کے
ارادون اور قابلیتون پر منحصر ہے - اور نیز اس امر پر کہ مسلمان تمدن
جدید کے زیر اثر قلیل عرصہ تک رہتے ہین یا دیر تک - اسوقت ہمین صرف
معدودے چند اشخاص اصلاح کی راہ مین ممتاز نظر آتے ہین اور یہ لوگ

تمدنی ترقی کی منتشر مثالین ہین۔ لیکن کیا کوئی اس مین شک کرسکتا ہے کہ انکی تعداد مین اضافہ ہوگا؟ اور کیا تمدن مغرب کے نونہال اپنی ہم قومون اور ہم مذہبون کی دماغی حالت مین ترقی و اصلاح نکرینگے؟ ہر ذیہوش بصر جسے واقعات کا صحیح علم ہو ہمارے اس بیان کی تصدیق کریگا +

ہم ایک سے زیادہ مرتبہ کہہ چکے ہین کہ اہل روس کی اتالیقی مین مسلمانون کا مستقبل چندان روشن نظر نہین آتا۔ لیکن باوجود اسکے بھی روس کا قہار بادشاہ دماغی ترقی کو روکنے سے قاصر ہے، اور چند آدمی اسمعیل بے غسپرنسکی تاتاری اور محمد فاتح غلمانی جیسے اپنے بھائیون کی نیابت کے لیے کھڑے ہوگئے ہین۔ اور عام رفارمیشن (اصلاح) کا راستہ تیار کرنے مین شب و روز سرگرمی کے ساتھ مصروف ہین +

مغربی یورپ کی ماتحتی مین مسلمان بلاشبہ زیادہ فارغ البال رہینگے کیونکہ وہ وہان آزادی اور تہذیب و تمدن کا سبق سیکھ رہے ہین اور باوجود اس کے کہ اُنکے اتالیقون کی خواہشات یا ارادے مختلف ہین، آخرکار اُنکو پولیٹکل آزادی حاصل ہو کر رہے گی۔ ٹرکی یا مصر اور ہندوستان مین اسلامی سوسائٹی کے سرگروہ طریقہ جدید کے جوش مین اسقدر سرشار ہین اور قومی آزادی کے خیالات اُن مین اسدرجہ سرایت کرگئے ہین کہ اُنکا بیخ ذہن سے مٹادینا قطعی ناممکن ہے۔ ہمارے یورپی حکمران شاید یہ توقع رکھتے ہون کہ اونکی حکومت اسلامی ممالک مین قایم رہیگی لیکن جلد یا دیر ایسا وقت ضرور آنیوالا ہے

جبکہ ہماری تمدنی کوشش ہماری خواہشات کے خلاف نتیجہ پیدا کریگی۔
یعنی ایشیا مین ہمارے پولیٹکل اقتدار کا خاتمہ ہو جائیگا۔ جسطرح معلم اپنے
شاگرد کی دماغی ترقی اور پختگی کو روکنے کی قدرت نہین رکھتا اسیطرح
جب کوئی اعلی سوسائٹی ادنی سوسائٹی پر اپنا اثر ڈالتی ہو تو نتیجہ پر اوسکا قادر رہونا ناممکن
سے ہو۔ جب کسی تناور درخت سے کوئی بیج زرخیز زمین پر گرتا ہو۔ اول نازک
پودھا ہوتا ہو اور بڑھتے بڑھتے مضبوط درخت ہو جاتا ہو۔ جو بیج ایک مرتبہ
بو یا گیا وہ بارور ضرور ہوگا +

جو تماشا جاپان کے اسٹیج پر ہوا، جہان مشرقی شاگرد اپنے مغربی استاد
کا نہ صرف ہمسر ہوا بلکہ داؤ پیچ مین اُستاد سے بازی لے گیا، ممکن ہو کہ اسلامی
مشرق مین بھی کسیدن اُسکا ظہور ہو، جاپان کو موجودہ رتبہ اپنے بادشاہ کی
روشن خیالی اور خوش نیتی کیوجہ سے حاصل ہوا اگر اسلام اُن بیڑیون کے
بار گران سے آزاد ہو جو ظالمانہ حکومت نے مذہبی احکام کی شکل مین اُسکے
پیرونمین ڈال رکھی ہین تو ہمارے نزدیک کوئی وجہ نظر نہین آتی ہو کہ مغربی اور
وسطی ایشیا کی مخلوق اپنے مشرق بعید کے رہنے والے (جاپانی) بھائیون کے
حقوق مین کیون شریک نہ ہون۔ ہمنے ان اوراق مین یہ ثابت کرنیکی کوشش
کی ہو کہ اسلام اصلاح کی صلاحیت رکھتا ہو، اُسکے معتقدین مین ریفارم (اصلاح) کی
ضرورت کا احساس ہو گیا ہو۔ اور کہین کہین روشنی کی شعاعین اندھیری رات مین نظر
آنے لگی ہین۔ ترقی کی رفتار اسلام مین بودھ مذہب جاپانیونکی نسبت سست ضرور رہیگی
لیکن آخرکار تبدیل و تجدید کا دور دورہ ہوکر رہیگا خواہ ہم (اہل یورپ) چاہین یا نہ چاہین

باب نہم

یورپی قوتین اسلامی ایشیا مین

اوراق ماسبق مین یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ناکجان یورپ استاد اور مغربی تمدن کے علم بردار ہونے کی حیثیت سے ایشیا مین کس قدر اہم درجہ حاصل کیے ہوے ہین۔ اور اب صرف اُس پولیٹکل حکومت کا ذکر کرنا باقی رہگیا ہے جو کوئی نہ کوئی یورپی قوم کسی دن اسلامی ایشیا مین ضرور حاصل کریگی۔ اس لیے مجھے یہان طوعاً و کرہاً سیاسی دنگل مین کودنا پڑتا ہی اگرچہ یہ بحث میرے مرغوب طبع نہین مگر اس بیچے مفر ہی نہین ہی کیونکہ مختلف اقوام یورپ کی نیتین، ارادے، اور کارروائیان مختلف ہین، اور ہر ایک کے دائرہ اثر پر بحث کرتے وقت ان سب اختلافات کا پیش نظر ہونا لازمی ہے۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ہر ایک قوم کتنی مدت سے اصلاح کی راہ مین محنت کر رہی ہے کیونکہ تمدن کے نتائج زیادہ تر مدت کمی یا زیادتی پر منحصر ہوتے ہین۔

اس مسئلہ پر بحث کرنا کہ اسلامی ایشیا مین مغربی قوتون کا موجودہ اثر کبتک قایم رہے گا، اور کیا کیا تبدیلیان ظہور مین آئین گی بادی النظر مین اگر جسارت طلب نہین تو جرئت آزما ضرور معلوم ہوتا ہی لیکن در اصل ایسا نہین ہی، مغربی

اور وسطی ایشیا مین دول عظام یورپ کے موجودہ سیاسی اور اقتصادی حدود
اغراض پر غور کامل کرنیکے بعد اور ہم آسانی کے ساتھ تسلیم کر سکتے ہین
کہ ان تعلقات مین فی الحال کوئی اہم اور حیرت انگیز تبدیلی ہونے والی نہین
ہے) ہم یہ بات کہنے کے مجاز ہین کہ موجودہ تعین حدود مین کوئی واقعی کمی بیشی اور
منظر عالم مین کوئی غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو نا سردست خارج از بحث ہے

مادی فوائد کے لیے کشمکش بدستور زور شور کے ساتھ جاری ہے - اپنے
ممالک کی زائد آبادی بسانے اور تجارت کے لئے نت نئے بازار پیدا کرنے
کی غرض سے نو آبادیان قایم کرنے کی خواہش تمام یورپی سلطنتون کے
رگ و ریشہ مین پیوست ہو گئی ہے لیکن تسخیر ممالک کا جوش جنگی پیچیدگیون
کی وجہ سے کسیقدر سرد پڑ گیا ہے - اور اب غالباً یورپ فصل خصومات
کی متعلق مین توپ کے کبری اور تفنگ کے صغری کا استعمال نکرے گا -

جن ممالک کے یورپی اقوام حصے بخرے کر چکی ہین ممکن ہے کہ انمین جزوی
اور معمولی قسم کی تبدیلیان اور مصنوعی حد بندیان ہو جائین ، یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ جن ممالک مین ابتک ان تہذیب پاش اقوام کے قدم
نہین گئے ہین وہان اب پہونچ جائین ، لیکن جو سلطنتین اسوقت
تہذیب پھیلانے کا بیڑہ اوٹھائے ہوے ہین انکی باہمی کشمکش مین کسی
اہم انقلاب کا ہونا ہمین سردست ناممکن نظر آتا ہے -

روس کی حدود اسوقت بالطوم سے ولاڈی واسٹک تک اور بحر شمالی
سے پیرے پومیس تک پھیلے ہوئے ہین اور ہمین امید نہین کہ جنوب

کیطرف رُوس اپنے حدود زیادہ وسیع کرسکیگا۔ ممکن ہے کہ روس
رفتہ رفتہ شمالی فرات کے صوبجات مین اور ترکی آرمینا مین اپنے
اقتدار کو زیادہ مستحکم کرلے، لیکن اگر عراق عرب تک بڑھنے کی
کوئی تجویز ہوئی تو جرمنی خاموش نہ بیٹھا رہیگا بشرطیکہ کوئی زبردست
ترکی گورنمنٹ اپنے حقوق جتانے کے لیے نہ کھڑی ہو جائے۔ لیکن
یہ بالکل یقینی ہے کہ رُوس ارکیسنر سے بحیرہ یورومیا کی جانب ایران
کی شمالی سرحد پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہان اب بھی
اوس کا اقتدار ایک حد تک پایا جاتا ہے بڑھتا آئے گا۔ اور یہان
سے کوئی حریف سلطنت روسیونکو آسانی نہ ہٹا سکے گی۔ جیسا کہ
ہم پہلے کہہ چکے ہین اگر کوئی اَن ہونی بات نہ ہو جائے تو ایران،
روس اور انگلستان کے درمیان تقسیم ہو جائیگا۔ شمالی حصہ پر
روسی قابض ہو جائینگے، اور جنوبی حصہ انگریزون کے زیر نگین
ہو جائے گا۔ اس تقسیم مین تھوڑی بہت جو دقت ہے وہ سرحد
کے متعلق ہو سکتی ہے، یہ سوال کہ روس مشرق کی جانب افغانستان
کے راستہ سے دریا ئے آکسس کے کنارے کنارے ہندوکش تک

[1] ہم دیکھتے ہین کہ کچھ عرصہ سے اہل جرمنی ریلون اور کانون کے اجارون کی بدولت ایشیار کوچک اور عراق عرب مین اپنا اقتدار روسیون کے خلاف جماتے چلے آرہے ہین چنانچہ بغداد ریلوے کا اجارہ بھی اہل جرمنی نے حاصل کیا ہے لیکن اب نوجوان ترکونکی مضبوط گورنمنٹ قائم ہوگئی ہے جو ان منصوبون کو تہ و بالا کردیگی۔ نوزائد گورنمنٹ کی قوت ابھی سے محسوس ہو رہی ہے۔ مترجم۔

پہونچ جائیگا اور اسطرح سرحدی کمیشن ماموره سنہ ۱۸۹۵ء کے قائم کرده حدود سے متجاوز ہوجائیگا، تمدنی اثر کے مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہین رکھتا بلکہ پولٹیکل بحث سے وابستہ ہے۔ یہان صرف اسقدر کہنا مقصود ہے کہ جنوب کی طرف مقبوضات بڑھانے کی ہوس مین روس ایک عظیم الشان اور عالمگیر جنگ کا خطره برداشت نکرے گا اس وجہ سے کہ ایشیا مین روسی اقتدار صرف اندس (ہندوستان) کی جانب زیاده بڑھنے پر منحصر نہین ہے۔ دوم یہ کہ ہندوستان کا ایک حصہ قبضہ مین آجانے سے خزانہ کو چندان نفع نہ پہونچے گا۔ سوم یہ کہ ایسی تجویز کے یہ معنی ہونگے کہ انگریزون کا ہندوستان سے اخراج ہوجائے اور اس وجہ سے ایسی مشکلات اور پیچیدگیان حائل ہین کہ اسکی کامیابی تقریباً ناممکن ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک روس چین کے ساتھ ایسی روک تھام اور احتیاط کو مدنظر نہ رکھیگا۔ یا اگر موقع ملے تو مشرقی ترکستان کا الحاق کرنے مین پس و پیش نہ کرے گا جہان کہین محض ایشیائی اقوام سے سابقہ ہے، وہان یورپی سلطنتون کے حوصلے اور جوع الارض کی کوئی حد نہین ہے۔ لیکن جہان دو یورپی قوتین یکسان حقوق کے ساتھ ایک دوسرے کے مدمقابل ہوتی ہین تو حد درجہ کی احتیاط اور دور اندیشی سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور چونکہ بزور شمشیر کسی مسئلہ کو طے کرنے کی جانب سے اہل یورپ متنفر ہوتے

ـــه جنگ عظیم نے ثابت کردیا کہ مسائل کے طے کرنے مین یورپی اقوام اب بھی نہ صرف شمشیر بلکہ زہریلی گیس جیسی شیطانی چیز اپنی دشمنی کے خلاف استعمال کرنے مین پس و پیش نہین کرتین - مترجم سنہ ۱۹۲۲ء

جاتے ہین اس لیے امید ہو کہ روس اور انگلستان کے باہم جنگ کی مصیبت پیش
نہ آئیگی ۔

انگلستان تو کسیطرح نہین چاہتا کہ اپنے حریف روس کے مقابلہ مین تلوار
کے فیصلہ پر رضامند ہو۔ اور نہ انگریز خواہشمند ہین کہ سلطنت ہند کے حدود تا
ہندوکش تو بہت دور ہو، کوہ سلیمان سے بھی متجاوز ہون ۔ برخلاف اسکے وہ
ہندوستان کی حفاظت کے لیے افغانستان کے پہاڑون مین قلعے اور مورچے
قایم کرنیکے خیال سے لرزتے ہین۔ حال مین انگریزون نے جو فوجی دستے جنوبی،
اور جنوب مشرقی ایران بھیجے ہ انھین کسی خونخوا جنگ کا پیش خیمہ نہ سمجھنا
چاہیئے بلکہ یہ کارروائی معاینہ کی غرض سے کی گئی ہے تا کہ ایک سرحدی خط
قایم ہوجائے جو ہندوستان کی حفاظت کے لیے ازبس ضروری ہو حفظ ماتقدم
کی اس کارروائی سے انگلستان بخوشی دست بردار ہوجاتا اگر آیندہ واقعات
کے متعلق ایسے امور پیش آئے کہ انگلستان کو مجبوراً یہ طرز عمل اختیار کرنا پڑا۔
اگر ایران مین اپنا کاروبار سنبھالنے کی صلاحیت ہوتی اور سلطنت ایران
کے زوال کی وجہسے انگلستان کو جنوب مین خطرون کا سامنا نہ ہوتا
تو لندن اور کلکتہ کے مدبر ہرگز ایران کے معاملات مین مداخلت
روا نہ رکھتے لیکن جب کسیکے پڑوسی کا گھر جلنے لگتا ہو تو اوسے ہی اپنے
اساس البیت کی دیکھ بھال کرنا لازم آتی ہے ۔ اور اسی قسم کی ضرورت
نے اکثر امن پسند یورپی اقوام کو اپنے ایشیائی پڑوسیون کے معاملات
مین دخل اندازی پر مجبور کیا ہو۔

انگلستان کے ارادون کو بدظنی

پہلے انگلستان کی نیت اور قسم کی تہی مگر اب وہ مطمئن ہوگیا
ہے اُسے اب جدید فتوحات حاصل کرنے کی خواہش نہین ہے انگلستان
اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھے گا، اگر وہ سب ممالک جو اتبک
اس کے تمدنی اثر مین آئے ہین با من وعافیت اوس کے قبضہ مین
رہین۔ اور جنھین اپنی کوشش اور محنت سے مادی اور دماغی ترقی
دینا ممکن ہے۔ اسلامی ایشیا مین جہان کہین انگریز اضافہ ملک
کا خیال کرتے ہین دراصل اونکا مقصد سرحد کو مستحکم کرنا ہوتا ہے
تاکہ اونکی سلطنت مین امن وامان قایم رہے۔ کم ازکم خلیج عمان اور عرب
مین انگلستان کی یہی حکمت عملی ہے لیکن وہان جنوبی یمن کی ردی حالت
انگریزون کے لیے خطرہ کا باعث ہے اور بدقسمتی سے ترکی گورنمنٹ کو از سرنو
امن قایم کرنے کی کافی قوت حاصل نہین ہے، بعض لوگ انگلستان
کی ہر ایک کارروائی کو شبہ کی نظر سے دیکھنے پر ہمیشہ آمادہ رہتے
ہین۔ اور کہتے ہین کہ انگلستان تمام عربستان کے فتح کرنے کی
پوشیدہ تیاریان کر رہا ہے اور یہ کہ شاہ انگلستان جنکی رعایا مین
مسلمان دوسرے سلاطین کی بہ نسبت بہت زیادہ ہین زمانہ آیندہ
مین محافظ وحامی حرمین شریفین ہوجاینگے۔ وہ یہ بھی کہتے ہین
کہ ظاہری طور پر عرب خدیو مصر کے قبضہ مین دیدیا جائیگا کیونکہ سلطان
سلیم ثانی نے مصر ہی سے خلافت ابتداءً حاصل کی تہی مگر اصل انتظار
اور حکومت انگریزون کے ہاتھ مین رہیگی۔ یہ خیال شیخ جلی کا منصوبہ

کیون نہ ہو لیکن اگر ایسے واقعات میں آئین تو اسلام کا کوئی نقصان
تصور نہین ہے - کیونکہ جب ہم ترکی اخبارون مین مکہ اور مدینہ کی
پولیٹکل حالت کی خرابی کے حالات پڑھتے ہین کہ شریف عون الرفیق
جو آل پیمبر سے ہے عمال سلطنت سے ملکر بیکس حاجیونکو کس بری طرح
لوٹتا کھسوٹتا ہو اور تنگ کرتا اور اُن کے پریشان کرنے اور مال چھیننے
مین کوئی زیادتی اوٹھا نہین رکھتا تو ایسی ستم رسیدہ سوسائیٹی کا
کا کسی انصاف پسند انسان دوست اور منضبط گورنمنٹ کی ماتحتی
مین آنے کو ہم چندان تکلیف دہ نہین خیال کر سکتے اگرچہ وہ
گورنمنٹ عیسائی ہی کیون نہو۔ لیکن ہم ان بیکار مباحث مین پڑنا
نہین چاہتے اور صرف اسقدر رکھتے ہین، بشرطیکہ ظاہرا باتین دھوکے
مین نہ ڈالین، کہ انگلستان اور رُوس نے اسلامی ایشیا مین اپنے
فتوحات مکمل کر لیے ہین، اور دونون قومین اپنے اپنے دائرہ اقتدار
اور اثر مین صرف اپنی طاقت مستحکم کرنے اور رعایا مین تعلیم پھیلانے
سے سروکار رکھین گی +

اب صرف ایک تیسری یورپی قوت کا ذکر کرنا باقی رہگیا ہو
جو حال مین بحیثیت علم بردار تمدن، اسلامی مشرقی ممالک مین
نمودار ہوئی ہے اور جو بوجہ اپنی قوت، وسعت اور اعلے قابلیون
کے بھی توجہ کی مستحق ہے - ہمارا اشارا سلطنت جرمنی کیطرف
ہے - اسلامی ممالک مین ابھی تک جرمنی کا تمدنی اثر ابتدائی حالت

ہین ہے۔ لیکن باوجود ہر قسم کی مشکلات کے جو اُسے ہر چہار طرف سے گھیرے ہوئے ہین، اُسکے مستقبل کی اہمیت کے اندازہ ہین کمی نہ کرنا چاہیئے۔ اگر ایشیا مین تمدن پھیلانے والی اقوام کی جماعت ہین جرمنی اس قدر دیر مین شامل نہ ہوتا، اور اگر جرمنی اہل مشرقی دنگل سے قریب تر ہوتے تو یہ قوم اپنی صنعت، ریاضت اور جامعیت کا اثر زیادہ جلد اور زیادہ بہتر شکل مین ظاہر کر سکتی تھی جرمنی اور ایشیا کے مابین اسقدر ممالک حائل ہین کہ باوجود قسطنطنیہ و بغداد ریلوے کی تکمیل کے بھی، جرمنی تمدن کو نہ صرف اپنے حریفون ہی سے سخت مقابلہ پیش آئیگا بلکہ باشندگانِ ایشیا کی تنگ خیالی اور تعصب کے ساتھ بھی سخت جنگ و جدل کرنی پڑیگی۔ کیونکہ فرانسیسی انگریز، نیمسؔ[۱] اور روس کے نام سے ترک، کرد اور عرب عرصہ سے بخوبی آشنا ہوگئے ہین، مگر، الیمان، (جرمنی) ابھی تک بہت کم مروج ہوا ہے، اور اس سے آشنا ہوتے ہوئے اہل ایشیا کو مدت درکار ہے۔ مشرقیون کے لیے کسی مشہور مگر قدیم لفظ کا ترک کرنا اور جدید لفظ کو اختیار کرنا نہایت مشکل ہے اسکی مثال لفظ، جنوئیہ سے پائی جاتی ہے۔ ترک قدیم آثار اور عمارات کو ''جنوئیز'' کہتے ہین کیونکہ از منہ متوسطہ ہین اہل ایطالیہ صناعی اور فن تعمیر وغیرہ مین اُستاد مانے جاتے تھے۔ انگریزون کا مقولہ ہے ''تجارت جھنڈے کے

[۱] ترکی مین نیمس اوس ملک کا نام ہے جہان اب موجودہ

ساتھ ساتھ بڑھتی ہے۔ اور چونکہ جرمنی کے قبضے مین ابھی تک کوئی ملک نہین
ایا ہے اور صرف تجارتی اغراض اُسکے مدنظر ہین، اور نہ وہ اپنی قوت کا
اظہار موجودہ حالت مین کر سکتی ہے اور نہ کرنا چاہتی ہے، اس لیے اُسکے
تمدنی اثر کی رفتار مغربی ایشیا مین لا محالہ نہایت سست رہیگی۔ اور خلق اللہ
کے نفع کے خیال سے یہ امر قابل افسوس ضرور ہے۔

اس کے برخلاف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جرمنی اناطولیہ پر قبضہ
کرنے کی فکر مین ہے۔ اور ریلوے اسٹیشنون کے متصل اہل جرمنی
کی بستیان ترقی کرتے کرتے نوآبادیان ہوجائینگی اور یہ نوآبادیان
بالآخر تمام اناطولیہ کو جرمنی قبضہ مین لے آئینگی۔ لیکن جو لوگ ایشیا
سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہین، اونکو اس خیال کی لغویت پر غور
کرنا چاہیئے، اس سے صرف اُن لوگونکی ناواقفیت اور معاملات
سے بےخبری ثابت ہوتی ہے۔ سب سے اول جرمنی نوآبادیون
کے باشندون کے لیے ایشیائی باشندون پر غلبہ پانے اور اپنی تجارتی
پیدا کرنے کے لیے سالہا سال کی مدت درکار ہے۔ یہ سچ ہے کہ اہل
روس نے جنوبی والگا۔ اور کریمیا مین ایسا انقلاب قومیت پیدا
کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن یہ سب اس وجہ سے
ممکن العمل ہوا کہ ان صوبجات مین خانہ بدوش قومین آباد تھین جنکی
نہ کوئی خاص معاشری عادات و مراسم نہ تمدنی خواہشات راہ مین حائل تھین۔
ایشیائے کوچک کی حالت اس سے مختلف ہے جہان مستقل آبادیان صدیون سے

قایم ہین، اور اسلیے اہل جرمنی کا غلبہ پانا یا اناطولیہ کے بوقلمون باشندون پر جرمنی رنگ چڑھانا خارج از بحث ہے [1]

یورپی تمدن کے نائبین کا مستقبل اسلامی ایشیا مین خواہ کچھ ہی ہو۔ اور چاہے عرصہ دراز تک اونکا اقتدار دنیاے قدیم کے مختلف حصص مین وسعت پائے، اور اونکے زیر سایہ، تہذیب، امن و عدل کو ترقی ہو ہر شخص کو یہی امید رکھنا چاہیے کہ اون کے باہمی تعلقات مین کسی قسم کی خرابی واقع نہ ہوگی تاکہ ہر ایک قوم اپنے خیال کے موافق پرانی دنیا کو نفع پہونچائے جو مدتون کی بدنظمی، جہالت اور ظلم کی وجہ سے برباد ہو رہی ہے، اور ایشیا مین خلق اللہ کی خستہ حالی کا خاتمہ ہو جائے آجکل پولیٹکل امور پر جو تیز مباحثہ ہو رہا ہے اوسکے خیال سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے توقعات کا پورا ہونا ممکن نہین ہے لیکن جو لوگ ایشیا کے بعض حصون کی حالت زار سے واقف ہین، اور جنھون نے وہان کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہے اور اصلاح کو ترتیب کے ساتھ رواج دینے کی ضرورت اور امکان پر یقین رکھتے ہین، وہ سمجھتے ہین کہ یورپی تمدن پھیلانے والون کی کوشش سے نہ صرف اہل ایشیا کو فائدہ پہونچے گا بلکہ یورپ کا نفع بھی سراسر متصور ہے، جسقدر جلد پرانی دنیا کے تباہ شدہ ممالک مین از سر نو جان پڑ جائے اوسی نسبت سے

[1] جرمنی اپنا تسلط پورے طور پر ایشیا کوچک مین جمانے بھی نہ پایا تھا کہ ۱۹۱۴ء مین جنگ عظیم شروع ہوگئی اور ۱۹۱۸ء کی شکست نے اس قوم کی ہوس ملک گیری کا شاید ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ مترجم ۱۹۲۳ء

یورپ کی تجارت اور صنعت کا میدان زیادہ وسیع ہو جائیگا۔ زمین کی دولت اسوقت پوشیدہ ہے، زیادہ کثرت سے حاصل ہوگی جب متعصبین جوش مین آکر بیان کرتے ہین کہ اہل یورپ کے تمدن کی بدولت ایشیا، مین افلاس اور خستہ حالی کو ترقی ہو گئی ہے اور مغربیون کا مشرق مین آنا خلق اللہ کے لیے لعنت کا باعث ہوا ہے، تو ایسے خیالات کی مجذوب کی بڑ یا اصلی حالات سے ناواقفیت پر مبنی سمجھنا چاہیئے، جس کسی ملک مین اور جس صورت سے دنیاے جدید کے تمدن نے اپنا اثر ڈالا ہو ممکن ہے کہ تبدیلی کے زمانہ مین وہان کی معاشری اور اقتصادی زندگی مین عارضی ہلچل پیدا کی ہو لیکن جسوقت امتحان کا زمانہ گذر گیا امن، مرفع الحالی اور قناعت نے دخل پا لیا۔ اور اگر افلاس کی مثالین باوجود خوش انتظامی کے بھی کہین خال خال نظر آتی ہین تو بہ نسبت اُس زمانہ کے بہت کم تکلیف دہ ہین جبکہ خود اہل ملک کے ہاتھ مین نظم و نسق تھا اگر کوئی شخص تعصب کی وجہ سے آنکھون پر جان بوجھ کر پٹی باندھ لے تو البتہ ممکن ہے کہ ایشیائی دنیا کے مقابلہ مین اہل مغرب نے جو سرگرمی اظہار کی ہو اسکی خرابیان نظر آئین۔ کیونکہ یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ یورپ کے بعض نائبین اصلاح کی خدمات بجا لانے کے لیے کافی طور پر تیار نہین ہین یا یہ کہ صرف مادی اغراض پیش نظر رکھتے ہین، ہم دیکھتے ہین کہ اہل ایشیا کو بہت کم قیمت ان برکتون کے معاوضہ مین دینا پڑی ہے جو عدل و انصاف کے قایم ہونے سے اہل ملک کو حاصل ہوئی ہین یہ اعتراض

کہ تمدن یورپ کے علمبردار اُن ممالک کو جو اُنکے ظل عاطفت مین آتے ہین بجاے حریت عطا کرنے کے اونھین اپنے ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرتے ہین اور جو فوائد مفتوحہ ملک سے حاصل کرتے ہین اُنکا مناسب معاوضہ ادا نہین کرتے ، غیر متعصب نکتہ چینیون کے نزدیک قابل وقعت ہونا چاہیئے - کیونکہ ایسے بیجا اعتراضات سے خود یورپ کے اغراض و مقاصد کو نقصان عظیم پہونچتا ہے ۔ رُڈیرڈ کپلنگ نے " گورے آدمیون کے بوجھ کی ،، بابت جو کچھ کہا ہے لفظ بہ لفظ صحیح ہے - کیونکہ اہل مغرب کو منطقہ حارہ کے جھلسنے والی تپش اور گرمی مین جو محنت شاقہ کورانہ تعصب اور قدامت پسندی سے لڑنے مین کرنی پڑتی ہے کسیطرح خوشگوار کام نہین ہ

حالات موجودہ کی جو تصویر ان اوراق مین کھینچی گئی ہے اوس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے تمدنی اثرات کو اسلامی ایشیا مین چندروزہ اور غیر مستقل قرار دیے تو اس سے بڑھ کر کوئی ناانصافی نہین ہو سکتی ، برعکس اِس کے ہم نے بحیثیت مصلح اور اتالیق کے اپنے کام کی ابھی صرف ابتدا کی ہے ہمارے شاگردون نے اپنی فطرتی ذہانت اور قابلیت کی بدولت کہین کہین ترقی کے آثار ظاہر کیے ہین لیکن اونھین بلا ہمارے سہارے چلنے کی قوت ابھی مدت دراز تک حاصل نہ ہوگی - اور منزل مقصود پر اپنے پانون کے بل پہونچنے مین بہت وقت صرف ہوگا - رفتہ رفتہ وہ وقت بھی ضرور آئیگا کہ اہل ایشیا

کو ہماری اتالیقی کی ضرورت نہ رہے گی۔ اگر اہل یورپ چاہتے ہیں کہ ایشیا، ترقی یافتہ ہونے کے بعد، اپنی چھوٹی بہن یورپ کو حقارت اور غصہ کی نظر سے نہ دیکھے، تمدن اور یورپ کے علمبردارون کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو اُس اعلیٰ مشن کا اہل بنا دین اور یورپ کی موجودہ تہذیب و تمدن کے علم کے پرچم کو محض مادی اغراض کی وجہ سے خراب نہ کرین ہا

بعض اوقات زمانہ گذشتہ پر نظر کرکے یہ کہا جاتا ہو کہ تاریخ اپنے آپکو دُہراتی ہے، اورجسطرح سلطنت روما کو اُن وحشی اقوام نے جنھین اہل روما نے اپنی تہذیب و تمدن کے راز سے آشنا کرنے کی کوشش کی تھی بالکل نیست و نابود کردیا، اسیطرح ہمارا موجودہ یورپ باین قوت و اقتدار کسیدن اپنے شاگردون کی تعداد کثیر کے زیر قدم پائمال اورخوار ہوکر رہے گا۔ اس خیال کی تائید مین جاپان کی مثال پیش کی جاتی ہے جو معجزہ کی طرح یکایک میدان مین آموجود ہوا، اور پیرل (زرد خطرہ)[1] کا بھوت ڈرانے کے لیے ہمارے سامنے کیا جاتا ہے۔ مین اس مسئلہ پر پہلے ہی اپنی راے ظاہر کر چکا ہون اور اس لیے یہان صرف اسقدر اضافہ کرنا چاہتا ہون کہ اسلام

[1] بعض مبصر جاپان کی ترقی کو دیکھکر خیال کرتے ہین کہ زرد رنگ کے جاپانی اور چینی ترقی کرنے کے بعد یورپ کے مدمقابل بنینگے۔ مترجم

[2] دیکھو کتاب پروفیسر ولامبری موسومہ بلو پیرل اے کلچرل اسٹڈی مطبوعہ بدالپسٹ ۱۹۰۴ء

کے لیے جاپان جیسے نتیجہ پر پہونچنا ابھی بہت دور ہے ' ایمان والے مسلمانون کے نزدیک قرآن پاک کے الفاظ " جلدی کرنا شیطان کا کام ہے ٹھہر کر چلنا خدا کو مقبول ہے " اتمام حجت کے لیے کافی ہین انکے یہان ہر چیز کی رفتار نہایت سست اور خاموش ہے اگرچہ جا بجا ترقی کے کچھ آثار نظر آنے لگے ہین تاہم انقلاب کلی ابھی بہت دور ہے اور اسلامی ایشیا مین ہمارے اثر کی ابھی کوئی حد معین نہین ہوسکتی *

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ